نور الانوار

ترجمہ

عبقات الانوار

(حدیث سفینہ ۳)

فردوس مآب

علامہ میر حامد حسین

ترجمہ و تحقیق:

حجۃ الاسلام

مولانا سید شجاعت حسین

بسم الله الرحمن الرحیم

نورالانوار

ترجمہ

عبقات الانوار

(حدیث سفینہ)

جلد ۳

تالیف: فردوس مآب علامہ میر حامد حسین رحمۃ اللہ علیہ ہندی

ترجمہ و تحقیق: حجۃ الاسلام مولانا سید شجاعت حسین رضوی گوپالپوری

نام کتاب : نورالانوار ترجمہ عبقات الانوار، حدیث سفینہ، جلد۔ ۳

تالیف : فردوس مآب علامہ میر حامد حسین ﷫ ہندی

ترجمہ : حجۃ الاسلام مولانا سید شجاعت حسین رضوی گوپالپوری

طباعت : باراول

تعداد : پانچ سو(۵۰۰)

سال : نومبر ۲۰۲۳ء

قیمت : ۵رجلدی سیٹ، دوہزار پانچ سو(۲۵۰۰) روپے

ناشر

ولایت پبلیکیشنز، دہلی

انتساب

عم محترم مولانا سید لطافت حسین صاحب قبلہ صدر الافاضل (ابن استاذ الاساتذہ مولانا سید رسول احمد صاحب قبلہ مرحوم) کے نام جنہوں نے درس وتدریس اور خطابت کے جوہر دکھا کر چند سال قبل اس دار فانی کو وداع کہا۔

شجاعت

فہرست مطالب

ترجمہ تقریظ

مرجع عظیم الشان مفسر قرآن حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی (مدظلہ)

عالم فرزانہ اور محقق گرانقدر ''میر حامد حسینؒ مرحوم ہندی'' اپنے عہد کے عالم اسلام کے ایک نابغہ اور علوم اہلبیتؑ کی نشر واشاعت میں دنیا کے ایک بڑے مجاہد تھے۔ انہوں نے اپنی ساٹھ سالہ پُر برکت زندگی میں ولایت اہلبیت علیہم السلام کے سلسلہ میں اپنی ایک عظیم یادگار چھوڑی ہے۔

''عبقات الانوار'' ان کا ایک نہایت اہم علمی کارنامہ ہے یہ ایک ایسی وسیع کتاب ہے جو ولایت کے موضوع پر مختلف اسلامی مصادر، خاص کر اہلسنت کے مشہور و معروف ماخذوں سے استفادہ کرکے لکھی گئی ہے۔ اس مجاہد عالم دین کے پہلے اور بعد میں ولایت کے موضوع پر شاید ہی کسی نے اتنی تفصیلات سے قلم اٹھایا ہو۔ وہ نہایت مشقت کرنے والے محقق تھے۔ یہاں تک کہ شب و روز مطالعہ وتصنیف و تالیف میں منہمک رہتے۔ وہ اتنا کثرت سے لکھنے کا کام کرتے تھے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں مفلوج ہوگئی تھیں۔ جس کے سبب آخر عمر تک بائیں ہاتھ سے لکھتے رہے۔ ان کی معلومات بہت وسیع، حافظہ بہت قوی اور ان کا طریق تحقیق بے نظیر تھا۔ ہندوستان کے بڑے اور اہم کتاب خانوں تک ان کی رسائی تھی اور انہوں نے خداوند متعال کی اس نعمت سے فیض اٹھا کر ''عبقات'' کی تالیف کا کام شروع کیا اور برسوں خامہ فرسائی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دس ضخیم جلدوں میں اپنے کام کو تکمیل تک پہونچادیا۔ جس وقت یہ نادر روزگار تالیف شائع ہوئی اور نجف اشرف پہونچی ''میرزائے شیرازی'' اور ''شیخ زین العابدین مازندرانی'' جیسے عظیم علمانیز

اس عہد کے اکثر اکابرین نے جن کا شمار اپنے زمانے کے نابغوں میں ہوتا تھا، اس کتاب پر نہایت اہم تقریظیں لکھیں اور اس عظیم تالیف کی ستائش کی۔ یہاں تک کہ "شیخ عباس ہندی شیروانی" جیسے بزرگ عالم دین نے "سواطع الانوار فی تقریظات عبقات الانوار" نام سے ایک مخصوص کتاب لکھی۔ ان تقریظوں میں سے بعض میں آیا ہے کہ ایک سال کے اندر اس عظیم کتاب کی برکت سے بہت سے لوگوں نے مکتب اہلبیت علیہم السلام میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔

اس اہم کتاب کی وسعت اور پھیلاؤ کے سبب مختلف طبقات کے لوگوں کا مستفیض ہونا ممکن نہیں تھا بعض محققین کی یہ رائے ہوئی کہ ان لوگوں کے لئے جن کو اس عظیم اور ضخیم کتاب کے مطالعہ کا موقع نہیں ہے اس وسیع کتاب کی تلخیص شائع کی جائے اور تلخیص کے لئے قرعہ فال حجۃ الاسلام جناب میلانی دامت افاضہ کے نام نکلا، موصوف نے "فحات الازھار فی خلاصۃ عبقات الانوار" کے نام سے ۱۹ جلدوں میں اس کی تلخیص کی۔ عبقات کی زبان فارسی اور عربی آمیز ہے اور ان مسلمانوں کا جن کی مادری زبان اردو ہے اس سے کما حقہ استفادہ ممکن نہیں تھا لہٰذا افاضل محترم حجۃ الاسلام جناب شجاعت ہندی نے اس کا اردو زبان میں ترجمہ کیا جس سے برصغیر کے مسلمانوں اور مومنین کی بڑی مدد ہوتی ہے۔ الحمدللہ کہ یہ مقدس مقصد ان کے اور ان کے احباب کے ذریعہ عملی صورت اختیار کر رہا ہے اور اس کی پہلی جلد زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہے۔ اس کی اشاعت سے مکتب اہلبیتؑ کے عاشقوں میں ایک نئی روح دوڑ گئی ہے۔ امید ہے کہ اردو زبان حضرات جو مکتب اہلبیتؑ سے خصوصی وابستگی اور عقیدت رکھتے ہیں اس مفید اور اہم کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ بالخصوص اپنے نوجوانوں کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دیں گے، خداوند عالم اسے قبول فرمائے اور ہم سب کو پیغمبر اسلامؐ کے اہلبیتؑ کے خادمین میں شمار کرے۔(۱)

ا۔ اس کا متن فارسی مع اسی ترجمے کے نورالانوار ترجمہ عبقات الانوار جلد ۱ میں شائع ہو چکا ہے۔

تقریظ

مبلغ اسلام، مترجم تفسیر المیزان علامہ سید سعید اختر رضوی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبدہ الذی اصطفیٰ

زیر نظر کتاب نورالانوار ہے جو عبقات الانوار کا اردو ترجمہ ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحفۂ اثنا عشریہ لکھ کر برصغیر میں سنی شیعہ مجادلہ کا دروازہ اس طرح کھولا کہ وہ پھر کبھی بند نہ ہو سکا۔ تحفہ ۱۲۰۴ھ (۱۷۸۰-۹۰ء) میں شائع ہوئی اور فوراً ہی تمام پھیل گئی۔ مولوی اسلم مدراسی (متوفی ۱۲۷۲ھ، ۵۶-۱۸۵۵ء) نے اس کا ترجمہ عربی میں کیا اور نواب علی محمد والا جاہ کے بیٹے نے اس ترجمہ کو عرب بھیجا۔ بعد کے زمانے میں اس کا ایک اختصار مصر میں چھپا۔ سرسید احمد خان علیگڑھ نے تحفہ کے دسویں اور بارہویں باب کا اردو میں ترجمہ تحفۂ حسن کے نام سے کیا جسے ۱۸۴۴ء (۱۲۶۰ھ) میں شایع کیا۔

تحفہ کا جواب اس کی اشاعت کے دو سال کے اندر ہی (۱۲۰۶ھ، ۹۲-۱۷۹۱ء) میں شہید رابع مرزا محمد کامل کشمیری دہلوی نے نزہۂ اثنا عشریہ کے نام سے بارہ جلدوں میں لکھا (یعنی ہر باب کے جواب میں ایک جلد)۔ جس کی پہلی، تیسری، چوتھی، پانچویں، اور نویں جلدیں شائع ہوئیں، باقی جلدوں کا پتہ نہیں چلا، مرزا محمد کامل کو اکبر شاہ ثانی کے رشتہ دار نے زہر دے کر ۱۲۳۵ھ (۲۰-۱۸۱۹ء) میں شہید کر دیا۔

کشف الحجب والاستار کے بیان کے مطابق تحفہ کے پہلے اور دوسرے باب کا جواب مرزا محمد اخباری نیشاپوری (شہادت ۱۲۳۳ھ، ۱۸-۱۸۱۷ء) نے سیف مسلول کے نام سے لکھا تھا، چونکہ ادھر کچھ دنوں سے سنی حلقوں سے یہ آواز بلند ہونے لگی ہے کہ تحفہ اثنا عشریہ کا جواب آج تک نہ ہو سکا۔ اس لئے یہاں پر تحفہ کے جوابات کی ایک مختصر فہرست درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا:

۱۔تحفہ کے پہلے باب کے جوابات (شیعہ مذہب کی ابتدا اور اس کے فرقے):

(ا) سیف مسلول (مرزا محمد اخباری نیشاپوری)

(ب) نزہۂ اثناعشریہ (مرزا محمد کامل) جلد اول۔ مطبوعہ لکھنؤ

(ج) سیف ناصری (مفتی محمد قلی) اس کے دو قلمی نسخوں کا مجھے علم ہے جس میں سے ایک خود میرے ذاتی کتب خانہ ریاض معارف میں ہے۔

۲۔تحفہ کے دوسرے باب کے جوابات (شیعوں کے مکائد)

(ا) سیف مسلول (مرزا محمد اخباری نیشاپوری)

(ب) تقلیب المکائد (مفتی محمد قلی) مطبوعہ دہلی

۳۔تحفہ کے تیسرے باب (شیعہ علماء اور ان کی کتابیں) کا جواب:

ا۔نزہۂ اثناعشریہ (مرزا محمد کامل) جلد سوم، اس کا قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری کے ''دہلی پرشین کلکشن'' میں ہے۔اب انڈیا آفس لائبریری برٹش لائبریری میں منضم ہوگئی ہے

۴۔تحفہ کے چوتھے باب (شیعہ احادیث اور ان کے راوی) کا جواب:

ا۔نزہۂ اثناعشریہ (مرزا محمد کامل) جلد چہارم مطبوعہ لودھیانہ ۱۲۷۹ھ (۶۳-۱۸۶۲ء)

۵۔تحفہ کے پانچویں باب (الٰہیات) کے جوابات:

(ا) نزہۂ اثناعشریہ (مرزا محمد کامل) جلد پنجم

(ب) صوارم الٰہیہ (سید دلدار علی غفران مآب) مطبوعہ کلکتہ ۱۲۱۸ھ (۰۴-۱۸۰۳ء)

۶۔تحفہ کے چھٹے باب (نبوت) کا جواب

ا۔حسام الاسلام (سید دلدار علی غفراں مآب) مطبوعہ کلکتہ ۱۲۱۸ھ (۰۴-۱۸۰۳ء)

۷۔تحفہ کے ساتویں باب (امامت) کے جوابات

(ا) رسالۂ غیبت (سید دلدار علی غفران مآب) مطبوعہ کلکتہ ۱۲۱۸ھ (۰۴-۱۸۰۳)

(ب) بوارق موبقہ (سلطان العلماء سید محمد بن غفران مآب)

(ج) جواہر عبقریہ (مفتی سید محمد عباس شوشتری) مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۷۱ھ (۵۵-۱۸۵۴ء)

(د) برہان سعادت (مفتی محمد قلی) مخطوطہ رضا لائبریری۔ رام پور

(ہ) عبقات الانوار (میر سید حامد حسین موسوی) اس کا مزید ذکر آئندہ آئے گا۔

۸۔تحفہ کے آٹھویں باب (معاد) کا جواب:

ا۔احیاء السنۃ (سید دلدار علی غفران مآب) مطبوعہ لکھنو ولودھیانہ ۱۲۸۱ھ (۶۵-۱۸۶۴ء)

۹۔تحفہ کے نویں باب (مسائل فقہ) کے جوابات:

(ا) نزہۂ اثناعشریہ (مرزا محمد کامل) مخطوطہ رضا لائبریری۔ رام پور

(ب) بہجۃ البرہان (سید جعفر ابوعلی) مخطوطہ رضا لائبریری۔ رام پور

۱۰۔تحفہ کے دسویں باب (مطاعن) کے جوابات:

(ا) طعن الرماح (سلطان العلماء سید محمد) مطبوعہ لکھنو ۱۲۳۸ھ (۱۸۲۳-۱۸۲۲ء) (ب) تشئید المطاعن (مفتی محمد قلی) جلد اول ۱۹۱۰ صفحات، جلد دوم ۴۴۲ صفحات مطبوعہ لودھیانہ ۱۲۸۳ھ (۶۷-۱۸۶۶ء) حال میں قم میں آفسٹ کے ذریعہ چھاپی گئی ہے۔

(ج) بارقہ ضیغمیہ در موضوع متعہ (سلطان العلماء سید محمد)

(د) تکسیر الصنمین (سید جعفر ابوعلی)

۱۱۔تحفہ کے گیارہویں باب (شیعہ مذہب کے خصوصیات) کا جواب:

ا۔مصارع الافہام (مفتی محمد قلی) مخطوطہ ناصریہ لائبریری لکھنؤ

۱۲۔تحفہ کے بارہویں باب (تولا و تبرا) کے جوابات:

(ا) ذوالفقار (سید دلدار علی غفران مآب) مطبوعہ لودھیانہ ۱۲۸۱ھ (۶۵-۱۸۶۴ء)

(ب) طرد المعاندین (سلطان العلماء سید محمد)

تحفہ فارسی میں تھی اس لئے اس کے یہ جوابات بھی فارسی میں لکھے گئے۔۔اردو میں اس کا جواب مشہور ادیب مرزا محمد ہادی رسوا (متوفی ۱۳۵۰ھ، ۳۲-۱۹۳۱ء) نے تحفۃ السنۃ کے نام سے ۱۵ جلدوں میں لکھا جو مطلع انوار کی رپورٹ کے مطابق مدرسہ الواعظین کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

عبقات الانوار تحفہ کے ساتویں باب (امامت) کے جواب میں ہے۔ مفتی محمد قلی (متوفی ۱۲۶۰ھ، ۱۸۵۵ء) کے دوسرے صاحبزادے میر سید حامد حسین موسوی نے اس کا منصوبہ بنایا پھر اپنے بڑے بھائی سید اعجاز حسین کے ساتھ حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ اور حجاز، قاہرہ، شام، عراق اور ایران میں

ہزاروں نادر کتابیں خریدیں یا اپنے ہاتھوں سے نقل کیں۔ آج ناصریہ لائبریری (لکھنو) میں جو تقریباً دس ہزار مخطوطات ہیں وہ زیادہ تر انہیں دونوں بزرگوں نے فراہم کئے تھے۔ اس طویل سفر سے واپس آ کر میر حامد حسینؒ نے عبقات الانوار لکھنی شروع کی۔

کتاب کا پلان انہیں مرحوم نے مرتب کیا تھا، اور ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے ناصر الملۃ سید ناصر حسین نے انہیں خطوط پر اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے تقریباً پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ ۱۳۶۱ھ میں ناصر الملۃ کی وفات کے بعد ان کے دوسرے صاحبزادے سعید الملۃ سید محمد سعید صاحب نے دو حدیثوں کو مکمل کیا، میر حامد حسین موسوی نے اپنے زمانے کے اسلوب تحریر کو حد کمال تک پہونچا دیا ہے۔ یعنی ان کی عربی وفارسی کے مسجع ومقفیٰ عبارتیں دو دو صفحہ تک چلی جاتی ہیں جن میں مترادفات کی بھر مار ہوتی ہے۔

نفحات الازہار اس مشہور عبقات الانوار کی عربی میں تلخیص ہے۔ عبقات اور نفحات کا مقابلہ کرنے سے نفحات کے مصنف حجۃ الاسلام سید علی میلانی حفظہ اللہ کے خدمات کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کس طرح اصل کتاب کے تمام نکات ومباحث کو حشو وزوائد سے پاک کر کے عربی دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ **فجزاہ اللہ عن الاسلام و اهله خیر الجزاء نفحات** کے دیباچہ میں اس اجمال کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

عبقات الانوار کی اس پہلی جلد کا ترجمہ اردو میں عزیز گرامی قدر حجۃ الاسلام سید شجاعت حسین رضوی نے کیا ہے۔ موصوف اپنے عنفوان شباب سے مضمون نگاری، ادارت اور ترجمہ کا تجربہ رکھتے ہیں، ان کا قلم ترجمہ کی سنگلاخ وادیوں کو اس طرح طے کرتا ہے کہ ترجمہ پر اصل تصنیف کا گمان ہوتا ہے۔ عبقات کی پہلی جلد کا یہ ترجمہ کسی مادی منفعت کی امید کے بغیر کیا گیا ہے۔ اور یہ مترجم کے خلوص نیت کی دلیل ہے۔

اگر کوئی صاحب ہمت آگے بڑھے اور بقیہ چودہ جلدوں کے ترجمہ کے منصوبہ کو اپنی سرپرستی میں لے لے تو مترجم موصوف پوری تندہی سے اس کام کو جلد از جلد انجام تک پہنچا سکتے ہیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دار السلام۔ تانزانیا

الاحقر سید سعید اختر رضوی

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

ڈاکٹر سید حسن عباس
شعبۂ فارسی، بنارس ہندو یونیورسٹی، وارانسی

تعارف

ہماری بستی گوپال پور، ضلع سیوان (بہار) کے معروف بستیوں میں سے ایک ہے۔ سادات کی اس بستی کی شہرت کی خاص وجہ ہر دور میں بڑی تعداد میں یہاں علماء وفضلا اور شعراء وادباء کی موجودگی تھی۔ جن کی دینی اور علمی وادبی کاوشوں نے اس چھوٹی سی بستی کا نام بڑی بڑی جگہوں تک پہنچایا۔ نصف صدی پیشتر آیۃ اللہ العظمیٰ مولانا سید راحت حسین صاحب گوپال پوری اعلی اللہ مقامہ کی مشہور تفسیر انوار القرآن، کی اشاعت کے سبب بھی ملک اور بیرون ملک اس بستی کا نام پہنچا۔ عراق اور ایران میں کم وبیش علمائے عصر مولانا موصوف کی علمی عظمت وفضیلت سے پوری طرح واقف تھے۔ مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی طاب ثراہ اکثر مولانا مرحوم کا نام لے کر ان سے اپنی گہری وابستگی کا اظہار فرماتے تھے۔ مولانا کے صاحبزادے حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید علی رضوی قمی اعلی اللہ مقامہ کی شہرت ان کے علم اور زہد وتقوا کے سبب ہے۔ ان کی علمی اور دینی مصنفات میں الفرقۃ الناجیہ فی الاسلام مشہور ترین کتاب ہے جسے اپنے موضوع پر منفرد کتاب کہنا بجا ہے۔ آپ کے چھوٹے بھائی حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید محمد محسن رضوی گوپال پوری اعلی اللہ مقامہ مدرسۃ الواعظین جیسے علمی اور مذہبی ادارے کے پرنسپل ہوئے۔ مولانا سید نذر حسن صاحب گوپال پوری مرحوم کی رشحات قلم نے علمی اور مذہبی دنیا میں ان کے نام کے ساتھ بستی کی شہرت کو بھی عام کیا۔ مولانا مرحوم پابندی سے اپنے نام کے ساتھ گوپال پوری کا لاحقہ استعمال کیا کرتے تھے۔ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید سعید اختر رضوی گوپال پوری مرحوم کی شخصیت عصر حاضر کی ایک اہم اور قابل ذکر شخصیت ہے۔ انہوں نے ملک اور بیرون ملک تبلیغ واشاعت دین کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انہوں نے تقریر وتحریر دونوں کا بخوبی استعمال کیا ہے۔ ایک طویل عرصے تک دار السلام (تنزانیا) میں مقیم رہے اور وہاں بلال مسلم مشن جیسے عظیم ادارے کے بانی اور سرپرست ہونے کے ساتھ افریقہ، یورپ

اورامریکہ میں تبلیغ دین کی ہر ممکن کوشش فرماتے رہے۔ یوں تو ان کی علمی اور دینی تصنیفات کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ان کا سب سے بڑا کارنامہ تفسیر المیز ان کا انگریزی ترجمہ ہے جسے ایران کے ایک ادارے وفس نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ حال ہی میں خورشید خاور، (تذکرۂ علمائے امامیہ) شائع ہوئی ہے جسے مولانا کا ایک اور اہم کارنامہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ مولانا کے صاحبزادے حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید محمد صاحب قبلہ کناڈا میں تبلیغ دین کے کاموں میں مصروف ہیں۔ ان کی زیادہ تر تصانیف انگریزی زبان میں ہیں۔ وہ اپنی مسلسل علمی اور دینی سرگرمیوں کے سبب عالم تشیع میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری مرحوم اگرچہ ایک مقامی کالج (محمد صالح انٹر کالج حسین گنج سیوان) میں اردو فارسی کے استاد کی حیثیت سے ملازمت سے منسلک تھے لیکن اپنی مسلسل اور انتھک علمی ادبی سرگرمیوں کے سبب پورے ملک میں جانے جاتے ہیں۔ شاعری اور افسانہ نویسی کا بھی شوق تھا۔ ان کی شاعری اور افسانوں میں علامتیں اور استعارے جس خوبصورتی سے پیش کئے گئے ہیں ان پر علاحدہ گفتگو کی جانی چاہئے۔ ادھر چند برسوں میں انہوں نے ترجمہ نگاری پر توجہ صرف کی تھی اور کئی اہم کتابوں کا عربی اور فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا تھا جس میں مشہور زمانہ کتاب الغدیر (علامہ امینیؒ) کا اردو ترجمہ وتلخیص کا نام لیا جاسکتا ہے۔ افسوس کہ یہ کام مکمل صورت میں منظر عام پر نہ آسکا اگرچہ مولانا نے اپنا کام مکمل کر دیا تھا لیکن ممبئی سے وطن آتے ہوئے بھوپال میں ان کا سامان چوری ہو گیا جس میں یہ قیمتی مسودہ بھی ضائع ہو گیا۔

اس دور میں مولانا سید شجاعت حسین رضوی گوپال پوری نے اسلاف کے نقش قدم کو اپنے لئے راہنما اور مشعل راہ بنایا ہے اور ترجمہ نگاری کے میدان کو منتخب کیا ہے۔ ان کے دادا مولانا سید رسول احمد صاحب قبلہ مرحوم (۱۹۰۳۔۱۹۷۸ء) اپنے وقت کے جید عالم دین شمار ہوتے تھے۔ آپ نے مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ کی زیر سرپرستی تعلیم حاصل کی تھی اور مدرسہ ایمانیہ (بنارس) اور مدرسہ سلیمانیہ (پٹنہ) سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہیں مدرس ہوئے پھر ناظمیہ عربی کالج لکھنوء میں رہے۔ آخر عمر تک اس مدرسے میں مدرس کے عہدے پر کام کرتے رہے۔ کچھ عرصہ گجرات کے مہوا اور بھاؤنگر میں تبلیغ دین کا کام کیا۔ مولانا سید شجاعت حسین کے والد محترم مولانا سید لیاقت حسین صاحب قبلہ واعظ اور عم محترم مولانا سید لطافت حسین صاحب قبلہ صدر الافاضل نائب مدرس اعلیٰ مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ عالم دین اور مبلغ کی حیثیت سے

اپنی خاص پہچان رکھتے ہیں۔ نیز آپ کے نانا مولانا سید مختار احمد صاحب قبلہ قیصر گوپال پوری مرحوم سابق مدرس اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ کجھوہ سیوان بہار اور آپ کی نانی کے والد اور آپ کے نانا کے چچا مولانا حکیم سید ناظر حسن صاحب قبلہ مرحوم سابق مدرس اعلیٰ مدرسہ ایمانیہ بنارس اپنے عصر کے عظیم عالم دین تھے۔ ایسے مذہبی اور علمی گھرانے کے ماحول میں پرورش و پرداخت کے علاوہ مولانا رسول احمد صاحب قبلہ کی زیر نگرانی ناظمیہ عربی کالج لکھنؤ میں تعلیم پائی۔ پھر مدرسۃ الواعظین لکھنؤ میں زیر تعلیم رہے اور اس کے بعد حوزۂ علمیہ قم کی راہ لی۔ شروع ہی سے ان میں علم وادب کا خاص ذوق پایا جاتا تھا۔ اتفاق سے میں ان دنوں ایران میں ہی تھا۔ جب مولانا شجاعت حسین صاحب قم تشریف لے گئے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے ذوق کی تکمیل کے لئے مختلف علمی اداروں کے ساتھ ہم کاری کرنا شروع کیا اور ایک سہ ماہی مجلّہ ''الحسین'' کے نام سے اردو میں نکالا ''الحسین'' اردو کے علاوہ عربی زبان میں بھی شائع ہوتا تھا۔ اس کے دو شماروں کے لئے مجھ سے بھی مضامین لکھوائے۔ اس مجلّے کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں صرف امام حسین علیہ السلام سے متعلق مضامین یا کتابیات شائع ہوتی تھیں۔ ایک ضخیم کتاب ''نہج البلاغہ کی سیر'' (سیری در نہج البلاغہ، شہید مطہری) کا اردو میں ترجمہ بھی ان لوگوں نے مل جل کر کیا تھا۔ درس وتدریس سے فراغت کے بعد بقیہ اوقات میں کتابوں کے ترجمے کرنا ان کا معمول تھا جو آج ایک بہت اہم کام کی صورت میں ہمارے سامنے آیا ہے۔

میر حامد حسین موسوی مرحوم (۱۲۴۶۔۱۳۰۶) کا نام لکھنؤ کے عمائدین علماء ومصنفین میں ایک بہت اہم نام ہے۔ ان کا گھرانہ علمی اور مذہبی گھرانا تھا۔ ان کے والد مفتی محمد قلی متکلم، محقق، مناظر اور جامع علوم معقولات ومنقولات تھے۔ یہ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ میر حامد حسین کے بھائی سید اعجاز حسین صاحب کشف الحجب والاستار۔۔۔ بھی علمی اور مذہبی دنیا میں اپنے کارناموں کی بدولت معروف شخصیت کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ میر حامد حسین کے فرزند سید ناصر حسین الملقب بہ ناصر الملت اور ان کے دیگر بھائیوں کی علمی اور مذہبی خدمات سے زمانہ واقف ہے۔ کتب خانہ ناصریہ ان ہی لوگوں نے اگرچہ اپنی علمی اور مذہبی ضرورتوں کے تحت قائم کیا تھا لیکن بہت جلد ایک ایسے عظیم اور وسیع کتب خانے میں بدل گیا جو نوادرات کے اعتبار سے بھی قابل ذکر ہے اور کتابوں کی تعداد کے لحاظ سے بھی۔ اس کتب خانے نے اہل علم کی نظر میں بہت جلد اہمیت حاصل کرلی۔ صاحب الغدیر علامہ امینیؒ اپنی کتاب الغدیر کی تالیف کے سلسلے

میں ایران سے آکر چھ مہینے تک اس کتب خانے سے علمی مواد جمع کرتے رہے۔ اسی طرح ایک اور ایرانی عالم آقا بزرگ تہرانی صاحب الذریعہ الی تصانیف الشیعہ نے بھی اس کتب خانے کے عظمت اور وسعت پر بڑے اچھے انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ ان حضرات کے علاوہ کئی ایرانی علماء و مصنفین نے اس کتب خانے سے فیض اٹھایا اور اس کا ذکر بھی کیا ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی (۱۱۵۹۔۱۲۳۹ھ) کی کتاب تحفۂ اثنا عشریہ، کے ساتویں باب امامت کا میر حامد حسین موسوی نے عبقات الانوار کے نام سے نہایت مدلل اور مفصل جواب فارسی زبان میں لکھا تھا۔

میر حامد حسین موسوی ''صاحب عبقات الانوار'' کی شہرت اسی کتاب کی وجہ سے دنیا کے گوشہ و کنار میں ہے۔ یہ گیارہ جلدوں میں ہندوستان سے طبع ہو چکی ہے۔ ایران میں بھی یہ کتاب آفسیٹ پر شائع ہوئی ہے مگر ان میں حدیث غدیر اور حدیث ثقلین شامل نہیں ہیں۔ تقریباً چالیس سال قبل حدیث ثقلین و سفینہ دو جلدوں میں ہندوستان میں چھپی تھیں وہ ایران میں چھ جلدوں میں شائع ہوئی ہیں اور حدیث غدیر کی بھی دو جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ مولانا بروجردی نے اپنی تحقیق کے ساتھ انہیں دس جلدوں میں دوبارہ شائع کیا۔ ایرانی محقق حجۃ الاسلام والمسلمین سید علی میلانی نے عربی زبان میں عبقات کا ترجمہ اور خلاصہ کیا جس میں ۱۹ جلدیں عبقات سے متعلق ہیں جس کا نام ''نفحات الازہار'' ہے۔ یہ شائع ہو چکی ہیں۔ جناب میلانی نے اس اہم اور عظیم کام میں ۲۵ سال صرف کئے تب کہیں جا کر اسے اپنی تحقیق اور تعریب و تلخیص سے مزین کیا۔ سید شجاعت حسین رضوی گوپال پوری نے ''نورالانوار'' کے نام سے عبقات الانوار کا ترجمہ اردو زبان میں شروع کیا جس کی پہلی جلد حدیث نور سے متعلق ایران سے شائع ہو چکی ہے۔ ''حدیث ثقلین'' اب شائع ہو رہی ہے۔

واضح رہے کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کے مختلف ابواب کے عربی اور اردو ترجمہ بھی شائع ہوئے ہیں اور ان کا جواب بھی لکھا گیا ہے۔ ''تحفۂ حسن'' کے نام سے سرسید احمد خاں نے اس کتاب کے دسویں اور بارہویں باب کا اردو ترجمہ ۱۸۴۴ء/۱۲۶۰ھ میں شائع کیا۔ میر حامد حسین موسوی کے والد مفتی محمد قلی نے بھی تحفہ کے باب اول، باب دوم، باب ہفتم، باب دہم اور باب یازدہم کے جوابات لکھے ہیں۔ تحفہ کے جواب اور جواب الجواب میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں جن کی ایک فہرست مولانا سید سعید

اختر رضوی گوپال پوری کی تقریظ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مرزا محمد ہادی رسوا نے بھی تحفہ کا ایک مفصل جواب ''تحفۃ السنۃ'' کے نام سے ۱۵ر جلدوں میں لکھا تھا جو مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کے کتب خانے میں موجود ہے۔

سید شجاعت حسین رضوی گوپال پوری نے ایک اہم اور عظیم کام کا بیڑا اٹھایا ہے خدا انہیں اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ ترجمہ میں بہت دقت سے کام لیا گیا ہے اور مفید مطالب کا اضافہ بھی حاشیہ میں کیا گیا ہے۔

میں نے اس ضخیم کتاب کا سرسری مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ ماشاء اللہ مولانا سید شجاعت حسین رضوی ترجمہ نگاری کے میدان میں ایک منفرد اسلوب کے مالک بنتے جا رہے ہیں۔ موجودہ دور میں ہندوستان میں مذہب امامیہ کے اہل قلم جس تیزی کے ساتھ ہمارے نظروں سے اوجھل ہوتے گئے ہیں اور ان کی خالی جگہوں کو پُر کرنے کے لئے کہیں سے کوئی امید کی کرن نہیں دکھائی دے رہی ہے، مجھے خوشی ہے کہ ایسے عالم میں مولانا سید شجاعت حسین رضوی کے مخلصانہ علمی کاموں سے یہ امید بندھی ہے کہ وہ جلد ہی اس میدان میں اپنا مقام بنالیں گے اور اپنی علمی اور دینی خدمات سے قوم کے علمی سرمائے میں اضافہ کرتے رہیں گے جس سے صاحبان علم کے ساتھ عام قارئین بھی مستفید ہوں گے۔

ڈاکٹر سید حسن عباس

۵ر مئی ۲۰۰۴ء

نتیجۂ فکر

شیخ الشعراء مولانا سید محمد باقر باقری صاحب قبلہ جوراسی مرحوم

قطعات

طوفاں بدوش سیل ضلالت تھی اس طرح   موجوں کے پیچ و خم میں تھا بیڑا حیات کا
کوثر کے ناخدا نے دیا ساحل مراد   دامان آل ہے کہ سفینہ نجات کا

✿✿✿✿✿

حدیث پاک کی لفظیں مطالب کے خزینے ہیں
حروف ترجمہ گویا جواہر کے نگینے ہیں
وسائل ہیں نجات دو جہاں کے جس کے دھارے میں
اسی دریائے عصمت میں رواں چودہ سفینے ہیں

✿✿✿✿✿

نتیجۂ فکر

مولانا سید علی اختر صاحب قبلہ شعورؔ گوپالپوری مرحوم

زہے اقدام طرب زار و شجاعت آثار
اب ہے اردو میں میسر عبقات الانوار

تحفۂ خائن ومردود کی شوریدہ سری
اہل حق کے لئے تھی عمرو کی گویا للکار

جیسے مرحب کارجز جیسے طبل ہندہ کا
جیسے چلتی ہوئی حارث کی زبانی تلوار

علماء منھ نہ لگانے کی قسم کھائے تھے
کابلی رنگ میں آمیز تھا دہلی زنگار

اس طرح روندی ہے آشفتہ سطر تحفے کی
میر حامد نے حقائق سے بصد ناز ووقار

ہر سطر بن گئی صحرا کی صدائے منحوس
داد تحقیق جو تحریر کی تھی صاعقہ بار

وہ سقیفہ کا تھا اور یہ ہے غدیری تحفہ
واہ یہ بلبل دانش کی سلگتی منقار

ہائے اظہار لیاقتؔ کی لطافتؔ کو شی
جو عبارت ہے وہ اردوئے معلی کی بہار

ترجمہ، جیسے کہ ہے متن کی سادہ تشریح
قند پارس کے لئے چاہئے ترسیل نگار

نتیجۂ فکر

مولانا سید غلام السیدین حاشرؔ باقری جوراسی

ہیں کلک شجاعتؔ کے درخشاں رشحات
کہ ہے نور ہدایت کی چمن میں برسات

کیا ظلمت باطل کو دلوں سے کافور
ہوئے مصحف ھذا کے جو شایع صفحات

ہے حدیث سفینہ کا یہ اردو میں سفر
رہ حق کے مسافر کے لئے اک سوغات

نہ یہ ترجمہ ہوکس لیے انعام الہٰ ؟
کہ ہے بحر متلاطم میں یہ کشتیٔ نجات

ملا آلؑ پیمبرؐ کا سفینہ جس کو
اسے لے گئی ساحل پہ بہار جنّات

ہوئے خدمت حق میں جو شجاعتؔ مصروف
ملے دونوں جہاں میں انھیں اعلیٰ درجات

تھاجو دین حسن کے لئے کار احسن
ملا نامۂ اعمال بہ رنگ حسنات

سنہ ترجمہ ہجری میں یہ لکھ دو حاشرؔ
ہے حدیث سفینہ گل ِ نازِ عبقات

۱۴۲۳ہجری

میر حامد حسینؒ

حیات اور کارنامے ✿

آپ کا نام سید مہدی اور کنیت ابوالظفر تھی لیکن سید حامد حسین کے نام سے مشہور ہوئے اور اس شہرت کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کے والد ماجد نے خواب میں اپنے جدامجد سید حامد حسین کو دیکھا جیسے ہی خواب سے بیدار ہوئے آپ کو فرزند (صاحب عبقات) کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اسی وجہ سے آپ حامد حسین کے نام سے مشہور ہوئے۔(۱)

میر حامد حسینؒ کی ولادت ۵ محرم ۱۲۴۶ھ کو میرٹھ میں ہوئی اور جب سات سال کے تھے تو آپ کے والد نے آپ کی بسم اللہ شیخ کرم علی سے کرائی اور چودہ سال کی عمر تک والد ہی سے کسب فیض کیا جب آپ ۱۵ سال کے ہوئے تو آپ کے والد لکھنؤ تشریف لائے اور وہیں دعوت اجل کو لبیک کہا پھر آپ نے تحصیل علوم کے لئے دوسروں کی طرف رجوع کیا مقامات حریری اور دیوان متنبّی مولوی سید برکت علی سے پڑھی، نہج البلاغہ مفتی محمد عباس صاحب سے، معقولات سید مرتضیٰ بن سلطان العلماء سے اور منقولات سلطان العلماء سید محمد اور سید العلماء سید حسین فرزندان غفرانمآب سے پڑھا۔(۲)

تکمیل تحصیل کے بعد والد ماجد علامہ مفتی قلی صاحب کی کتابوں کی تصحیح و تہذیب میں مشغول ہوئے اور پہلے فتوحات حیدریہ کی تصحیح کی پھر رسالہ تقیہ کی اور اس کے بعد تشئید المطاعن کی تصحیح اور اشاعت میں مصروف

✿ یہ مقدمہ نورالانوار ج ا میں شائع ہو چکا ہے، تھوڑی ترمیم اور بعض اضافے کے ساتھ دوبارہ ہدیۂ قارئین ہے کیا جا رہا ہے۔ مترجم

ا۔ تکملہ نجوم السماء ج ۲ ص ۲۴.

۲۔ تکملہ نجوم السماء ج ۲ ص ۲۷.

ہوئے، ابھی یہ کام پایہ تکمیل تک نہیں پہونچا تھا کہ مخالفین کی طرف سے منتہی الکلام شائع ہوئی اور اس میں چیلنج کیا گیا کہ اولین وآخرین میں کوئی بھی شیعہ اس کا جواب نہیں دے سکتا ہے لیکن آپ نے چند ماہ میں استقصاء الافہام فی نقض منتہی الکلام لکھی اور جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مؤلف منتہی الکلام سرگردان ہندوستان کا چکر لگاتے رہے اور استقصاء الافہام کا جواب نہ دے سکے۔ اس کتاب کی تصنیف کے بعد عبقات الانوار کی تالیف میں مشغول ہوئے اور مدارک کے لئے بیرون ہند کا سفر کیا۔ ۱۲۸۲ھ میں حج اور عتبات عالیات کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں نادر کتابیں حاصل کیں۔

تصنیفات

آپ کی درج ذیل تصنیفات ہیں:

۱۔ عبقات الانوار فی امامۃ الآئمۃ الاطہار ۲۔ استقصاء الافہام فی نقض منتہی الکلام ۳۔ شوارق النصوص ۴۔ کشف المعضلات فی حل المشکلات ۵۔ العضب التبار فی بحث آیۃ الغار ۶۔ النجم الثاقب فی مسئلۃ الحاجب فی الفقہ ۷۔ الدرر السنیۃ فی المکاتیب والمنشآت العربیۃ ۸۔ زین الوسائل الی تحقیق المسائل ۹۔ الذرائع فی شرح الشرائع فی الفقہ ۱۰۔ اسفار الانوار عن وقائع افضل الاسفار۔

یہ کتابیں جن میں اکثر کئی کئی جلدوں میں ہیں ان کی تالیف وتصنیف میں اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے کو فنا کر دیا تھا تو شاید مبالغہ آرائی نہ ہوگی، جب وہ داہنے ہاتھ سے لکھتے لکھتے تھک جاتے تھے تو بائیں ہاتھ سے لکھنا شروع کرتے تھے، جب بیٹھ کر لکھتے ہوئے تھک جاتے تھے تو لیٹ کر کتاب سینے پر رکھ کر لکھتے تھے یہی ان کا رات دن کا معمول تھا، ضروری کاموں کے علاوہ اٹھتے نہیں تھے ضرورت بھر کھاتے اور سوتے تھے اور عبادات میں صرف واجبات پر اکتفا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ بیمار پڑ گئے مگر زندگی کے آخری لمحہ تک لکھنا نہیں چھوڑا۔ آیۃ اللہ العظمی سید شہاب الدین نجفی مرعشیؒ نے ناصر الملۃؒ کے حوالے سے نقل کیا تھا کہ جب غسل کے لئے میر حامد حسینؒ کے لباس کو اتارا گیا تو سینہ پر کتاب رکھ کر کثرت مطالعہ کی وجہ سے وہاں گھٹا پڑ گیا تھا۔

عبقات الانوار اور اس پر لکھی جانے والی تقریظیں

عبقات الانوار کا جو شخص بھی دقیق نظر سے مطالعہ کرے گا اسے آئمہ معصومینؑ کی امامت کے ثبوت کے علاوہ امامت سے متعلق مخالفین کے اشکالات کا قاطع جواب ملے گا، اس کتاب میں اصول عقائد، تفسیر، حدیث، درایہ، تاریخ، رجال اور ادب سے بحث کی گئی ہے۔ جن موضوعات کو مورد بحث قرار دیا ہے ان میں چند یہ ہیں۔

۱۔ جعلی حدیثیں

حضرت علیؑ کی شان میں رسول اللہؐ نے بے شمار حدیثیں ارشاد فرمائی ہیں جن کی صحابہ اور تابعین نے روایت کی ہے اور آئمہ وحفاظ اہلسنت نے ان حدیثوں کی توثیق اور ان کے طرق واسناد کو صحیح قرار دیا ہے، جب علمائے اہلسنت نے ان حدیثوں کو حضرت علیؑ کی شان میں دیکھا تو وہ اس نتیجے پر پہونچے کہ یہ تو آپ کی امامت پر واضح طور سے دلالت کر رہی ہیں لہٰذا انہوں نے ان احادیث میں کتر بیونت کیا اور آپ کے مقابلہ میں ابوبکر، عمر، عثمان، معاویہ بلکہ سارے صحابہ کی شان میں حدیثیں گڑھنا شروع کیں۔ تاریخ کی رو سے جعل حدیث کا آغاز معاویہ کے زمانہ سے ہوا اور اس میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا اور بعض اہلسنت نے عمداً یا نادانی کی وجہ سے ان احادیث کو صحیح بھی قرار دے دیا، لیکن بہت سے علماء حقیقت شناس تھے لہٰذا انہوں نے اس کے جعلی ہونے کی تصریح کی ہے مثلاً ابن جوزی نے الموضوعات میں ان کے جعلی ہونے کی وضاحت کی ہے اور ابن ابی الحدید نے فضائل علیؑ کے مقابلہ میں ابوبکر کی فضیلت میں گڑھی جانے والی حدیثوں کو بیان کیا ہے۔ بعض علمائے اہلسنت نے مسئلہ امامت میں ان ہی گڑھی ہوئی حدیثوں کو صحیح احادیث کے معارض قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہی چیز موجب بنی کہ صاحب عبقات ان روایات کے اسناد و مدلول کو حدیث شناس علماء کے اقوال کی روشنی میں مورد تنقید قرار دیں۔

فضائل علیؑ کے مقابلہ میں جن احادیث میں کتر بیونت یا ان کو جعل کیا گیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو اس دوستی کے لئے ابوبکر کا انتخاب کرتا لیکن خداوند عالم نے تمہارے صاحب کو بعنوان دوست انتخاب کر لیا ہے۔

۲۔اس مسجد کے سارے دروازوں کو بند کردو سوائے درابوبکر کے۔

۳۔خدانے کسی چیز کو میرے سینے میں اتارا ہی نہیں مگر یہ کہ اسے سینہ ابوبکر میں میں نے اتارا۔

۴۔میرے بعد اگر کوئی نبیؐ ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔

۵۔تمہارے درمیان اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر مبعوث ہوتے۔

۶۔عمر سے بہتر کسی چیز کو سورج نے نہیں دیکھا۔

۷۔ابن عمر کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے لئے کاسئہ شیر لایا گیا ہے میں نے اسے پیا اس کے بعد دیکھا کہ میرے ناخن سے آب گوارا جاری ہے پھر بچے ہوئے دودھ کو میں نے عمر کو دیا لوگوں نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ اس خواب کی کیا تاویل ہے فرمایا علم ہے۔

۸۔ابوبکر اور عمر میرے لئے ایسے ہی ہیں جیسے ہارون موسیٰ کے لئے۔

۹۔میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتدا کرو۔

۱۰۔خدانے اپنے نور سے مجھے خلق کیا، ابوبکر کو میرے نور سے، عمر کو ابوبکر کے نور سے اور میری امت کو عمر کے نور سے خلق کیا ہے اور عمر اہل بہشت کے لئے چراغ ہیں۔

۱۱۔نصف دین اس حمیرا (عائشہ) سے لو۔

۱۲۔تمہارے لئے میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتگان خلفائے راشدین کی سنت ہے تم لوگ ان سے تمسک کرنا اور ان سے وفاداری کرنا۔

۱۳۔میری امت میں میری امت پر مہربان ترین یا دلسوز ترین فرد ابوبکر کی ہے، دستور الٰہی کے اجرا میں سخت ترین فرد عمر کی ہے، شرم وحیا میں صادق ترین فرد عثمان بن عفان کی ہے، حلال وحرام کی آگاہ ترین فرد معاذ بن جبل کی ہے، واجبات پر سب سے زیادہ عمل کرنے والی ذات زید بن ثابت کی ہے، سب سے بہترین قرائت ابی ابن کعب کی ہے اور ہر امت میں ایک امین ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ جراح ہیں۔

۱۴۔میں شہر علم ہوں، ابوبکر اس کے پایہ، عمر اس کی دیواریں، عثمان اس کی چھت اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

۱۵۔میں شہر علم ہوں، علی اس کا دروازہ اور ابوبکر وعمر وعثمان اس کی دیوار و پایہ ہیں۔

۱۶۔میں شہر علم ہوں، ابوبکر اس کے پایہ، عمر اس کی دیوار، عثمان اس کی چھت اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

۱۷۔میں شہر علم ہوں، علی اس کا دروازہ اور معاویہ اس کا حلقہ ہیں۔

۱۸۔میں شہر علم ہوں، علی اس کا دروازہ اور ابوبکر اس کی محراب ہیں۔

۱۹۔میں سچائی کا شہر ہوں اور ابوبکر اس کا دروازہ ہے، میں عدالت کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے، میں حیا کا شہر ہوں اور عثمان اس کا دروازہ ہے، میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

۲۰۔ابوبکر وعمر وعثمان وعلی کے بارے میں سوائے اچھائیوں کے کچھ نہ کہنا۔

۲۱۔میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی اقتداء کی ہدایت پائی۔

اسی طرح کی نہ جانے کتنی حدیثیں ہیں جن کو جعل کیا گیا ہے اور میر حامد حسینؒ نے ان احادیث کو حقیقت سے دور ہونے کی وجہ سے عقلی اعتبار سے اور معتبر اہلسنت کی کتابوں سے ان کے وضعی اور گڑھی ہونے کو عبقات الانوار کی مختلف جلدوں میں ثابت کیا ہے۔

۲۔عدالت صحابہ

مسائل اسلامی میں جس مسئلے کو اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے وہ سارے صحابہ کے عادل ہونے کا ہے، بعض فرقے قائل ہیں کہ بعد پیغمبرؐ سارے کے سارے صحابہ کافر ہو گئے تھے لیکن اہلسنت کے درمیان مشہور یہ ہے کہ سارے صحابہ عادل اور مورد اطمینان تھے مگر حق یہ ہے کہ صحابہ عادل بھی تھے اور غیر عادل بھی۔ اس نظریئے کی تفتازانی، مارزی، ابن عماد شوکانی اور محمد عبدہ جیسی اہلسنت کی عظیم شخصیات نے تائید کی ہے۔

عبقات الانوار میں معتبر کتابوں سے مشہور صحابہ کی سوانح حیات کو پڑھنے کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ کوئی سارے صحابہ کے عادل ہونے کا قائل ہو جائے۔

۳۔حسن وقبح عقلی

علم کلام کے اہم مباحث میں سے ایک، حسن وقبح عقلی کا مسئلہ ہے جس کے عدلیہ قائل ہیں جب کہ اشاعرہ اس کے منکر۔ میر حامد حسینؒ نے اس موضوع پر عبقات الانوار کی حدیث منزلت میں سیر حاصل بحث کی ہے اور حسن وقبح عقلی کے قائل علمائے اہلسنت کو ان کی کتابوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔

۴۔ حقیقت صحیحین

اہلسنت صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو بڑی قداست کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کے مصنفین نے کچھ شرائط بیان کیں اور اس پر پابند رہنے کا وعدہ کیا لیکن کہاں تک انہوں نے اپنے اس قول پر عمل کیا اس کا تو قارئین ہی فیصلہ کریں گے کہ کیا تمام شرائط کی پوری کتاب میں رعایت کی گئی ہے یا بہت سی جگہوں پر یہ اپنی بات سے ہٹ گئے ہیں۔ ان ساری باتوں سے قطع نظر بخاری اور مسلم دونوں انسان تھے جن سے غلطی اور فراموشی ہو سکتی ہے۔ درج ذیل دلیلوں کی روشنی میں صحیحین میں غور کرنے سے انسان اسی نتیجہ پر پہونچے گا کہ ان دونوں کتابوں میں موجود ساری کی ساری حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔

۱۔ بخاری اور مسلم کے ہم عصر بزرگ ائمہ حدیث نے ان پر ایراد و اعتراض کئے ہیں اور ان کی حدیثوں کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ وہ لوگوں کو ان کے پاس جانے سے روکتے تھے۔ علامہ ذہبی کی کتاب سیر اعلام النبلاء میں ان دونوں کے حالات پڑھ کر اس کی تصدیق ہوجائے گی۔

۲۔ علمائے جرح وتعدیل نے ان دونوں کتابوں کے بہت سے راویوں کی قدح اور مذمت کی ہے جیسا کہ ھدی الساری فی مقدمہ فتح الباری (شرح صحیح بخاری) اس بات کی گواہ ہے۔

۳۔ ان دونوں کے بارے میں بزرگ علماء کے نظریات اور ان کی کتابوں میں موجود صریح جھوٹی حدیثوں کو دیکھ کر ساری روایتوں کو صحیح ماننا سوائے تعصب کے اور کچھ نہیں ہے، بعض علماء کی عبارتیں عبقات الانوار میں حدیث غدیر کے ضمن میں موجود ہیں۔

۴۔ اسماعیلی، مغلطائی، ابن حزم، ابن جوزی، میاطی، غزالی، امام الحرمین، ابن عبدالبر، نووی، ابن حجر، کرمانی، داؤدی، حمیدی اور ابن قیم جیسے بزرگ محققین اہلسنت نے بخاری ومسلم کی بہت ساری حدیثوں کی سند اور دلالت پر قدح کیا ہے تفصیل جاننے کے لئے عبقات الانوار حدیث غدیر کی طرف رجوع کریں۔

اس کے علاوہ وہ کونسی دلیل ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس سے بخاری ومسلم حدیث نقل نہ کریں وہ صحیح نہیں ہے تا کہ جب بھی کسی روایت کو رد کرنا ہو فوراً کہدیں کہ یہ صحیحین میں نہیں ہے جیسا کہ فخر رازی نے بخاری ومسلم کے نقل نہ کرنے کی وجہ سے حدیث غدیر کی سند میں خدشہ کیا ہے۔ اسی طرح ابن تیمیہ نے ''عنقریب میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے'' والی حدیث کو صرف اس لئے رد کیا ہے کہ وہ صحیحین میں

نہیں ہے.........اور بعض تو تعصب میں اتنا اندھے ہوگئے کہ وہ روایتیں جنہیں صحیحین نے نقل کیا ہے انہیں رد کر دیا اور یہ بھول گئے کہ وہ صحیحین کے بارے میں قائل ہوئے ہیں کہ ان کی ساری حدیثیں قطعی الصدور ہیں اور میر حامد حسینؒ نے عبقات الانوار کی حدیث منزلت میں ان کا نام پیش کیا ہے جیسے ابن تیمیہ اور ابن جوزی جنہوں نے حدیث ثقلین کو رد کیا ہے درانحالیکہ وہ صحیح مسلم میں موجود ہے اسی طرح آمدی اور ان کے پیروکاروں نے حدیث منزلت کو باطل کیا ہے جب کہ یہ صحیحین میں موجود ہے اسی طرح محدث دہلوی نے جناب فاطمہ زہراؑ کے آخر عمر تک ابوبکر سے قطع رابطہ سے انکار کیا ہے جب کہ یہ بات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔

۵۔ راویان حدیث کی چھان بین

عبقات الانوار میں سینکڑوں بزرگ صحابہ، تابعین، راویوں اور مختلف علوم وفنون میں لکھنے والے مصنفین کے حالات موجود ہیں اس سے میر حامد حسینؒ کا اہم مقصد کسی کے ثقہ یا ضعیف ہونے کو ثابت کرنا تھا انہوں نے ثقہ، ضعیف، مدلسین اور جن محدثین ورواۃ پر اعتراضات ہوئے ہیں ان کی ایک فہرست بتائی ہے اور جن کو ثقہ کہا ہے اس پر دلیل بھی پیش کی ہے جیسے عباد بن یعقوب رواجنی کی وثاقت کو کئی دلیلوں سے ثابت کیا ہے مثلاً وہ بخاری، ترمذی، ابن ماجہ کے مشائخ واساتذہ میں سے ہیں.....ابوحاتم، بزار، ابن خزیمہ جیسے بزرگ محدثین نے ان سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ ابوحاتم، ابن خزیمہ نیشاپوری نے ان کی توثیق کی ہے۔ دار قطنی، حافظ ابن حجر نے انہیں صدوق کہا ہے۔ اسی طرح حدیث ولایت کے سلسلۂ سند میں اجلح بن عبد اللہ ہیں جن کے بارے میں محدث دہلوی نے کہا ہے کہ وہ شیعہ ہیں اور ان کی حدیث لائق اعتبار نہیں ہے میر حامد حسینؒ نے اس کے تیس جوابات دیئے ہیں۔ اسی طرح سبط ابن جوزی پر سیر حاصل بحث کی ہے کیونکہ احمد بن حنبل سے حدیث نور کے نقل کرنے میں ان ہی پر تکیہ کیا ہے۔

۶۔ کتابوں کی تحقیق

میر حامد حسینؒ نے عبقات الانوار میں سینکڑوں کتابوں اور ان کے مصنفین کی چھان بین کی ہے مثلاً احمد بن حنبل کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں احادیث کے نقل کرنے میں

احتیاط کی ہے یا نہیں اور جن حدیثوں کو صحیح سمجھا ان ہی کی روایت کی ہے یا اس کی رعایت نہیں کی ہے۔ میر حامد حسینؒ نے قضیہ کی تحقیق کے بعد پہلے نظریئے کی تائید کی ہے۔ اسی طرح حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے ''الموضوعات'' میں بہت سی صحیح حدیثوں کو ذکر کیا ہے اسی لئے ابن صلاح، ابن جماعۃ کنانہ، طیبی، ابن کثیر، حافظ ابن حجر، سکاوی، سیوطی اور محمد بن یوسف شامی نے ان پر اعتراض کیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ابن جوزی نے الموضوعات میں بہت سی صحیح اور حسن حدیثوں کو جعلی اور گڑھی ہوئی قرار دیا ہے۔

اسی طرح اور بھی دیگر موضوعات ہیں جن پر میر حامد حسینؒ نے اپنی کتاب عبقات الانوار میں سیر حاصل بحث کی ہے، گویا یہ کتاب ایک دائرۃ المعارف ہے۔ کتاب کی اہمیت کے پیش نظر مراجع عظام اور علماء ومحققین کرام نے اس پر تقریظیں لکھی ہیں، برطانیہ کے خلاف حرمت تمباکو کا فتوا دینے والے مجدد شیرازی نے اس پر تین تقریظیں، خاتم المحدثین میرزا نوری مؤلف مستدرک الوسائل، آیۃ اللہ شیخ زین العابدین مازندرانی، فقیہ بزرگوار سید محمد حسین شہرستانی نے طویل تقریظیں لکھی ہیں اس میں مجدد شیرازی نے اس کتاب کے پڑھنے کو سارے مسلمانوں پر واجب قرار دیا ہے اور آیۃ اللہ مازندرانی نے اپنے مقلدین کو حکم دیا تھا کہ بقیہ جلدوں کو اسرع وقت میں شائع کرائیں ان کے علاوہ دیگر علماء ومحققین نے بھی تقریظیں لکھی ہیں جن کو جمع کر کے ''سواطع الانوار'' نامی کتاب شائع کی گئی ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ میرزا ابوالفضل مؤلف شفاء الصدور تحریر کرتے ہیں:

........عبقات الانوار، سید جلیل، محدث عالم کامل، نادرۃ الفلک وحسنۃ الھند ومفخرۂ لکھنوَ وغرۃ العصر خاتم المتکلمین مولوی میر حامد حسینؒ ہندی لکھنوی قدس سرہ وضوعف برہ کی تصنیف ہے۔
علم کلام کی تاسیس سے اس کتاب کی تالیف تک ایسی کوئی کتاب لکھی نہیں گئی جس میں مخالفین کے اقوال اور فضائل آئمہؑ میں خود مخالفین کی کتابوں سے روایات کو جمع کیا گیا ہو فجزاہ اللہ عن آباۂ الاماجد خیر جزاء۔(۱)

۱۔ شفاالصدور،۱۰۰۔۹۹ص

۲۔ سید محسن امین عاملی مؤلف اعیان الشیعۃ لکھتے ہیں:

فارسی زبان میں لکھی جانے والی عبقات الانوار فی امامۃ الائمۃ الاطہار ایک ایسی کتاب ہے کہ اس موضوع (امامت) پر گذشتہ اور حال میں ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کے باب امامت کے جواب میں یہ کتاب لکھی گئی ہے، مؤلف تحفہ نے (مختلف بہانوں سے) ان ساری احادیث سے انکار کیا ہے جو امامت حضرت علیؑ پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن صاحب عبقات نے ان احادیث کے تواتر کو خود اہلسنت کی کتابوں سے ثابت کیا ہے، چند جلدوں میں لکھی جانے والی اس کتاب سے مصنف کی معلومات کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے ان ہی میں ایک جلد حدیث طیر سے متعلق ہے وہ ساری جلدیں ہندوستان میں چھپی ہیں، میں نے تھوڑا سا اس کا مطالعہ کیا اور اسے چشمۂ جوشاں اور بہتا ہوا دریا پایا اسی سے مصنف کی تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔(۱)

۳۔ شیخ بزرگ تہرانی مؤلف الذریعہ الی تصانیف الشیعہ تحریر کرتے ہیں:

اس موضوع (امامت) پر صدر اسلام سے آج تک جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے عظمت کی حامل یہی کتاب (عبقات الانوار) ہے۔(۲)

شیخ بزرگ تہرانی دوسری جگہ لکھتے ہیں، یہ کتاب کلامی، رجالی اور تاریخی کتابوں میں سے ایک ہے اس میں ایسے مطالب پیش کئے گئے ہیں جو اس کے پہلے کسی اور کتاب میں دیکھنے میں نہیں آتے۔(۳)

۴۔ شیخ عباس قمی مؤلف سفینۃ البحار کا بیان ہے:

صدر اسلام سے آج تک عبقات جیسی کتاب نہیں لکھی گئی ہے ایسی کتاب کی تصنیف توفیق و تائید الٰہی اور توجہ وعنایت حضرت حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کے بغیر امکان پذیر نہیں ہے۔(۴)

۱۔ اعیان الشیعہ ج ۱۸ ص ۳۷۱۔
۲۔ اعلام الشیعہ ج ۱ ص ۳۴۸۔
۳۔ مصفی المقال فی مصنفی علم الرجال ص ۱۴۹۔
۴۔ ہدیۃ الاحباب ص ۱۷۷ اور فوائد رضویہ، ص ۹۱۔

۵۔محقق شیخ محمد علی تبریزی مؤلف ریحانۃ الادب کا کہنا ہے:

جو شخص عبقات الانوار کی طرف رجوع کرے گا وہ اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ علم کلام میں خاص طور سے موضوع امامت میں صدر اسلام سے ہمارے زمانے تک اس روش پر کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی ہے اور ایسا احاطہ علمی، تائید الٰہی اور حضرت ولی عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی توجہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔(۱)

۶۔علامہ امینی مؤلف الغدیر لکھتے ہیں:

میر حامد حسینؒ فرزند سید محمد قلی موسوی ہندی لکھنوی کہ جن کا ۶۰ سال کی عمر میں ۱۳۰۶ھ میں انتقال ہوا تھا، انہوں نے حدیث غدیر کے طرق وتواتر اور اس کے معنی ومفاد کو ۱۰۸۰ صفحات پر مشتمل دو بزرگ جلدوں میں تالیف کیا ہے، یہ دونوں جلدیں عبقات الانوار کی دیگر جلدوں سے بزرگ ہیں، یہ سید پاک و بزرگوار اپنے مقدس والد کی طرح دشمنان حق کے لئے شمشیر برہنہ، دین وحق کی کامیابی کے پرچمدار اور آیات الٰہی کی بزرگ نشانی تھے (خدا نے) ان ہی کے ذریعہ حجت کو تمام اور راہ کو آشکار کیا، ان کی کتاب عبقات کی خوشبو تمام عالم میں پھیل گئی اور ان کی داستان مشرق ومغرب پر چھا گئی جو بھی اس کتاب کا مطالعہ کرے گا وہ اسی نتیجہ پر پہونچے گا کہ یہ ایک کھلا معجزہ ہے جس کے سامنے باطل آہی نہیں سکتا ہے اس کتاب میں موجود بہت سے علوم سے میں نے استفادہ کیا ہے۔(۲)

۷۔امام خمینیؒ کشف الاسرار میں لکھتے ہیں:

سید بزرگوار میر حامد حسینؒ کی عبقات الانوار جیسی کتاب آج تک لکھی نہیں گئی، میں نے سنا ہے کہ اس کی تیس جلدیں ہیں، ایران میں ۱۵ جلدیں دستیاب ہیں اور میں نے سات آٹھ جلدیں دیکھی ہیں علماء کی فرمائش پر تجدید چاپ کا عمل انجام پا رہا ہے اور قبل اس کے کہ یہ عظیم گنجینہ ہمارے ہاتھ سے نکلے جس کے بھی امکان میں ہو اس پر واجب ہے کہ اس کتاب کی نشر و اشاعت کرے کیونکہ دشمن اس کی نابودی کی تاک میں ہے۔(۳)

۱۔ریحانۃ الادب فی المعروفین بالکنیۃ واللقب ص ۹۱،۹۲۔ ۲۔الغدیر ج ۱ ص ۱۵۶۔
۳۔کشف الاسرار ص ۱۴۲۔

تحفہ اثنا عشریہ اور عبقات الانوار

محدث عبد العزیز بن ولی اللہ دہلوی کا سلسلۂ نسب حضرت عمر بن خطاب پر ختم ہوتا ہے، وہ ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۳۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی مشہور زمانہ تصنیف تحفہ اثنا عشریہ ہے جسے سید دلدار علی غفران مآبؒ کے مشن کو روکنے کے لئے لکھا تھا اسی لئے سب سے پہلے اس کا جواب غفران مآبؒ نے دیا تھا، تحفہ، قرن ۱۳ کے اوائل میں فارسی زبان میں غلام حلیم کے اسم مستعار سے چھپی لیکن اس کا دوسرا ایڈیشن عبد العزیز محدث دہلوی کے نام سے منظر عام پر آیا، اس کتاب میں شاہ صاحب معروف بہ محدث دہلوی نے شیعوں کے توحید، نبوت، امامت اور معاد جیسے دیگر عقائد سے بحث کی ہے، جس کا مقصد سوائے مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے کچھ نہیں تھا، کیونکہ انھوں نے آغاز کتاب میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اس میں وہی باتیں لکھی جائیں گی جو فریقین کی نظر میں متفق ہیں لیکن جو بھی ان کی کتاب کا مطالعہ کرے گا وہ اسی نتیجہ پر پہونچے گا کہ وہ اپنی بات پر قائم نہیں رہے اور ان کی کتاب حقیقت و واقع کے خلاف مطالب سے پُر ہے، خاص طور سے مسئلہ امامت میں تو انہوں نے ان ساری احادیث وآیات سے انکار کیا ہے جو امامت حضرت علیؑ پر دلالت کرتی ہیں اور ایسی تہمت پردازی کی ہے جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تحفہ اثنا عشریہ نصر اللہ کابلی کی کتاب الصواقع کا سرقہ ہے جس کا انہوں نے تھوڑے اضافے کے ساتھ فارسی میں ترجمہ کیا ہے ان کی کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے جس کی تفصیل اور ان کے جوابات کی فہرست مبلغ اسلام، فخر ملت، علامہ سید سعید اختر رضوی طاب ثراہ نے اپنی تقریظ میں پیش کی ہے۔

میر حامد حسینؒ نے قدیم شیعہ علماء کی روش اختیار کرتے ہوئے پہلے محدث دہلوی یا دوسروں کی عین عبارت کو نقل کیا ہے اس کے بعد مخاطب کی عبارت کو جملوں جملوں میں قولہ اور اپنا جواب اقول کے عنوان سے تحریر کیا ہے اور اس میں کسی بھی پہلو کو چھوڑا نہیں ہے بلکہ جن اشکالات کو مخاطب (شاہ صاحب محدث دہلوی) نے بیان نہیں کیا ہے اس کو بھی پیش کر کے شافی جواب دیا ہے، مثلا ابن جوزی نے حدیث ثقلین کو العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ میں نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، صاحب

عبقات نے ابن جوزی کی بات کومختلف جہات سے ۱۵۶ دلیلوں سے رد کیا ہے، اسی طرح شاہ صاحب نے حدیث سفینہ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ امامت علیؑ پر دلالت نہیں کرتی۔ میر حامد حسینؒ نے پہلے ۹۲ ان افراد کا نام پیش کیا ہے جنہوں نے اس حدیث کونقل کیا ہے اس میں پہلا نام شافعی کا پھر احمد کا پھر مسلم کا یہاں تک کہ سلسلے کو اپنے زمانے تک پہنچایا ہے اور ان کی عین عبارت کو نقل کیا ہے کیونکہ بحث سند، بحث دلالت پر مقدم ہے اور ایسا اس لئے کیا کہ شاہ صاحب نے تو حدیث سفینہ کی سند کو نہیں چھیڑا مگر ابن تیمیہ نے اس کی سند میں شک وشبہ ایجاد کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث سفینہ کسی معتبر کتاب میں نقل نہیں ہوئی ہے۔

میر حامد حسینؒ نے بہت سی حقیقتوں کی نقاب کشائی بھی کی ہے اور مخاطب کی باتوں کی چھان بین میں اس کی جڑ تک پہونچ گئے ہیں، سب سے پہلے انہوں نے ثابت کیا ہے کہ شاہ صاحب نے کوئی نئی بات نہیں کہی ہے بلکہ وہ ساری گھسی پٹی باتیں ہیں جنہیں ان کے بزرگوں نے کہی ہیں اور ان کے سینکڑوں جوابات دیئے گئے ہیں اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ تحفہ، نصر اللہ کابلی کی کتاب الصواقع کا سرقہ ہے جس میں اپنے والد اور حسام الدین سہارنپوری کی کچھ باتوں کا اضافہ کر دیا ہے، اسی طرح شاہ صاحب کی بستان المحدثین تاج الدین دھان، کی کفایۃ المطلع کا چربہ ہے۔

میر حامد حسینؒ نے شاہ صاحب محدث دہلوی کا جواب دینے کے دوران بہت سی بے اساس باتوں کا انکشاف کیا ہے مثلاً:

۱۔ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ابن جوزی نے حدیث طیر کو جعلی حدیثوں میں شمار کیا ہے جب کہ یہ جھوٹی نسبت ہے اور انہوں نے ایسا نہیں کہا ہے۔

۲۔حافظ یحییٰ بن معین کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انہوں نے حدیث انا مدینۃ العلم کے ذیل میں کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی حقیقت نہیں ہے جب کہ یہ بالکل غلط نسبت ہے۔

۳۔ترمذی کے لئے کہا گیا ہے کہ انہوں نے حدیث مدینہ کو منکر وغریب کہا ہے جب کہ ترمذی نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے۔

۴۔شمس الدین ابن جوزی کے لئے کہا گیا ہے کہ ان کی نظر میں حدیث مدینہ قابل قبول نہیں ہے جب کہ یہ نسبت غلط ہے۔

۵۔ابن تیمیہ نے ایک حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس کی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی طرف نسبت دی ہے جب کہ وہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر وعمر سے اسراء کے بارے میں مشورہ کیا ابوبکر نے کہا ان سے فدیہ لیا جائے اور عمر نے کہا انہیں قتل کر دیا جائے جس کو سن کر رسالتمآبؐ نے ابوبکر کی مثال حضرت ابراہیمؑ اور عیسیٰؑ سے دی اور حضرت نوح سے عمر کی مثال دی جب کہ بخاری ومسلم میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔

۶۔علامہ حلیؒ نے حدیث اشباہ (یعنی جو آدم کا علم، نوح کا زہد..... دیکھنا چاہتا ہے اسے علیؑ بن ابی طالب کی طرف دیکھنا چاہئے) کو بیہقی سے نقل کرنے کے بعد اس سے استدلال کیا ہے لیکن بعض نے بیہقی کی طرف اس نسبت سے انکار کیا ہے اور میر حامد حسینؒ نے اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔

۷۔امام رازی نے ادعیٰ کیا ہے کہ ابن اسحٰق نے حدیث غدیر کی روایت نہیں کی ہے جو اس کے ضعف پر دلالت کرتا ہے جب کہ یہ ادعیٰ حقیقت سے دور ہے کیونکہ ابن اسحٰق نے اس حدیث کے نقل سے اعراض نہیں کیا ہے بلکہ وہ اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں اور ایک گروہ نے ابن اسحٰق ہی سے روایت کی ہے۔

۸۔شیخ علی قاری اور ولی اللہ دہلوی نے اس جعلی حدیث ''میرے بعد آنے والے دو افراد (یعنی) ابوبکر وعمر کی اقتدا کرو'' کی بخاری اور مسلم کی طرف نسبت دی ہے جب کہ یہ غلط ہے بلکہ حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب المستدرک علی الصحیحین میں اس کو نقل کرنے کے بعد اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ بخاری اور مسلم میں نہیں ہے........اس کے علاوہ میر حامد حسینؒ نے عبقات الانوار میں بہت سی حدیثوں میں تحریفات وتصرفات کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ان ہی دقتوں کی وجہ سے مخالفین نے اپنی عزت بچانے کے لئے بے اساس باتوں کا سہارا لیتے ہوئے تحفہ کے بعض جوابات کے جواب تو دیئے ہیں لیکن کسی نے آج تک عبقات الانوار کا جواب نہیں دیا۔ اس سلسلہ میں عالم اہلسنت مولانا عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۴۱ھ اپنی کتاب نزھۃ الخواطر میں مولوی امیر حسن سہوانی متوفی ۱۲۹۱ھ کے حالات میں لکھتے ہیں:

''میں نے بعض فضلاء سے سنا ہے کہ مولانا حیدر علی فیض آبادی نے انہیں (امیر حسن سہوانی کو) حیدر آباد آنے کی دعوت دی اور (اس زمانے میں) ان کے لئے ہر مہینہ ۳۰۰ روپیہ وظیفہ

معین کیا تا کہ وہ رقم عبقات کی رد میں لکھی جانے والی کتاب میں تعاون کر سکے کیونکہ حکومتی مشاغل کی کثرت کی وجہ سے ان (حیدر علی) کے پاس وقت نہیں تھا لیکن انہوں (امیر حسن سہوانی) نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے میں اسے کہاں رکھوں گا اور کہاں خرچ کروں گا۔(۱)

کیا حقیقت یہی ہے؟ اور کیا حیدر علی فیض آبادی کی نظر میں حکومتی امور عبقات کا جواب دینے سے زیادہ اہم تھے؟ اور کیا امیر حسن سہوانی اس رقم کے خرچ کرنے کی راہ نہیں جانتے تھے؟ یہ سب کچھ نہیں تھا بلکہ بات یہ ہے کہ وہ اس کے جواب کے سلسلے میں لاجواب تھے ورنہ جس طرح میر حامد حسینؒ نے سارے کاموں کو ترک کر کے صرف تحفہ کے جواب کے لئے اپنے کو وقف کر دیا تھا اسی طرح وہ بھی ایسا کر سکتے تھے مگر ناتوانی کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے اور اتنی خطیر رقم اپنے ہاتھوں سے گنوادی اور پھر فیض آباد واپسی پر تو حیدر علی کے وہ مشاغل بھی ختم ہو گئے تھے اس وقت انہوں نے کیوں جواب نہیں لکھا؟ اسی لئے علمائے شیعہ کا اس پر اجماع ہے کہ ماضی و حال میں عبقات جیسی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔

عبقات الانوار اور مومنین کا تعاون

افراط و تفریط بڑی بری چیز ہے، اس سے کام بگڑتے زیادہ ہیں بنتے کم، اس کا ربط کسی خاص فعل سے نہیں ہے، جس کام میں بھی ان میں سے کسی ایک کا دخل ہوا بنا بنایا کام بگڑنے لگتا ہے۔ مال کے سلسلے میں بھی لوگوں نے افراط و تفریط سے کام لیا ہے، بعض لوگ ایسے نظر آتے ہیں جو مال کو سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں اور اس کے حصول کی خاطر خدا کو بھی بھول جاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو اس سے اتنا چڑھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جائز طریقے سے حاصل کرنا چاہے تو اس کو پاپی سمجھنے لگتے ہیں اور بات بنانے کے لئے تو آیات و احادیث مل ہی جاتی ہیں، مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ اگر مال بری شئی ہوتا تو رسول خداؐ جناب خدیجہؑ کے ساتھ ان کی دولت کو قبول نہیں کرتے، اگر اسلام کی نشر و اشاعت میں رسولؐ اسلام کے اخلاق کا اہم کردار رہا ہے تو اسی اسلام کی تبلیغ میں جناب خدیجہؑ کی دولت نے بھی کلیدی رول ادا کیا ہے۔

۱۔ نزہۃ الخواطر ج۷ ص۹۷۔

کوئی بھی مشن ہو اس کی کامیابی میں دولت بہت بڑا سہارا بنتی ہے، نہ جانے کتنے کھوکھلے عقائد و افکار اس دنیا میں ہیں جو صرف دولت کے بدولت دنیا پر حکومت کر رہے ہیں، اب اگر ایک ایسے دین کی پشت پناہی دولت کرے جس کی باتیں عقل و منطق پر استوار ہیں تو کیا وہ دنیا پر حکومت نہیں کر سکتا؟

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ جن علماء کی دولتمندوں نے پشت پناہی کی انہوں نے عظیم کارنامے انجام دیئے۔ اگر علامہ حلی کو امراء و سلاطین کی پشت پناہی حاصل نہ ہوتی تو جو کارنامے انہوں نے انجام دیئے، دیکھنے میں نہیں آتے، اگر صفوی بادشاہ نے علامہ مجلسی کی حوصلہ افزائی نہ کی ہوتی تو بحار الانوار جیسا شاہکار آج ہم نہیں دیکھتے۔

خود عبقات الانوار کو دیکھئے کہ اس کی تالیف میں جہاں فردوس مآب علامہ میر حامد حسینؒ کی زحمتوں کا دخل ہے وہیں اس کی تکمیل میں امراء و نوابین کی دولت کا بھی دخل ہے، کیونکہ عالم اپنے علم کو اسی وقت منظر عام پر لا سکتا ہے جب اس کے وسائل فراہم ہوں اور ان وسائل کی فراہمی میں صرف دولت مدد کر سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر صاحبان ثروت نے اپنی فراخدلی کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو آج جس شکل و صورت میں عبقات ہم دیکھ رہے ہیں نظر نہیں آتی، کیونکہ عبقات جن کتابوں سے تشکیل پائی ہے ان میں کی صرف دس فیصد کتابیں اس وقت مطبوعہ تھیں باقی مخطوطہ تھیں کہ ان میں کی کئی ایسی کتابیں تھیں جن کے صرف ایک یا دو نسخے تھے وہ بھی مختلف شہروں اور ملکوں میں، ظاہری بات ہے کہ ان کی فراہمی کوئی آسان کام نہیں تھا اس کے لئے عظیم مادی سرمایے کی ضرورت تھی، جس کو اس دور کے امراء نے اس طرح پورا کیا جس کو سن کر تعجب ہوتا ہے۔

مجھ سے مولانا علی اختر صاحب مرحوم نے بتایا تھا کہ حسین آباد شیخ پورہ بہار کے نواب صاحب نے اپنے اسٹیٹ (کہ جو اس وقت شیعوں کے بڑے اسٹیٹ میں سے ایک تھا) کی آمدنی کا دسواں حصہ عبقات کی نشر و اشاعت کے لئے مخصوص کر دیا تھا حتی بعضوں نے قلم، کاغذ، دوات کے نام پر زمین وقف کی تھیں۔ البتہ ان لوگوں نے ایسا کر کے میر حامد حسینؒ پر کوئی احسان نہیں کیا تھا اپنی آخرت بنائی تھی، میر حامد حسینؒ اپنی ذات کے لئے ایک پیسہ کے محتاج نہیں تھے، اگر لوگوں نے عبقات کی نشر و اشاعت کے لئے زمینیں وقف کیں تو میر حامد حسینؒ نے اپنے کو عبقات کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آج بھی جو مذہبی خدمات انجام پا رہی

ہیں ان میں بھی دولت کا دخل ہے کہ اگر دولتمند اپنی دولت کو خلوص سے خرچ کرے تو اس کی دنیا بھی بنے گی اور آخرت بھی۔

برصغیر کے علماء نے کسی بھی موضوع کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے، ہر موضوع پر بڑی ٹھوس کتابیں لکھی ہیں، بس ہم کو ان کی خبر نہیں ہے، اگر نئی نسل کی تلاش اور دولتمندوں کی دولت مل جائیں تو اور بھی بہت سارے کام انجام پا سکتے ہیں۔

خانوادۂ صاحب عبقات اور ان کے کارنامے

۱۔ مفتی محمد قلی

میر حامد حسینؒ نے علمی اور مذہبی ماحول میں آنکھ کھولی تھی آپ کے والد مفتی محمد قلی تھے جن کا سلسلۂ نسب ۲۴ واسطوں سے امام موسیٰ کاظمؑ پر ختم ہوتا ہے، وہ متکلم، محقق، مناظر اور جامع علوم معقولات ومنقولات تھے۔ ۵ ذی قعدہ ۱۱۸۸ھ کو کنتور میں پیدا ہوئے (۱)۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی اور ان کے بزرگ اساتذہ میں سوائے غفران مآبؒ کے کسی اور کا نام نہیں ملتا آپ کی وفات ۹ محرم ۱۲۶۰ھ کو لکھنؤ میں ہوئی، مفتی محمد عباسؒ نے آپ کی تاریخ وفات 'لموتہ ھو اقبال یوم عاشوراء'' نکالی تھی۔ حسینیہ غفران مآب لکھنؤ میں دفن ہوئے آپ کے درج ذیل شاہکار یادگار ہیں:

۱۔ تطہیر المومنین عن نجاسۃ المشرکین

۲۔ تکمیل المیزان فی علم الصرف

۳۔ رسالۂ تقیہ

۴۔ تقریب الافہام فی تفسیر آیات الاحکام

۵۔ رشید الدین دہلوی کی کتاب شوکت عمریہ کا جواب الشعلۃ الظفریۃ

۱۔ الفضل الجلی.

۶۔ حکم احادیث صحیحین

۷۔ عبدالحق دہلوی کی کتاب صراط مستقیم کا جواب فتوحات حیدریہ

۸۔ احکام العدالۃ العلویۃ

۹۔ الحواشی والمطالعات

۱۰۔ رسالہ فی الکبائر

۱۱۔ الاجوبۃ الفاخرۃ فی رد الاشاعرہ

۱۲۔ سیف ناصری تحفہ کے باب اول کا جواب ہے

۱۳۔ تقلیب المکائد تحفہ کے باب دوم کا جواب ہے

۱۴۔ برہان سعادت تحفہ کے باب ہفتم کا جواب ہے

۱۵۔ تشئید المطاعن تحفہ کے باب دہم کا جواب ہے

۱۶۔ مصارع الافہام تحفہ کے باب ۱۱ کا جواب ہے۔

۲۔ سید اعجاز حسین

آپ مفتی محمد قلیؒ کے بیٹے اور میر حامد حسینؒ کے بھائی ہیں، ۱۱ر رجب ۱۲۴۰ھ کو میرٹھ میں پیدا ہوئے (۲) اور جب شعور کی منزل پر پہونچے تو اپنے والد سے کسب فیض کیا تحقیق ومطالعہ سے عشق تھا اور یہ انہیں والد سے میراث میں ملا تھا، شیعہ وسنی کے درمیان اختلافی مسائل پر تسلط حاصل تھا۔ عبقات الانوار کے لئے کتابوں کے حصول کی خاطر میر حامد حسینؒ کے ہمراہ کئی ممالک کا سفر کیا..........ان کی تالیفات درج ذیل ہیں:

۱۔ کشف الحجب والاستار عن وجہ الکتب والاسفار

۲۔ شذور العقیان فی تراجم الاعیان

۱۔ نزھۃ الخواطر ج ۷ ص ۳۱.

۳۔القول السدید

۴۔محمد جان لاہوری سے مناظرہ

۵۔میرزا محمد دہلوی مؤلف نزھۃ اثنا عشریہ کی سوانح، ۱۷ شوال ۱۲۸۶ھ کو لکھنؤ میں آپ کی وفات ہوئی۔ اور حسینیہ غفرانمآب میں باپ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

۳۔ناصر حسین

آپ میر حامد حسینؒ کے فرزند اور ناصر الملۃ کے لقب سے مشہور ہیں، ۱۹ جمادی الثانی ۱۲۸۴ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور علوم دینی اپنے والد میر حامد حسینؒ اور مفتی محمد عباس وغیرہ سے حاصل کی، آپ ''اگر پدر نتواند پسر تمام کند'' کے مصداق کامل تھے۔ میر حامد حسینؒ نے عبقات الانوار کی حدیث غدیر، حدیث منزلت، حدیث ولایت، حدیث تشبیہ اور حدیث نور لکھی لیکن اجل نے مہلت نہیں دی کہ دیگر احادیث کو پایہ تکمیل تک پہونچاتے مگر آپ کے خلف صالح ناصر الملۃ ناصر حسینؒ نے باپ ہی کے اسلوب پر حدیث طیر از حیث سند و دلالت، حدیث باب (انا مدینۃ العلم وعلی بابھا) از حیث سند و دلالت، حدیث ثقلین (بہ ہمراہ حدیث سفینہ) از حیث سند و دلالت تحریر کیا اور انہیں میر حامد حسینؒ ہی کے نام سے شائع کیا۔ جس کی مختلف وجہیں بیان کی جاتی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ میر حامد حسینؒ نے مسودہ جمع کر لیا تھا مگر اس کو کتابی شکل نہیں دے پائے تھے؛ ناصر الملۃ نے یہ کام انجام دیا تھا، دوسرے یہ ہے کہ میر حامد حسینؒ نے خود کتاب کے خطوط معین کر دیئے تھے جس کی وجہ سے اس کے مصادر واضح ہو گئے تھے اس بنا پر جن مشکلات سے مصنف دوچار ہوتا ہے ناصر الملۃ نہ ہوئے، وجہ جو بھی ہو یہ عمل ناصر الملۃ کے اخلاص اور ان کی اعلیٰ ظرفی کی علامت ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں:

۱۔نفحات الازھار فی فضائل الائمۃ الاطہار (۱۶ جلدیں غیر مطبوعہ)

۲۔کتاب المواعظ

۳۔دیوان الخطب

۴۔کتاب الانشاء

۵۔دیوان شعر

۶۔اسباغ النائل بتحقیق المسائل

۷۔مسند فاطمہ بنت الحسین

۸۔ماظھر من الفضائل لامیر المومنین یوم خیبر

۹۔نفحات الانس

۱۰۔اثبات رد الشمس لامیر المومنین

۱۱۔سبائک الذھبان فی الرجال والاعیان

۱۲۔فہرست انساب السمعانی

۱۳۔افحام الاعداء والخصوم

ان کتابوں کی تالیف و تصنیف کے لئے ٹھیک دس بجے صبح کتب خانہ تشریف لاتے تھے اور سہ پہر ۴ بجے تک رہتے تھے اس دوران کسی سے نہیں ملتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ نظام حیدرآباد آپ سے ان ہی اوقات میں ملنے کے لئے آگئے چونکہ اس وقت ملاقات کرنا اصول کے خلاف تھا لہٰذا نظام کے احترام میں کھڑکی کھولی سلام کیا اور پھر اسے بند کر دیا۔ سرکار ناصر الملۃ کا یہ عمل ہمارے لئے درس ہے اگر ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو بھی وقت کی قدر کرنی چاہئے، علم کا یہ چراغ ۱ رجب ۱۳۶۱ھ کو ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا اور حسب وصیت، شہید ثالث (آگرہ) کا مزار، آخری آرامگاہ قرار پایا۔

آپ کی تعریف و تمجید سید محسن امین عاملی (۱) شیخ عباس قمی (۲) علامہ محقق شیخ تبریزی (۳)۔ محقق شیخ محمد ہادی امینی (۴) علامہ سید محمد مہدی اصفہانی۔ (۵)، وغیرہ جیسے بزرگ علماء نے اپنی کتابوں میں کی ہے ان سب نے آپ کو کوہِ علم اور فقہ، حدیث، رجال اور ادب کا امام و پیشوا کہا ہے۔

۱۔اعیان الشیعہ ج ۳۹ ص ۱۰۷، ۱۰۸۔ ۲۔ھدیۃ الاحباب ص ۱۷۷۔

۳۔ریحانۃ الادب ج ۴ ص ۱۴۴، ۱۴۵۔ ۴۔معجم رجال الفکر والادب ص ۳۹۰۔

۵۔احسن الودیعہ ص ۱۰۴۔

۴۔سید ذاکر حسین

آپ میر حامد حسینؒ کے فرزند اور ناصر الملۃ کے بھائی تھے اور ناصر الملۃ سے کسب فیض کیا تھا۔آپ کی کتاب الادعیہ الماثورہ ہے جو ناصر الملۃ کی تقریظ کے ساتھ شائع ہوئی تھی آپ نے عبقات الانوار کی تکمیل میں ناصر الملۃ کی کمک کی تھی اور اس پر حاشیہ لکھا تھا فارسی اور عربی میں آپ کا دیوان ہے۔

۵۔سید محمد نصیر

آپ ناصر الملۃ کے بڑے صاحبزادے اور نصیر الملۃ سے مشہور تھے، ۱۳۱۷ھ کو پیدا ہوئے، ہندوستان میں تحصیل علم کے بعد نجف اشرف تشریف لے گئے اور وہاں علمائے بزرگ کے دروس میں شرکت کی، نجف سے آنے کے بعد علمی کارنامے انجام دیئے اور پھر سیاسی امور کو انجام دینے لگے ۱۳۸۶ھ میں انتقال ہوا اور آپ کے جسد کو کربلائے معلیٰ منتقل کیا گیا جہاں صحن مطہر میں مقبرۂ شیرازی میں دفن ہوئے۔۱۔التطہیر ۲۔مجمع الادب ۳۔وجوب السورۃ فی الصلاۃ اور اردو زبان میں دیوان آپ کے شاہکار ہیں۔

۶۔سید محمد سعید

آپ ناصر الملۃ کے چھوٹے صاحبزادے اور سعید الملۃ سے مشہور تھے، ۸محرم ۱۳۳۴ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور بزرگ علماء سے کسب فیض کیا جن میں سر فہرست ناصر الملۃ ہیں، اس کے بعد نجف اشرف تشریف لے گئے اور وہاں ابوالحسن اصفہانی اور ضیاء الدین عراقی جیسے بزرگ مراجع تقلید سے کسب فیض کیا، ہندوستان واپسی پر کتب خانہ ناصریہ کی ترتیب اور اس میں اضافہ کے علاوہ علمی کاوشوں میں مشغول ہو گئے جس کے نتیجے میں درج ذیل کتابیں وجود میں آئیں:

۱۔الامام الثانی عشر

۲۔مسانید الآئمہ یہ کئی جلدوں میں ہے

۳۔الایمان الصحیح اس میں قرآن کی روشنی میں صحیح عقائد سے بحث کی ہے

۴۔معراج البلاغہ یہ رسولؐ اللہ کے خطبوں کا مجموعہ ہے

۵۔مدینۃ العلم اس کتاب میں حدیث "انا مدینۃ العلم" سے بحث کی ہے

۶۔آیۂ تطہیر ۷۔آیت ولایت

۸۔شرح خطبۂ زہرا اور عبقات الانوار کی حدیث مناصبت از حیث سند و دلالت اور حدیث خیبر از حیث سند تحریر کی جو کہ غیر مطبوعہ ہیں۔۱۱جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ کو لکھنؤ میں انتقال کیا اور آگرہ میں ناصر الملۃ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ نے اولاد نرینہ میں تین فرزند چھوڑے، سب سے بڑے مولانا سید علی ناصر سعید آغا روحی صاحب ہیں جو فن خطابت اور شاعری میں خداداد صلاحیتوں کے مالک ہیں بلکہ اگر ان میں انھیں استادِ فن کہا جائے تو مبالغہ آرائی نہ ہوگی اور سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا سجاد ناصر سعید ہیں جو ایک عرصہ قم میں تحصیلِ علم کے بعد لکھنؤ میں قیام پذیر ہیں، ان سے بڑے حسین ناصر سعید صاحب ہیں جو شاعری کے علاوہ دیگر فردی و اجتماعی کاموں میں مصروف ہیں۔

کتب خانہ ناصریہ

اس کتب خانہ کی سب سے پہلے بنیاد مفتی محمد قلی نے رکھی تھی، پھر میر حامد حسینؒ نے دنیا کے گوشہ و کنار سے عبقات الانوار کے لئے ضروری اور اہم کتابیں حاصل کیں ان کے بعد ناصر الملۃ نے اس کی توسیع کی اسی لئے یہ کتب خانہ ناصریہ سے مشہور ہوا، اس میں ۲۵ ہزار مطبوعہ اور ۵ ہزار خطی نفیس، قیمتی اور منحصر بہ فرد کتابیں تھیں، محققین اس کتب خانہ میں آکر اپنی تحقیق کو آخری صورت دیتے تھے، علامہ امینیؒ اپنی کتاب ''الغدیر'' کے سلسلے میں کافی دنوں تک اس کتب خانہ میں رہے اور کتابوں میں اس طرح کھو گئے کہ انہیں سردی گرمی کا بھی احساس نہ ہوا۔

اس کتب خانہ کے بارے میں بہت سے محققین نے اپنی آرا کا اظہار کیا ہے لیکن اختصار کے پیش نظر صرف دو شخصیتوں کے نظریات پر اکتفا کر رہا ہوں۔

شیخ بزرگ تہرانی میر حامد حسینؒ کے حالات میں لکھتے ہیں:

''میر حامد حسینؒ کا قیمتی کتب خانہ ہے جو لکھنؤ میں بلکہ سرزمین ہند پر منحصر بہ فرد ہے مفاخر عالم

تشیع میں اس کا شمار ہوتا ہے، اس کتب خانہ میں تیس ہزار خطی اور مطبوعہ نفیس اور قیمتی کتابیں ہیں خاص طور سے متقدمین ومتاخرین اہلسنت کی تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ ہے، میرے استاد حاج میرزا حسین (محدث) نوری مرحوم (مؤلف مستدرک الوسائل) نے مجھ سے نقل کیا تھا کہ میر حامد حسینؒ نے لکھنؤ سے کسی کتاب کے بارے میں میرے پاس خط لکھا تھا جس کے جواب میں میں نے ان کے پاس اس کتاب کے نہ ہونے پر اظہار تعجب کیا تو میر حامد حسینؒ نے اس کا جواب دیا کہ اس کتاب کے کئی نسخے میرے پاس ہیں مگر جتنے وقت میں آپ کے پاس سے وہ کتاب آئے گی اس سے زیادہ وقت کتب خانہ میں اس کی تلاش میں صرف کرنا پڑے گا اسی سے اس کتب خانہ کی عظمت ووسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔(۱)

سید محسن امین عاملی کا کہنا ہے:

"لکھنؤ میں ایک کتب خانہ ہے جو مختلف علوم وفنون خاص طور سے غیر شیعی کتابوں کی کثرت کی وجہ سے منحصر بہ فرد ہے، اس میں موجود مطبوعہ اور مخطوطہ کی تعداد ۳۰ ہزار کے لگ بھگ ہے، اس سلسلے میں شیخ محمد رضا شیبی مجلّہ "العرفان" میں لکھتے ہیں: ہمارے زمانے میں مشرقی کتب خانوں میں سب سے زیادہ ذخیرہ امامت کے متعلق لکھی جانے والی کتاب عبقات الانوار کے مؤلف سید حامد حسین لکھنوی کے کتب خانہ میں ہے، انہوں نے کتابوں کی جمع آوری پر بہت توجہ دی ہے اور نسخہ برداری پر کافی سرمایہ لگایا ہے اس کتب خانہ میں ہزاروں کتابیں ہیں جن میں قدیم وخطی نسخوں کی کمی نہیں ہے"(۲)

اس کتب خانہ میں موجود جن کتابوں کو میر حامد حسینؒ نے عبقات الانوار کی مختلف جلدوں میں نسخۂ قدیم اور نسخۂ عتیقہ سے تعبیر کیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ابن جوزی کی العلل المتناهیة فی الاحادیث الواهیة

۲۔شیخ احمد نخلی کی بغیة الطالبین۔رسالة الاسانید

۱۔اعلام الشیعہ۔نقباء البشر ج ۱ ص ۳۴۸۔

۲۔اعیان الشیعہ شرح حال سید حامد حسینؒ۔

۳۔ابو الحسن محمد بن عبد اللہ کسائی کی قصص الانبیاء

۴۔عبد الوہاب روداوری کی نقاوۃ الملل وطرواۃ النحل

۵۔بلوی کی الف باء فی المحاضرات

۶۔جلال الدین سیوطی کی زاد المسیر

۷۔ابو الحجاج مزّی کی تہذیب الکمال فی اسماء الرجال

۸۔ابو الحسن علی بن عمر دارقطنی کی العلل (جزء ۳۰)

۹۔ذہبی کی میزان الاعتدال فی نقد الرجال (۳ نسخے)

۱۰۔ابن حجر مکی کی المنح المکیة فی شرح القصیدة الهمزیة (یہ نسخہ شارح کے اصل نسخہ سے استنساخ ہوا ہے)

۱۱۔علقمی کی الکوکب المنیر فی شرح الجامع الصغیر

۱۲۔شمس الدین سخاوی کی الضوء اللامع لاهل القرن التاسع (اس نسخہ کو عبد العزیز بن فہد مکی نے تحریر کیا ہے جس پر مصنف نے اپنے قلم سے ابن فہد کو اجازہ دیا ہے)

۱۳۔نور الدین ابن صباغ مالکی کی الفصول المهمة فی معرفة الائمة (دو نسخے)

۱۴۔شمس الدین سخاوی کی المقاصد الحسنة فی الاحادیث المشتهرة علی الالسنة (متعدد نسخے)

۱۵۔عبد الوہاب شعرانی کی لواقع الانوار فی طبقات السادة الاخیار (۳ نسخے ہیں ایک پر محمد خان بدخشانی کا حاشیہ ہے)

۱۶۔عیدروس کی النور السافر عن اخبار القرن العاشر

۱۷۔ابو اسحٰق ثعلبی کی العرائس فی قصص الانبیاء

۱۹۔عطاء الدین فضل اللہ محدث شیرازی کی الاربعین فی فضائل امیر المومنین

۲۰۔صالح بن مہدی مقبلی صنعانی کی ملحقات الابحاث المسددة فی الفنون المحددہ

۲۱۔محمد بن اسمٰعیل بخاری کی التاریخ الصغیر

۲۲۔ابن جوزی کی الموضوعات

۲۳۔برہان الدین عبد اللہ بن محمد عبری فرغانی کی شرح منهاج البیضاوی

۲۴۔کمال الدین محمد بن محمد ابن امام الکاملیۃ کی شرح منہاج البیضاوی (اس نسخہ کی مصنف کے سامنے قرائت ہوئی اور اس پر مصنف کی تحریر ہے)

۲۵۔محمد بن سعد کی الطبقات الکبریٰ

۲۶۔ابوحامد غزالی کی اقتصاد الاعتقاد

۲۷۔نسائی کی خصائص امیر المومنین (دو نسخے)

۲۸۔مسند احمد بن حنبل

۲۹۔ابن حبیب بغدادی کی المنمق

۳۰۔ابن حبان کی الثقات

۳۱۔حکیم ترمذی کی نوادر الاصول

۳۲۔طبرانی کی المعجم الصغیر

۳۳۔شمس الدین محمد بن مظفر خلخالی کی المفاتیح فی شرح المصابیح

۳۴۔سعید الدین محمد بن مسعود کازرونی کی المنتقیٰ فی سیرۃ المصطفیٰ

۳۵۔جلال الدین سیوطی کی احیاء المیت بفضائل اھل البیت (اس کے دو نسخے ہیں ایک میں چالیس حدیثیں اور دوسرے میں ساٹھ حدیثیں ہیں)

۳۶۔ابونعیم اصفہانی کی حلیۃ الاولیاء

۳۷۔ابن مغازلی کی مناقب امیر المومنین

چند گزارشیں:

۱۔میرے کسی بھی ترجمے کو ادبی نقطہ نگاہ سے نہ دیکھئے گا، اپنی کم علمی اور وقت کے تقاضے کے تحت بول چال کی زبان میں قارئین تک مطالب منتقل کرنے کی کوشش کرتا ہوں، گرچہ اس میں بھی بہت سارے نقائص نظر آئیں گے۔

۲۔اس کتاب کا ترجمہ، میں نے عام مومنین کے لئے کیا ہے لہٰذا جہاں عبارتیں صرف مسجع ومقفی تھیں ان

کا ترجمہ نہیں کیا ہے، اور جہاں رجالی بحث ہوئی ہے، اور کسی کی توثیق یا تضعیف میں کئی ایک کی تقریباً ایک ہی جیسی عبارتیں تھیں وہاں ایک کی عبارت کے ترجمے پر اکتفاء کیا ہے باقی کا حوالہ دے دیا ہے۔

۳۔اس کتاب میں جتنے بھی حوالے جلد اور صفحہ نمبر کے عنوان سے ہیں سب کے سب اس حقیر کی زحمتوں کا نتیجہ ہیں، میر حامد حسینؒ نے اس زمانے کے معمول کے مطابق صرف ذکر کتاب پر اکتفاء کیا تھا۔

خدا میری اس ادنیٰ خدمت کو قبول فرمائے

والسلام

سید شجاعت حسین رضوی

گوپالپور۔باقر گنج

سیوان، بہار

شاہ صاحب کی باتیں

اسی حدیث (ثقلین)(۱) جیسی یہ حدیث ہے: "**مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلف عنها غرق**" میرے اہلبیت کشتی نوح جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی ڈوب گیا۔ اس حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ فلاح و ہدایت ان کی دوستی و پیروی میں ہے اور ان کی محبت و پیروی سے روگردانی ہلاکت کا باعث ہے۔ خدا کے فضل سے یہ بات صرف اہلسنت کے یہاں پائی جاتی ہے کیونکہ وہی سارے اہلبیت سے محبت کرتے ہیں، اس طرح نہیں کہ ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ﴾ (سورہ بقر، آیت ۸۵) یعنی کتاب کی بعض باتیں مانتے اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ انبیا کرام علیہم السلام پر ایمان کی طرح ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ﴾ (سورہ بقرہ، آیت ۲۸۵) یعنی ہم ان کے رسولوں میں سے کسی کے ساتھ فرق نہیں کرتے۔ بعض سے محبت یا ان پر ایمان اور بعض سے عداوت یا کفر اختیار نہیں کرتے۔

اس کے برخلاف شیعوں کا کوئی فرقہ نہیں ہے جو سارے اہلبیت کو دوست رکھتا ہو، بعض ایک طائفہ سے دوستی رکھتے ہیں تو اوروں سے بغض و عداوت اور بعض دوسرے طائفہ کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرتے ہیں، یہی حال ان کے تابع و پیروں کا ہے جب کہ اہلسنت میں یہ بات نظر نہیں آئے گی اور وہ بھی سے

۱۔ شاہ صاحب نے حدیث سفینہ پر مستقل بحث نہیں کی ہے، حدیث ثقلین کے ذیل میں اس پر بحث کی ہے، اسی وجہ سے میر حامد حسینؒ نے حدیث ثقلین ہی کے ذیل میں اس کا جواب دیا ہے اور وہ مجلد حدیث ثقلین جلد دوم کے آخر میں چھپی ہے، اسی لئے حدیث سفینہ کے راویان و ناقلان کی توثیق پر بحث نہیں کی ہے کیونکہ حدیث سفینہ کے راویان و ناقلان وہی ہیں جو حدیث ثقلین کے ہیں، میں نے حجم کتاب کو کم کرنے کے لئے اس کا جدا ترجمہ کیا ہے۔

روایتیں لیتے ہیں اوران سے تمسک کرتے ہیں، چنانچہ ان کی تفسیر وفقہ وحدیث کی کتابیں اس پر گواہ ہیں، اگر کتب اہلسنت کا اعتبار نہ کریں تو پھر مرویات شیعہ کے بارے میں کیا کہیں گے جو عقائد الٰہیہ سے لے کر فروع فقہیہ تک اہلسنت کے مذہب کے موافق ہیں اور وہ اسی کتاب (تحفہ) میں نمونے کے طور پر پیش کی جائیں گی۔

اس مقام پر بعض خوش طبع شیعہ ایک دلفریب بات یہ کہتے ہیں کہ اہلبیت کو سفینہ سے جو تشبیہ دی ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ نجات وفلاح کے واسطے سارے اہلبیت اوران کے کل تابعین کی محبت ضروری نہیں ہے اس لئے کہ اگر کوئی کشتی کے ایک کونہ میں بیٹھ جائے تو بلاشبہ وہ ڈوبنے سے بچا رہے گا اور یہ کہ کشتی میں کبھی کسی کونے میں بیٹھے تو کبھی کسی اور کونے میں تو یہ معمول نہیں ہے، لہٰذا شیعہ جو بعض اہلبیت اوران کے بعض تابعین سے تمسک کرتے ہیں بلاشبہ ناجی ہیں اور اہلسنت کا ان پر اعتراض درست نہیں ہے۔

مگر اہلسنت ان کا دو طرح سے جواب دیتے ہیں: ایک نقضی اور دوسرے حلی۔ اس کا نقضی جواب یہ ہے کہ اس صورت میں امامیہ (اثناعشری) کو چاہئے کہ زیدیہ، کیسانیہ، فطحیہ اور ناؤسیہ کو گمراہ نہ مانیں بلکہ ہدایت یافتہ سمجھیں، اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک اس کشتی کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہے اور ڈوبنے سے بچنے کے لئے ایک گوشہ کافی ہے بلکہ اس صورت میں بارہ اماموں ہی سے امامت کا مخصوص ہونا باطل ہو جائے گا، اس لئے کہ کشتی کا ہر گوشہ موجِ دریا سے بچنے کے لئے کافی ہے اور امام کے معنی بھی یہی ہیں کہ اس کی پیروی سے آخرت میں نجات ملے۔ لہٰذا نہ یہ کہ مذہب اثناعشریہ بلکہ امامیہ کا ہر فرقہ غلط ہو جائے گا، اگر زیدیہ یہ بات کہیں تو ان کو بھی یہی جواب دیا جائے گا، اس لئے کہ کوئی بھی فرقہ دوسرے فرقہ پر تنقید نہیں کرسکتا اور سارے مذاہب کو ان میں اختلاف کے باوجود حق اور نقیض کے دونوں طرف کو درست ماننا پڑے گا جب کہ مسائل اجتہادی کے سوا نقیضین (ضدین) کا جمع ہونا محال ہے۔

اس کا حلی جواب یہ ہے کہ کشتی کے ایک گوشہ میں بیٹھنے کی وجہ سے ڈوبنے سے اس وقت نجات مل سکتی ہے جب دوسرے گوشے میں سوراخ نہ ہو، اب اگر ایک گوشہ میں بیٹھنا دوسرے گوشے میں سوراخ کرنے کا باعث ہو تو کشتی پر سوار سبھی ڈوب جائیں گے، جب کہ شیعوں کا کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جو ایک گوشہ میں بیٹھتا ہو اور دوسرے گوشے میں سوراخ نہ کرتا ہو، مگر اہلسنت گرچہ اس کشتی کے جدا جدا گوشوں میں بیٹھیں اوراس کی

سیر کرتے رہیں اہل نجات ہیں اوران کی کشتی سالم ہے کیونکہ انھوں نے کسی گوشے میں اس کے سوراخ نہیں کیا ہے کہ موجِ دریا اس میں داخل ہو جائے اوران کو ڈبودے۔

نواصب نے عقلی دلیلوں سے ان دونوں حدیثوں (ثقلین اور سفینہ) کی صحت پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کا مطلب ایسی ذمہ داری سونپنی ہے جس کو انجام دینا عقلاً محال ہے کیونکہ سارے اہلبیت کی پیروی کا حکم دینے کا لازمہ لوگوں کو متضاد احکام پر عمل کرنے کی دعوت دینا ہے اس لئے کہ ان کے درمیان دین کے اصول وفروع کے مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے اور متضاد عمل کو جمع کرنا محال ہے، اور اگر ان میں بعض کی پیروی واجب ہو تو وہ بعض یا معین ومشخص ہوں گے یا معین ومشخص نہ ہوں گے، پہلی صورت میں بغیر اولویت کے کسی کو ترجیح دینا ہوگا اور دوسری صورت میں ایک شارع سے ایک دین کے لئے مختلف عقائد واحکام کا لینا ہوگا جب کہ قرآن نے کہا ہے: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ (ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور خاص راستہ مقرر کیا ہے۔ مائدہ/۴۸) نواصب کے یہ وہ اعتراض ہیں جن کا کوئی بھی شیعہ جواب نہیں دے سکتا۔

میر حامد حسینؒ کا جواب

شاہ صاحب (محدث دہلوی) کی باتوں کا جواب دینے سے قبل مناسب سمجھا کہ پہلے سند حدیثِ سفینہ کی صحت کو ثابت کردوں، اس کے بعد اس حدیث سے امامت کو ثابت کروں اور پھر شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) کی باتوں کا تفصیل سے جواب دوں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ شاہ صاحب (محدث دہلوی مؤلف تحفہ) نے اپنے مرشد خواجہ کابلی مؤلف صواقع کی تاسی میں حدیث سفینہ کی سند کو صحیح مانا اور اس کی تضعیف نہیں کی، البتہ اگر وہ اس کی سند کو ضعیف کہہ بھی دیتے تو ان کا کون کچھ بگاڑ لیتا، مگر ابن تیمیہ نے حدیث سفینہ کو ضعیف کہا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

حدیث: "مثل اهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح" نہ تو صحیح سند سے مروی ہے نہ ہی ضعیف سند سے اور نہ ہی حدیث کی کسی معتبر کتاب میں یہ حدیث نظر آتی ہے، اور اگر کسی نے روایت کی بھی ہے تو یہ لوگ وہ ہیں جو جعلی حدیثوں کی روایت کرتے ہیں کہ ایسوں کے روایت کرنے کی وجہ سے حدیث اور بھی ضعیف ہو جاتی ہے۔(۱)

مگر ابن تیمیہ کے اس دعوے میں کتنا دم ہے، حدیث سے آگاہی رکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے، ان کے اس دعوے کو غلط ثابت کرنے کے لئے ان مستند علما کے نام پیش کر رہا ہوں جنہوں نے مختلف قرنوں میں حدیث سفینہ کی روایت کی ہے۔

۱۔ منہاج السنہ، ج۴، ص۱۰۵۔

حدیث سفینہ کے راویان وناقلان

۱۔ شافعی مذہب کے بانی محمد بن ادریس شافعی (م ۲۰۴ھ)

۲۔ حنبلی مذہب کے بانی احمد بن حنبل شیبانی (م ۲۴۱ھ)

۳۔ مسلم بن حجاج قشیری (مؤلف صحیح مسلم، م ۲۶۱ھ)

۴۔ ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (م ۲۷۶ھ)

۵۔ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بصری معروف بہ بزار (صاحب مسند، م ۲۹۲ھ)

۶۔ ابویعلی احمد بن علی تمیمی موصلی (صاحب مسند، م ۳۰۷ھ)

۷۔ مؤرخ ومفسر ابوجعفر محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ)

۸۔ ابوبکر محمد بن یحیی صولی (مؤلف الاوراق، م ۳۳۵ھ)

۹۔ ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی (م ۳۵۶ھ)

۱۰۔ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (مؤلف معاجم ثلاثہ، م ۳۶۰ھ)

۱۱۔ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی (م ۳۷۵ھ)

۱۲۔ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ معروف بہ حاکم نیشاپوری (مؤلف المستدرک علی الصحیحین، م ۴۰۵ھ)

۱۳۔ ابوسعد بن عبدالملک بن محمد نیشاپوری خرگوشی (م ۴۰۷ھ)

۱۴۔ ابوبکر احمد بن موسی بن مردویہ اصفہانی (م ۴۱۰ھ)

۱۵۔ ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی (م ۴۲۷ھ)

۱۶۔ ابومنصور عبدالملک بن محمد ثعالبی (م ۴۳۰ھ)

۱۷۔ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (م ۴۳۰ھ)

۱۸۔ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ معروف بہ ابن عبدالبر قرطبی (م ۴۶۳ھ)

۱۹۔ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت معروف بہ خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ)

۲۰۔ ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن متویہ واحدی (م ۴۶۸ھ)

۲۱۔ ابوالحسن علی بن محمد بن طیب جلابی معروف بہ ابن مغازلی (م ۴۸۳ھ)

۲۲۔ ابوالمظفر منصور بن محمد سمعانی (م ۴۸۹ھ)

۲۳۔ ابومنصور شہردار بن شیرویہ دیلمی (م ۵۵۸ھ)

۲۴۔ عمر بن محمد بن خضر موصلی معروف بہ ملا (صاحب سیرت، م ۵۷۰ھ)

۲۵۔ ابوالحسن محمد بن حامد بن سری (مؤلف کتاب السنۃ)

۲۶۔ ابومحمد احمد بن محمد بن علی عاصمی

۲۷۔ ابوعبداللہ محمد بن مسلم بن ابی الفوارس رازی

۲۸۔ مجدالدین ابوالسعادات مبارک بن محمد معروف بہ ابن اثیر جزری (م ۶۰۶ھ)

۲۹۔ فخرالدین محمد بن عمر تیمی بکری معروف بہ فخر رازی (م ۶۰۶ھ)

۳۰۔ ابوسالم محمد بن طلحہ قرشی نصیبی شافعی (م ۶۵۲ھ)

۳۱۔ شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قزعلی حنفی معروف بہ سبط ابن جوزی (م ۶۵۴ھ)

۳۲۔ ابوعبداللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی (م ۶۵۸ھ)

۳۳۔ محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ طبری مکی شافعی (م ۶۹۴ھ)

۳۴۔ جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم انصاری (م ۷۱۱ھ)

۳۵۔ صدرالدین ابوالجامع ابراہیم بن محمد مؤید حموئی (م ۷۲۲ھ)

۳۶۔ شہاب الدین محمود بن سلمان بن فہد بن محمود حلبی (م ۷۲۵ھ)

۳۷۔ نظام الدین حسن بن محمد بن حسین نیشاپوری معروف بہ نظام اعرج (۷۲۸ھ میں زندہ تھے)

۳۸۔ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی (مؤلف مشکوٰۃ ۷۴۰ھ میں زندہ تھے)

۳۹۔ حسن بن محمد طیبی (شارح مشکوٰۃ، م ۷۴۳ھ)

۴۰۔ جمال الدین محمد بن یوسف بن حسن زرندی مدنی انصاری (م حدود ۷۵۰ھ)

۴۱۔ سید علی بن حسن شہاب الدین ہمدانی (مؤلف مودۃ القربی، م ۷۸۶ھ)

۴۲۔ نورالدین علی بن ابی بکر بن سلیمان ہیثمی (م ۸۰۷ھ)

۴۳۔ سید شریف علی بن محمد جرجانی (م ۸۱۶ھ)

۴۴۔ ابوالعباس احمد بن علی قلقشندی (م ۸۲۱ھ)

۴۵۔ محمد بن محمد بن محمود حافظی بخاری معروف بہ خواجہ پارسا (م ۸۲۲ھ)

۴۶۔ ابوبکر علی حموی معروف بہ ابن حجت (م ۸۳۸ھ)

۴۷۔ ملک العلما شہاب الدین بن شمس الدین زاولی دولت آبادی (م ۸۴۹ھ)

۴۸۔ نورالدین علی بن محمد معروف بہ ابن صباغ مالکی (م ۸۵۵ھ)

۴۹۔ کمال الدین حسین بن معین الدین یزدی میبدی (۸۹۰ھ میں زندہ تھے)

۵۰۔ اختیار الدین بن غیاث الدین ہروی (۸۹۷ھ میں زندہ تھے)

۵۱۔ عبدالرحمٰن بن عبدالسلام صفوری

۵۲۔ محمود بن احمد گیلانی

۵۳۔ شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (م ۹۰۲ھ)

۵۴۔ حسین بن علی کاشفی (م ۹۱۰ھ)

۵۵۔ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی (م ۹۱۱ھ)

۵۶۔ نورالدین علی بن عبداللہ سمہودی (م ۹۱۱ھ)

۵۷۔ احمد بن محمد بن علی ہیتمی مکی معروف بہ ابن حجر مکی (م ۹۷۳ھ)

۵۸۔ علی بن حسام الدین متقی ہندی (م ۹۷۵ھ)

۵۹۔ محمد طاہر فتنی گجراتی (م ۹۸۶ھ)

۶۰۔ شیخ بن عبداللہ عیدروس یمنی (م ۹۹۰ھ)

۶۱۔ کمال الدین بن فخر الدین جہرمی (مترجم صواعق محرقہ)

۶۲۔ جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی معروف بہ محدث

۶۳۔ علی بن سلطان ہروی معروف بہ علی قاری (م ۱۰۱۴ھ)

۶۴۔ عبدالرؤف بن تاج العارفین مناوی (م ۱۰۳۱ھ)

۶۵۔ شیخ احمد بن عبدالاحد عمری سہرندی معروف بہ مجدد (م ۱۰۳۴ھ)

۶۶۔ محمد صالح ترمذی

۶۷۔ احمد بن فضل بن محمد باکثیر مکی (م ۱۰۴۷ھ)

۶۸۔ شیخ عبدالحق بن سیف الدین دہلوی (م ۱۰۵۲ھ)

۶۹۔ علی بن محمد بن ابراہیم عزیزی (م ۱۰۷۰ھ)

۷۰۔ محمد بن ابی بکر شلی (م ۱۰۹۳ھ)

۷۱۔ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی (م ۱۰۹۴ھ)

۷۲۔ محمود بن محمد بن علی شیخانی قادری (۱۰۹۴ھ میں زندہ تھے)

۷۳۔ حسام الدین بن محمد بایزید بن بدیع الدین سہارنپوری (۱۱۰۶ھ میں زندہ تھے)

۷۴۔ میرزا محمد بن معتمد خان بدخشی (۱۱۲۶ھ میں زندہ تھے)

۷۵۔ محمد صدر عالم (۱۱۴۶ھ میں زندہ تھے)

۷۶۔ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم عمری دہلوی (والد مؤلف تحفہ اثناعشریہ، م ۱۱۷۶ھ)

۷۷۔ محمد بن سالم حفنی (م ۱۱۸۱ھ)

۷۸۔ محمد بن اسماعیل بن صلاح امیر صنعانی (م ۱۱۸۲ھ)

۷۹۔ محمد بن علی صبان مصری (۱۱۸۵ھ میں زندہ تھے)

۸۰۔ محمد مرتضی بن محمد واسطی بلگرامی (م بعد از ۱۲۰۰ھ)

۸۱۔ شیخ احمد بن عبدالقادر بن بکری عجیلی (۱۲۰۳ھ میں زندہ تھے)

۸۲۔ محمد مبین بن محب اللہ انصاری لکھنوی (م ۱۲۲۰ھ)

۸۳۔ محمد ثناء اللہ عثمانی نقشبندی مجددی (م ۱۲۲۵ھ)

۸۴۔ محمد سالم دہلوی بخاری

۸۵۔ جمال الدین محمد بن عبدالعلی قرشی ہاشمی

۸۶۔ ولی اللہ بن حبیب اللہ لکھنوی (م ۱۲۷۰ھ)

۸۷۔محمد رشید الدین خان دہلوی (شاگرد مؤلف تحفہ اثنا عشریہ)

۸۸۔شیخ حسن عدوی حمزاوی

۸۹۔احمد بن زینی دحلان مکی

۹۰۔سید مومن بن حسن مومن شبلنجی

۹۱۔شیخ سلیمان بن ابراہیم بلخی

۹۲۔شیخ حسن زمان ترکمانی

اب ان سب کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

۱۔روایت شافعی

امام شافعی نے اپنی سند سے ابوذر غفاری سے حدیث سفینہ کی روایت کی ہے، چنانچہ صدر الدین ابوالمجامع حموئی لکھتے ہیں:

مجھ سے محدثین کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ ان ہی میں مجھے اجازۂ روایت دینے والے علامہ نجم الدین عثمان بن موفق اذکانی ہیں، ان لوگوں نے مؤید بن محمد بن علی طوسی سے، انھوں نے عبد الجبار بن محمد خواری سے، انھوں نے ابوالحسن علی واحدی سے، انھوں نے فضل بن احمد بن محمد بن ابراہیم سے، انھوں نے ابوعلی بن ابی بکر فقیہ سے، انھوں نے محمد بن ادریس شافعی سے، انھوں نے مفضل بن صالح سے، انھوں نے ابواسحاق سبیعی سے اور انھوں نے حنش بن معتمر کنانی سے روایت کی ہے، کنانی کا بیان ہے کہ میں نے ابوذر کو در کعبہ پکڑے ہوئے کہتے سنا کہ جو مجھ کو پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے، میں ابوذر ہوں اور میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "انما مثل اهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح من دخلها نجا و من تخلف عنها هلك" (۱) تم میں میرے اہلبیت کی مثال نوح کے سفینہ کی ہے جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے روگردانی کی ہلاک ہوا۔

۱۔فرائد السمطین: ج۲، ص۲۴۲۔

امام شافعی نے اس حدیث کی صرف روایت کرنے پر اکتفا نہیں کیا ہے، اس کو اشعار میں بھی پیش کیا ہے، چنانچہ علامہ عجیلی "ذخیرۃ المآل" میں لکھتے ہیں کہ امام شافعی نے کہا:

ولما رئيت الناس قد ذهبت بهم — مذاهبهم في ابحر الغي و الجهل
ركبت على اسم الله في سفن النجا — و هم اهل بيت المصطفى خاتم الرسل
وامسكت حبل الله وهو ولاؤهم — كما قد امرنا بالتمسك بالحبل
اذا افترقت في الدين سبعون فرقة — و نيفاً على ما جاء في واضح النقل
و لم يك بناج منهم غير فرقة — فقل لي بها يا ذا الرجاحة و العقل
افي الفرقة الهلاك آل محمد — ام الفرقة اللاتي نجت منهم؟ قل لي
فان قلت في الناجين فالقول واحد — و ان قلت في الهلاك حفت عن العدل
اذا كان مولى القوم منهم فانني — رضيت بهم لازال في ظلهم ظلي
رضيت علياً لي اماما و نسله — و انت من الباقين في اوسع الحل

جب دیکھا کہ لوگوں کے عقائد و مذاہب انھیں گمراہی و نادانی کی طرف لے جا رہے ہیں تو خدا کا نام لے کر نجات کی کشتیوں پر جو خاتم الرسل محمد مصطفیٰ کے اہلبیت ہیں سوار ہو گیا اور ریسمان خدا کو مضبوطی سے پکڑا کہ وہ (ریسمان) اہلبیت کی ولایت ہے کیونکہ اسی رسی کو پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے، جب دین میں ستر سے زیادہ فرقے ہوں گے جن کا واضح روایتوں میں ذکر ہوا ہے تو ان میں صرف ایک ہی فرقہ نجات پائے گا، لہٰذا اے عقلمندوں مجھے بتاؤ ان ہلاک ہونے والوں میں کیا آل محمد ہیں یا وہ نجات پانے والوں میں ہیں؟ اگر کہو گے وہ نجات یافتہ ہیں تو میرے ہم نظریہ ہوا اور اگر کہو گے وہ (معاذ اللہ) ہلاک ہونے والوں میں ہیں تو تم عدالت سے دور ہو گئے ہو، اب جب کہ ان کی ولایت کے انتخاب کرنے کی بات ہو رہی ہے تو میں ہمیشہ ان کی ولایت سے راضی رہا اور ان ہی کے زیر سایہ ہوں، میں نے علیؑ اور ان کی اولاد کی امامت کا انتخاب کیا ہے اور اس سے راضی ہوں، البتہ تم آزاد ہو اور راستہ کھلا ہوا ہے۔

حموئی لکھتے ہیں:

"شافعی کی یہ گواہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ کشتی نجات پر سوار ہوئے تھے اور اس رسی کو تھامے ہوئے تھے، اور یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ شافعی کی نظر میں وہی نجات یافتہ ہیں، اس

لئے کہ انھوں نے کہا کہ جو کوئی بھی انھیں (اہلبیتؑ کو) اہل ہلاکت سمجھے وہ راہ حق وعدل سے منحرف ہے۔ نیز انھوں نے اپنے اشعار میں فرزندانِ حضرت زہرا کی امامت کا اقرار اور خاندان ہندو مرجانہ سے اپنی بیزاری کا اظہار بھی کیا ہے“۔

۲۔ روایت احمد بن حنبل

احمد بن حنبل نے حدیث سفینہ کی روایت کی ہے، چنانچہ ”مشکوٰۃ المصابیح“ باب مناقب اہلبیتؑ میں ہے: ابوذر نے در کعبہ پکڑ کر کہا کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”الا ان مثل أهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها هلک، رواه احمد“ (۱) آگاہ ہو جاؤ! تم میں میرے اہلبیتؑ کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے نوح کا سفینہ، جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے روگردانی کی ہلاک ہوا، اس کی احمد نے روایت کی ہے۔

احمد سے ابن حجر مکی نے الصواعق المحرقہ میں اور نصر اللہ کابلی نے الصواقع میں حدیث سفینہ نقل کی ہے جیسا کہ آئندہ پیش کیا جائے گا۔

۳۔ روایت مسلم

ابن حجر مکی اور مولوی ولی اللہ لکھنوی نے مسلم (مؤلف صحیح مسلم) سے حدیث سفینہ نقل کی ہے، چنانچہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں:

بہت سے طرق واسناد سے کہ جس میں بعض بعض کی تائید کرتے ہیں یہ حدیث مروی ہے: ”انما مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجا“ اور مسلم کی روایت میں ہے: ”و من تخلّف عنها غرق“ اور ایک روایت میں لفظ ”هلک“ آیا ہے۔ ”انما مثل أهل بیتی فیکم مثل باب حطّة فی بنی اسرائیل من دخله غُفر له الذنوب“ (۲) تمہارے درمیان میرے اہلبیتؑ کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل کے لئے باب حطہ کہ جو شخص اس میں داخل ہو گیا وہ بخش دیا گیا۔

۱۔ مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲، ص ۴۴۳، حدیث ۶۱۸۳۔ ۲۔ الصواعق المحرقہ، ص ۱۵۲۔

مولوی ولی اللہ لکھنوی کی کتاب ”مرآۃ المومنین“ کی عبارت آئندہ پیش کی جائے گی جس میں انھوں نے مسلم کی روایت نقل کی ہے۔

۴۔ روایت ابن قتیبہ

ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) نے حدیث سفینہ ابوذر سے روایت کی ہے، وہ اپنی کتاب المعارف میں ان کے حالات میں لکھتے ہیں:

”مجھ سے ابوالخطاب نے بیان کیا، انھوں نے ابوعتاب سہل بن حماد سے، انھوں نے عمرو بن ثابت سے، انھوں نے ابواسحاق سے اور انھوں نے حنش بن معتمر سے روایت کی ہے، معتمر کا بیان ہے کہ میں نے ابوذر کو زنجیر در کعبہ پکڑے ہوئے کہتے سنا کہ میں ابوذر غفاری ہوں، اور جو اس نام سے نہیں پہچانتا تو سن لے کہ میں رسولؐ خدا کا غلام جندب ہوں، میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے: ”مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا“ (میرے اہلبیتؑ کی مثال سفینہ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی) ابوذر غفاری قبیلہ غفار سے تھے جس کا سلسلہ کنانہ پر منتہی ہوتا ہے، ابوذر مکہ میں اسلام لائے تھے مگر جنگ بدر واحد وخندق میں شرکت نہیں کی تھی کیونکہ اسلام لانے کے بعد اپنی قوم کی طرف پلٹ گئے تھے اسی دوران یہ جنگیں ہوئی تھیں، عثمان نے انھیں ربذہ شہر بدر کر دیا تھا، ۳۲ھ میں انتقال ہوا تھا“۔ (۱)

ابن قتیبہ ”عیون الاخبار“ میں لکھتے ہیں: حنش بن معتمر کا بیان ہے:
”میں نے ابوذر کو در کعبہ کی زنجیر پکڑے ہوئے کہتے سنا تھا کہ میں ابوذر غفاری ہوں، مجھے جو نہیں پہچانتا وہ سن لے، میں رسول خداؐ کا غلام جندب ہوں، میں نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا ہے: ”مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا“ (۲) میرے اہل بیتؑ کی مثال سفینہ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی“۔

۱۔ المعارف، ص ۱۴۶۔ ۲۔ عیون الاخبار، ج ۱، ص ۳۱۰۔

۵۔روایت بزار

ابوبکر بزار نے حدیث سفینہ کی اپنی صحیح میں ابن عباس اور ابن زبیر سے روایت کی ہے جو آئندہ بیان کی جائیں گی۔(۱)

۶۔روایت ابویعلی موصلی

انھوں نے حدیث سفینہ کی اپنی مسند میں روایت کی ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:
''ہم سے سوید بن سعید نے بیان کیا، انھوں نے مفضل بن عبداللہ سے، انھوں نے ابواسحاق سے اور انھوں نے حنش سے روایت کی ہے، حنش کا بیان ہے کہ میں نے ابوذر کو کعبہ کی زنجیر پکڑ کر کہتے سنا تھا کہ اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے مگر جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے، میں ابوذر ہوں اور میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''**انما مثل اهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح عليه الصلاة و السلام من دخلها نجا و من تخلّف عنها هلك** '' تم میں میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے نوح کا سفینہ، جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا نابود ہوا''۔(۲)

۷۔روایت محمد بن جریر طبری

انھوں نے اپنی کتاب ''تہذیب الآثار'' میں جس میں صرف صحیح حدیثیں نقل کرنے کا عہد کیا ہے، جناب ابوذر سے مروی حدیث سفینہ نقل کی ہے(۳) جس کو آئندہ پیش کیا جائے گا۔

۱۔ان کی روایتیں سخاوی کی استجلاب ارتقاء الغرف، ص۴۸۴۔۴۷۷، حدیث ۲۲۰۔۲۱۰ پر موجود ہیں۔ سیوطی وغیرہ نے بھی ان کی روایتیں نقل کی ہیں۔

۲۔مسند ابویعلی کی روایتیں سخاوی کی استجلاب ارتقاء الغرف، ص۴۸۴۔۴۷۷، حدیث ۲۲۰۔۲۱۰ پر موجود ہیں۔ نیز سیوطی وغیرہ نے بھی ان کی روایتیں نقل کی ہیں جو آئندہ بیان کی جائیں گی۔

۳۔بدخشانی کی مفتاح النجا، باب ۱، فصل ۲۔

۸۔روایت ابوبکر صولی

انھوں نے اپنی کتاب ''الاوراق'' میں ابن عباس سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس کو قول مستحسن(۱) سے آئندہ پیش کریں گے۔

۹۔روایت ابوالفرج اصفہانی

انھوں نے اس حدیث کی اپنی کتاب ''مرج البحرین'' میں اپنے اسناد سے ابوذر سے روایت کی ہے جس کو سبط ابن جوزی کی کتاب ''تذکرالخواص'' (۲) سے آئندہ ذکر کریں گے۔

۱۰۔روایت طبرانی

ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے ''معجم صغیر'' میں حدیث سفینہ کی روایت کی ہے وہ لکھتے ہیں:
''ہم سے حسین بن احمد بن منصور سمار (سحارہ) بغدادی نے بیان کیا، انھوں نے عبداللہ بن داہر رازی سے، انھوں نے عبداللہ بن القدوس سے، انھوں نے اعمش سے اور انھوں نے ابواسحاق سے روایت کی ہے کہ حنش نے ابوذر غفاری کو کہتے ہوئے سنا کہ میں) ابوذر (نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے: ''**مثل اهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح في قوم نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك و مثل باب حطّة في بني اسرائيل، لم يروه عن الاعمش الا عبد الله بن عبد القدوس**'' (۳) تم میں میرے اہلبیت کی مثال قوم نوح کی ہے جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ ہلاک ہوا، نیز میرے اہلبیت کی مثال بنی اسرائیل کے لئے باب حطہ کی ہے، اعمش سے اس حدیث کی صرف عبداللہ بن عبدالقدوس نے روایت کی ہے''۔

۱۔القول المستحسن فی فخر الحسن، ص۳۴۲۔

۲۔تذکرۃ الخواص الامۃ، ص۳۲۳۔

۳۔المعجم الصغیر، ج۱، ص۱۳۹، باب من اسمہ الحسین۔

طبرانی معجم صغیر ہی میں لکھتے ہیں:

''ہم سے محمد بن عبدالعزیز بن محمد بن ربیعہ ابوعلیل کوفی نے بیان کیا، انھوں نے اپنے باپ سے، انھوں نے عبدالرحمٰن بن ابی حماد مقری سے، انھوں نے ابوسلمہ صائغ سے، انھوں نے عطیہ سے اور انھوں نے ابوسعید خدری سے کی روایت کی ہے، ابوسعید کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''انما مثل اهل بیتی فیکم کمثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق، و انما اهل بیتی فیکم مثل باب حطّة فی بنی اسرائیل من دخله غفر له، لم یروه عن ابی سلمة الا ابن ابی حماد، تفردبه عبد العزیز بن محمد '' (۱) تم میں میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے نوح کا سفینہ جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی ڈوبا اور تمھارے درمیان میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل کے لئے باب حطہ جو شخص اس میں داخل ہوا وہ بخش دیا گیا۔ ابوسلمہ سے اس حدیث کی صرف ابن ابی حماد نے روایت کی ہے اور ان سے صرف عبدالعزیز بن محمد نے''۔

۱۱۔ روایت ابواللیث سمرقندی

انھوں نے اپنی تفسیر ''المجالس'' میں سورہ تین کی تفسیر میں حدیث سفینہ کی روایت کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''البلد الامین، علی ہیں، ان کو مکہ سے اس لئے تشبیہ دی کہ جس طرح مکہ میں داخل ہونے والا عذاب الٰہی سے امان پاتا ہے اسی طرح علی سے وابستہ رہنے والا عذاب الٰہی سے محفوظ رہتا ہے، کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: ''مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجا، و من تخلّف عنها هلک '' میرے اہلبیت کشتی نوح جیسے ہیں جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ پھیرا ہلاک ہوا''۔

۱۔ المعجم الصغیر، ج ۲، ص ۲۲، باب من اسمہ محمد۔

۱۲۔ روایت حاکم نیشاپوری

انھوں نے ''مستدرک'' میں حدیث سفینہ کی ابوذر سے روایت کی ہے، وہ سورہ ہود کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''ہم کو میمون بن اسحاق ہاشمی نے بتایا، انھوں نے احمد بن عبدالجبار سے، انھوں نے یونس بن بکیر سے، انھوں نے مفضل بن صالح سے، انھوں نے ابواسحاق سے اور انھوں نے حنش کنانی سے روایت کی ہے، حنش کا بیان ہے کہ میں نے ابوذر کو در کعبہ پکڑے ہوئے کہتا سنا کہ اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے، میں ابوذر ہوں اور میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا، و من تخلّف عنها غرق. هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم و لم یخرجاه'' (۱) میرے اہلبیت کشتی نوح جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے اس سے منھ پھیرا وہ ڈوب گیا۔ یہ حدیث مسلم کے معیار صحت پر صحیح ہے مگر انھوں نے اس کو نقل نہیں کیا ہے''۔

نیز حاکم اسی کتاب کے باب مناقب میں لکھتے ہیں:

''مجھ سے احمد بن جعفر بن حمدان زاہد نے بغداد میں بیان کیا، انھوں نے عباس بن ابراہیم قراطیسی سے، انھوں نے محمد بن اسماعیل احمسی سے، انھوں نے مفضل بن صالح سے، انھوں نے ابواسحاق سے اور انھوں نے حنش کنانی سے روایت کی ہے، کنانی کا بیان ہے کہ میں نے ابوذر کو در کعبہ پکڑ کر کہتے ہوئے کہتا سنا کہ اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے میں ابوذر ہوں اور میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے: ''مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من (فی) قومه من رکبها نجا، و من تخلّف عنها غرق، و مثل حطّة لبنی اسرائیل '' (۲) تم میں میرے اہلبیت کی مثال ایسی ہے جیسے

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۲، ص ۳۷۳، حدیث ۳۳۱۲۔
۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۶۳، حدیث ۴۷۲۰۔

قوم نوح میں نوح کا سفینہ) کشتی (جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ غرق ہوا اور تم میں میرے اہلبیت کی مثال ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل کے لئے باب حطہ"۔

۱۳۔روایت خرگوشی

انھوں نے اپنی کتاب "شرف النبوۃ" (۱) میں حدیث سفینہ کی روایت کی ہے۔ ملک العلما دولت آبادی کی کتاب ھدایۃ السعدا سے اس کو آئندہ پیش کریں گے۔

۱۴۔روایت ابن مردویہ

اس حدیث کی انھوں نے حضرت علیؑ اور ابن عباس سے روایت کی ہے جس کو جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "الاساس" میں نقل کیا ہے جو آئندہ بیان کی جائے گی۔

۱۵۔روایت ثعلبی

ثعلبی نے حدیث سفینہ کی روایت کی ہے اوران سے مناوی نے "کنوز الحقائق" (۲) میں اور بلخی نے "ینابیع المودۃ" (ص۱۳، باب۴) میں نقل کیا ہے جو آئندہ بیان ہوگی۔

۱۶۔روایت ثعالبی

ابو منصور عبد الملک بن محمد ثعالبی نیشاپوری نے حدیث سفینہ کو "ثمار القلوب" میں نقل کیا ہے، وہ سفینہ نوح کے بارے میں لکھتے ہیں:

اور نبیؐ نے فرمایا ہے: "ان عترتی کسفینة نوح، من رکب فیها نجا، ومن تاخر عنها هلک" (میری عترت سفینۂ نوح جیسی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوا)"۔

۱۔شرف النبوۃ، باب ۲۷، ص ۲۳۸۔ ۲۔ کنوز الحقائق، ج ۲، ص ۸۹۔

اس کو ابوعثمان خالدی نے اپنے قصیدہ میں یوں نظم کیا ہے:

اعاذل ان کساء التقیٰ — کسانیه حبی لاهل الکساء

سفینة نوح فمن یعتلق — بحبلهم یعتلق بالنجا (۱)

اگر محبت اہل کساء (اہلبیتؑ) مجھ کو لباس تقویٰ پہنائے تو کیا کوئی ملامت کرنے والا ہے، یہ کشتی نوح ہیں جس نے ان کی رسی پکڑی نجات پا گیا۔

۱۷۔روایت ابونعیم اصفہانی

انھوں نے منقبۃ المطہرین میں متعدد طرق واسناد سے حدیث سفینہ کی روایت کی ہے، وہ اپنے اسناد سے نقل کرتے ہیں:

۱۔ابوذر سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

"مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح، من رکبها نجا، و من تخلّف عنها غرق، و من قاتلنا فی آخر الزمان فکانما قاتل مع الدجال" میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا، وہ نجات پا گیا اور جس نے اس سے منھ موڑا ڈوب گیا، جس نے آخر زمانہ میں ہم سے جنگ کی اس نے گویا دجال کے ہمراہ جنگ کی۔

۲۔ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

"مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح، من رکب فیها نجا، و من تخلّف عنها غرق" "میرے اہلبیت کشتیٔ نوح کے مثل ہیں جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ڈوب گیا"۔

۳۔ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ میں (ابوسعید) نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے:

"انما مثل اهل بیتی فیکم کمثل سفینة نوح، من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق، انما مثل اهل بیتی مثل باب حطّة من دخله غفرله" تم میں میرے

۱۔ثمار القلوب فی المضاف والمنسوب، ص ۴۰، نمبر ۴۳۔

اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے سفینہ نوح، جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا۔ نیز میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے باب حطہ جو شخص اس میں داخل ہوا وہ بخش دیا گیا"۔

۴۔ حنش بن معتمر کا بیان ہے کہ میں (حنش) نے ابوذر کو در کعبہ پکڑ کر کہتے ہوئے سنا کہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے، میں ابوذر غفاری ہوں میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "**مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح فی قوم نوح من رکبها نجا و من تخلف عنها هلک، و مثل باب حطّة فی بنی اسرائیل**" میرے اہلبیتؑ بالکل ایسے ہیں جیسے قوم نوح میں کشتی نوح، جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ ہلاک ہوا اور وہ ایسے ہیں جیسے نبی اسرائیل میں باب حطہ۔

۱۸۔ روایت ابن عبدالبر

انھوں نے "الانباہ" میں حدیث سفینہ کو نقل کیا ہے، وہ اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ابن سنجر نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ ہم سے قاسم بن محمد نے بیان کیا، انھوں نے محمد سے، انھوں نے خالد بن سعد سے، انھوں نے احمد بن عمرو منصور سے، انھوں نے محمد بن عبداللہ بن سنجر سے، انھوں نے مسلم بن ابراہیم سے، انھوں نے حسن بن علی ابوجعفر سے، انھوں نے ابوصہبان سے، انھوں نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "**مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح، من رکب فیها نجا و من تخلّف هلک**" (۱) میرے اہلبیت سفینہ نوح جیسے ہیں جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے پیچھے رہ گیا ہلاک ہوا"۔

۱۔ الانباہ علی قبائل الرواۃ، ص۴۱، ذکر قریش۔

۱۹۔ روایت خطیب بغدادی

انھوں نے حدیث سفینہ کو اپنی تاریخ میں علی بن محمد بن شداد کے حالات میں نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"علی بن محمد بن شداد ابوالحسن مطرز نے محمد بن محمد باغندی اور ابوالقاسم بغوی سے نقل کیا، انھوں نے عبیداللہ بن محمد بن عبیداللہ نجار سے، انھوں نے نجار سے، انھوں نے ابوالحسن علی بن محمد بن شداد مطرز سے، انھوں نے محمد بن محمد بن سلیمان باغندی سے، انھوں نے ابوسہیل قطیعی سے، انھوں نے حماد بن زید سے مکہ میں اور عیسی بن واقد سے، انھوں نے ابان بن ابی عیاش سے اور انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے، انس کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "**انما مثلی و مثل اهل بیتی کسفینة نوح، من رکبها نجا، و من تخلّف عنها غرق**" (۱) میری اور میرے اہلبیت کی مثال بالکل کشتی نوح کی ہے جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ غرق ہوا"۔

۲۰۔ روایت واحدی

انھوں نے حدیث سفینہ کو حاکم کی صحیح سے نقل کیا ہے، چنانچہ وہ اپنی تفسیر الوسیط میں لکھتے ہیں:

"حاکم نے اپنی صحیح میں احمد بن جعفر بن حمدان سے، انھوں نے عباسؒ بن ابراہیم قراطیسی سے، انھوں نے محمد بن اسماعیل احمسی سے، انھوں نے مفضل بن صالح سے، انھوں نے ابواسحاق سے اور انھوں نے حنش کنانی سے روایت کی ہے، حنش کا بیان ہے کہ میں نے ابوذر کو در کعبہ پکڑے ہوئے کہتے سنا کہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے مگر جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے، میں ابوذر ہوں اور میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح فی قومه، من رکبها نجا: و من تخلّف عنها غرق، و مثل (باب صح ظ) حطّة لبنی اسرائیل" تم میں میرے اہلبیت کی مثال ایسی ہے جیسے قوم نوح میں کشتی نوح، جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا، نیز میرے اہلبیت کی مثال ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل کے لئے باب حطہ"۔

۱۔ تاریخ بغداد، ج۱۲، ص۹۱، نمبر ۶۵۰۷۔

۲۱۔ روایت ابن مغازلی

انھوں نے اپنی مناقب میں حدیث سفینہ کی متعدد اسناد سے روایت کی ہے، ابن عباس سے دو طریق سے، ابوذر سے دو طریق سے اور سلمہ بن اکوع سے ایک طریق سے روایت کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

۱۔ ہم سے ابوالحسن احمد بن مظفر بن احمد عطار فقیہ شافعی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انھوں نے ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عثمان ملقب بہ ابن سقا حافظ واسطی سے، انھوں نے ابوبکر بن محمد بن یحیی صولی نحوی سے، انھوں نے محمد بن زکریا غلابی سے، انھوں نے جہم ابن سباق (ابوالسباق) ریاحی سے، انھوں نے بشر بن مفضل سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا میں نے رشید کو کہتے ہوئے سنا، انھوں نے کہا میں نے مہدی سے سنا، انھوں نے کہا میں نے منصور سے سنا، انھوں نے کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "**مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها هلک**" تم میں میرے اہلبیت سفینۂ نوح جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی ہلاک ہوا"۔

۲۔ ہم سے محمد بن احمد بن عثمان نے بیان کیا، انھوں نے حافظ ابوالحسین محمد بن مظفر بن موسی بن عیسی سے اجازۃً، انھوں نے محمد بن محمد بن سلیمان باغندی سے، انھوں نے سوید سے، انھوں نے عمر بن ثابت سے، انھوں نے موسی بن عبیدہ سے، انھوں نے ایاس بن سلمہ بن اکوع سے، انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "**مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا**" میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی۔

۳۔ ہم سے ابوغالب محمد بن احمد بن سہل نحوی رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان کو ابوعبداللہ محمد بن علی سقطی نے املا کرایا، انھوں نے ابویوسف بن سہل سے، انھوں نے حضرمی سے، انھوں نے محمد بن عبدالعزیز ابی رزمہ سے، انھوں نے سلیمان بن ابراہیم سے، انھوں نے حسن بن ابی جعفر سے، انھوں نے ابوصہبان سے، انھوں نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس سے

روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "**مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکب فیها نجا، و من تخلّف عنها هلک**" میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے پیچھے ہٹا ہلاک ہوا۔

۴۔ ہم سے ابونصر طحان نے اجازۃً بیان کیا، انھوں نے قاضی ابوالفرج حنوطی سے، انھوں نے ابوطیب بن فرج سے، انھوں نے ابراہیم سے، انھوں نے اسحاق بن سنان سے، انھوں نے مسلم بن ابراہیم سے، انھوں نے حسن بن ابی جعفر سے، انھوں نے علی بن زید سے، انھوں نے سعید بن مسیب سے اور انھوں نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "**مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکب فیها نجا، ومن تخلّف عنها غرق، و من قاتلنا فی آخر الزمان فکانما قاتل مع الدجال**" (۱) میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا، اور جس نے آخری زمانے میں ہم سے جنگ کی اس نے گویا دجال کے ہمراہ ہو کر ہم سے جنگ کی"۔

۵۔ ہم سے محمد بن محمد بن عثمان نے بیان کیا، انھوں حافظ ابوالحسین محمد بن مظفر بن موسی بن عیسی سے اجازۃً، انھوں نے محمد بن محمد بن سلیمان سے، انھوں نے سوید سے، انھوں نے مفضل بن عبداللہ سے، انھوں نے ابواسحاق سے، انھوں نے ابن معتمر سے اور انھوں نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "**انّما مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح، من رکب فیها نجا، ومن تخلّف عنها غرق**" میرے اہلبیت بالکل سفینۂ نوح جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا ڈوبا"۔

۱۔ مناقب ابن مغازلی، ص۱۰۱۔۱۰۰۔

۲۲۔ روایت سمعانی

ابوالمظفر سمعانی نے حدیث سفینہ کو فضائل الصحابہ میں نقل کیا ہے، وہ اپنے اسناد سے لکھتے ہیں:

رسولؐ خدا نے فرمایا: "مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح، من رکبها نجا، و من تخلّف عنها غرق" میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے پیچھے ہٹا ڈوبا"۔

سمعانی سے اس حدیث کو بلخی قندوزی نے "ینابیع المودة" (صفحہ۱۳، باب۴) میں نقل کیا ہے، جس کو آئندہ بیان کیا جائے گا۔

۲۳۔ روایت شہردار دیلمی

انھوں نے اپنی کتاب "مسند الفردوس" میں ابوسعید سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس کو آئندہ بیان کیا جائے گا۔

۲۴۔ روایت عمر ملا

انھوں نے اپنی سیرت "وسیلة المتعبدین" (۱) میں حدیث سفینہ کو بیان کیا ہے اور اس کتاب سے محب طبری نے "ذخائر العقبیٰ" (۲) میں نقل کیا ہے جو آئندہ پیش کی جائے گی۔

۲۵۔ روایت ابن سری

انھوں نے حدیث سفینہ کو "کتاب السنة" میں ذکر کیا ہے اور اس کتاب سے محب طبری نے "ذخائر العقبیٰ" (۳) میں نقل کیا ہے جو آئندہ بیان کی جائے گی۔

۱۔ وسیلۃ المتعبدین، ج۲، ص۲۳۴۔

۲۔ ذخائر العقبیٰ، ص۲۰، ذکر انهم کسفینة نوح علیه السلام من رکبها نجا.

۳۔ ذخائر العقبیٰ، ص۲۰، ذکر انهم کسفینة نوح علیه السلام من رکبها نجا.

۲۶۔ روایت عاصمی

انھوں نے حضرت علیؑ اور جناب نوحؑ کے درمیان وجہ شبہ بیان کرتے ہوئے حدیث سفینہ کو پیش کیا ہے، چنانچہ وہ "زین الفتیٰ فی تفسیر سورہ ھل اتی" میں لکھتے ہیں:

۱۔ ایک وجہ شبہ سفینہ میں ہے، جناب نوح کے لئے ارشاد الٰہی ہوا: ﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا... ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا﴾ پس جو شخص سفینہ نوح پر سوار ہوا تھا وہ ڈوبنے سے نجات پایا تھا اور جو شخص سوار نہیں ہوا تھا وہ غرق ہوا تھا، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَب مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ الْكَافِرِينَ﴾ مگر نوح کے بیٹے نے جناب نوح کی بات نہ مانی اور وہ ڈوب گیا ﴿وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ﴾ اسی طرح جناب (علی) مرتضی رضوان اللہ علیہ اور آپ کے اہلبیت ہیں، وہ سفینۂ نوح ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی جیسا کہ ارشاد پیغمبر ہے: "مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح" "میرے اہلبیت، سفینۂ نوح جیسے ہیں۔

۲۔ مجھ سے میرے شیخ اور امام رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، انھوں نے شیخ ابواسحاق ابراہیم ابن جعفر شورمینی رحمۃ اللہ سے، انھوں نے ابوالحسن علی بن یونس بن ہیاج انصاری سے، انھوں نے حسن بن عبداللہ، عمران بن عبداللہ، عیسی بن علی اور ابوعبدالرحمٰن نسائی سے، ان سب نے عبد الرحمٰن بن صالح سے، انھوں نے علی بن عابس سے، انھوں نے ابواسحاق سے اور انھوں نے حنش سے روایت کی ہے، حنش کا بیان ہے کہ میں (حنش) نے ابوذر کو در کعبہ پکڑ کر کہتے سنا کہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے، میں ابوذر ہوں، حنش کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے بعض دوستوں نے بتایا کہ انھوں نے ابوذر کو کہتے سنا کہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے: "انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی اهل بیتی، فانّهما لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض، الا و انّ أهل بیتی فیکم مثل باب بنی اسرائیل و مثل سفینة نوح" میں تم میں دوگرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک کتاب خدا اور دوسری میری عترت جو میرے اہلبیت ہیں وہ دونوں ہرگز ایک دوسرے

سے جدا نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں، آگاہ ہوجاؤ کہ تم میں میرے اہلبیت بنی اسرائیل کے باب حطہ کے مثل اور کشتی نوح جیسے ہیں۔

۳۔ مجھ سے میرے شیخ اور امام رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، انھوں نے شیخ ابراہیم بن جعفر شورمینی رحمہ اللہ سے، انھوں نے ابوالحسن علی بن یونس انصاری سے، انھوں نے حسن بن عبد اللہ، عمران بن عبداللہ، عیسیٰ بن علی اور عبدالرحمٰن (ابوعبدالرحمٰن نسائی) سے ان سب نے مسلم بن ابراہیم سے، انھوں نے حسن (یعنی ابن ابی جعفر) سے، انھوں نے علی بن زید سے، انھوں نے سعید بن مسیّب سے اور انھوں نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "انما مثل اهل بيتي مثل سفينة نوح من ركب فيها نجا، ومن تخلّف عنها غرق و من قاتلنا في آخر الزمان كمن قاتلنا مع الدجال" میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے نوح کا سفینہ کہ جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا۔ اور آخر زمانہ میں جس نے ہم سے جنگ کی اس نے گویا دجال کے ہمراہ جنگ کی۔

۴۔ مجھ سے میرے شیخ محمد بن احمد رحمۃ اللہ نے بیان کیا، انھوں نے ابوسعید رازی صوفی سے، انھوں نے محمد بن ایوب رازی سے، انھوں نے مسلم بن ابراہیم سے، انھوں نے حسن بن ابی جعفر سے، انھوں نے ابوصہبا سے، انھوں نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "مثل اهل بيتي مثل سفينة نوح من ركب فيها نجا، ومن تخلّف عنها غرق" میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مثل ہیں جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس سے منھ پھیرا ڈوبا۔

۵۔ مجھ سے میرے شیخ محمد بن احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا، انھوں نے علی بن ابراہیم سے، انھوں نے احمد بن محمد بن بالویہ سے، انھوں نے جعفر بن محمد سے، انھوں نے محمد بن یحییٰ سے، انھوں نے مسلم بن ابراہیم سے، انھوں نے حسن بن ابی جعفر سے، انھوں نے علی بن زید سے، انھوں نے سعید بن مسیّب سے اور انھوں نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:....

حدیث کی عبارت پہلی والی حدیث کی عبارت ہے۔

۶۔ مجھ سے میرے شیخ محمد بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، انھوں نے ابوسعید رازی صوفی سے، ان کا کہنا ہے کہ اس حدیث کی ابوالحسن علی بن محمد بن مہرویہ قزوینی نے جامع مسجد میں قرائت کی اور میں سن رہا تھا، انھوں نے ابواحمد داؤد بن سلیمان فراء (قزوینی) سے، انھوں نے (آٹھویں امام) علی بن موسی رضا سے، انھوں نے اپنے والد (ساتویں امام) موسی بن جعفر سے، انھوں نے اپنے والد (چھٹے امام) جعفر بن محمد سے، انھوں نے اپنے والد (پانچویں امام) محمد بن علی بن حسین سے، انھوں نے اپنے والد (چوتھے امام) علی بن حسین سے، انھوں نے اپنے والد (تیسرے امام) حسین بن علی سے، انھوں نے اپنے والد (پہلے امام) علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "مثل اهل بيتي مثل سفينة نوح من ركبها نجا، ومن تخلّف عنها زجّ في النار" میرے اہلبیت مثل سفینۂ نوح کے ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ پھیرا واصل جہنم ہوا۔

میں (عاصمی) کہتا ہوں کہ مرتضیٰ (حضرت علی) رضوان اللہ علیہ کے اہلبیت نبیؐ ہونے میں کوئی بھی شخص شک نہیں کرسکتا نہ موحد نہ ہی ملحد۔(۱)

۲۷۔ روایت ابن ابی الفوارس

انھوں نے حدیث سفینہ کو بڑے اعتماد سے اپنی اربعین میں نقل کیا ہے جیسا کہ عبقات الانوار مجلد حدیث ثقلین میں بیان کیا ہے اور آئندہ بھی بیان کریں گے۔

۱۔ العسل المصفی فی تہذیب زین الفتی، ج۱، ص۴۵۳۔

۲۸۔روایت ابن اثیر جزری

انھوں نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''النہایۃ'' میں مادہ زخ میں اس حدیث کی روایت کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''زخ''، یہ لفظ حدیث پیغمبرؐ میں اس طرح آیا ہے:"زخ. فیه: مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من تخلّف عنها زخ به فی النار. أی: دفع ورمی. یقال: زخه یزخه زخا "زخ کے معنی پھینکنے اور ڈالنے کے ہیں، یعنی اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جس نے اس سے روگردانی کی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔(۱)

۲۹۔روایت فخرالدین رازی

انھوں نے اپنی تفسیر ''مفاتیح الغیب''(۲) (معروف بہ تفسیر کبیر) میں آیہ مودت کی تفسیر میں حدیث سفینہ نقل کی ہے، جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

۳۰۔روایت محمد بن طلحہ شافعی

انھوں نے ''مطالب السؤول'' میں نظم میں حدیث سفینہ پیش کی ہے، وہ اپنی طولانی نظم میں دوشعروں میں حدیث سفینہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

یا رب بالخمسة اهل العبا ذوی الهدی و العمل الصالح

من هم سفن نجاة و من والیهم ذو متجر رابح (۳)

اے پروردگار! پنجتن کے طفیل میں جو ہدایت اور عمل صالح کرنے والے تھے اور وہی کشتی نجات ہیں جن کا ولی سودمند تجارت کرنے والا تاجر ہے۔

۱۔النہایۃ، ج۲،ص۲۹۸.

۲۔التفسیر الکبیر: ج۲۷،ص۱۶۷.

۳۔مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول،ص۵۱.

۳۱۔روایت سبط ابن جوزی

انھوں نے ''تذکرالخواص'' میں ابوالفرج اصفہانی کی کتاب ''مرج البحرین'' سے حدیث سفینہ کو نقل کیا ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

ابوالفرج اصفہانی نے مرج البحرین میں اپنے اسناد سے ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکب فیها نجا، ومن تخلّف عنها غرق" (۱) میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا۔

۳۲۔روایت گنجی

انھوں نے سند متصل سے ابوذر غفاری سے اور دوسری سند سے ابوسعید خدری سے حدیث سفینہ کی روایت کی ہے، چنانچہ وہ ''کفایۃ الطالب'' میں لکھتے ہیں:

''ہم سے نقیب النقباء ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم حسینی وغیرہ نے دمشق میں اور حافظ یوسف بن خلیل دمشقی نے حلب میں بیان کیا، ان لوگوں نے ابوالفرج یحیٰی بن محمود ثقفی اور ابوعدنان اور فاطمہ بنت عبداللہ سے، ان لوگوں نے ابوبکر ابن زبدہ سے، انھوں نے حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبری (طبرانی) سے، انھوں نے حسن بن احمد بن منصور سجادہ سے، انھوں نے عبد اللہ بن عبدالقدوس سے، انھوں نے اعمش سے، انھوں نے ابواسحاق سے اور انھوں نے حنش بن معتمر سے روایت کی ہے کہ حنش نے ابوذر غفاری کو کہتے ہوئے سنا کہ میں (ابوذر) نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ:"مثل اهل بیتی فیکم کمثل سفینة نوح من رکبها نجا، ومن تخلّف عنها هلک و مثل باب حطّة فی بنی اسرائیل " تم میں میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے

۱۔تذکرۃ الخواص الامۃ،ص۳۲۳.

پیچھے ہٹا ہلاک ہوا۔ اوران کی مثال بنی اسرائیل میں باب حطہ کی ہے (اس حدیث کو امام الحدیث نے اپنے شیوخ کی معجم میں اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح میں نے بیان کیا ہے"

"ہم سے حافظ ابوالحاج یوسف بن خلیل دمشقی نے حلب میں بیان کیا، انھوں نے امین ابوعلی داوٗد بن سلیمان بن احمد اور شرق وغرب کے وزیر الوزرا مولانا محیی الشریعۃ نظام الملک ابوعلی حسن بن اسحاق سے، انھوں نے فاطمہ جوزدانیہ اور خجستہ صالحیہ سے، انھوں نے ابوبکر بن زبدہ سے، انھوں نے حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی سے، انھوں نے محمد بن عبدالعزیز بن محمد بن ربیعہ سے) انھوں نے اپنے باپ سے (انھوں نے عبدالرحمٰن بن ابی حماد مقری سے، انھوں نے ابوسلمہ صائغ سے، انھوں نے عطیہ سے اور انھوں نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے، ابوسعید کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا: "**انما مثل اهل بیتی فیکم کمثل سفینة نوح من رکبها نجا، و من تخلّف عنها غرق و انما مثل اهل بیتی فیکم مثل باب حطّة فی بنی اسرائیل من دخله غفر له** "(۱) تم میں میرے اہلبیت بالکل ایسے ہیں جیسے نوح کا سفینہ جواس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے تخلف کیا غرق ہوا۔ نیز تم میں میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں باب حطہ جو اس میں داخل ہوا بخش دیا گیا۔

۳۳۔ روایت محب طبری

انھوں نے حدیث سفینہ کو "ذخائر العقبیٰ" میں اس عنوان کے تحت نقل کیا ہے: "**ذکر أنهم کسفینة نوح علیه السلام من رکبها نجا** "وہ لکھتے ہیں:

"**عن ابن عباس (رض) قال: قال رسول اللّٰه (ص) مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تعلق بها فاز و من تخلّف عنها غرق. اخرجه الملا فی سیرته. و عن علی رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه (ص): مثل**

۱۔ کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، ص ۳۷۹۔۳۷۸.

اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجا، و من تعلق بها فاز، و من تخلّف عنها زخ فی النار. اخرجه ابن السری "(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہلبیت مثل سفینۂ نوح کے ہیں جواس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی، جواس سے وابستہ ہوا کامیاب ہوا اور جس نے اس سے منہ پھیرا ڈوبا۔ اس کی ملا نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے۔ اور علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہل بیت کشتی نوح کے مانند ہیں جواس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی، جواس سے وابستہ ہوا کامیاب ہوا اور جواس سے پیچھے ہٹا وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس کی ابن سری نے روایت کی ہے۔

۳۴۔ روایت ابن منظور

انھوں نے لسان العرب میں مادہ زخ میں حدیث سفینہ کو نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"**وفی الحدیث، مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح، من تخلّف عنها زخ به فی النار. ای دفع و رمی** "(۲) میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جس نے اس سے تخلف کیا وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

۳۵۔ روایت حموئی

انھوں نے اپنی اسناد سے ابوسعید سے اس حدیث کی روایت کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

مجھ سے شیخ صالح کمال الدین ابوعبداللہ محمد بن محمد بن علی جوینی نے بیان کیا، اوراسی حدیث کو انھوں نے مجھ کو مکتوب بھیجا اور ذی الحجہ ۶۶۴ھ میں مجھے اجازۂ روایت عنایت کیا، انھوں نے امام جمال الدین ابوالفضل جمال ابن معین طبری سے، انھوں نے زاہر بن طاہر بن محمد مسلمی

۱۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۲۰، ذکر انهم کسفینة نوح (ع) من رکبها نجا.

۲۔ لسان العرب، ج ۶، ص ۳۰.

سے، انھوں نے ابوالفتح محمد بن علی بن عبداللہ سے، انھوں نے اسماعیل بن زاہر بوقانی سے، انھوں نے ابوالحسن احمد بن ابراہیم اصفہانی سے، انھوں نے سلیمان بن احمد طبرانی سے، انھوں نے محمد بن عبدالعزیز کلابی سے، انھوں نے عبدالرحمٰن بن حماد مقری سے، انھوں نے ابوسلمہ صائغ سے، انھوں نے عطیہ عوفی سے اور انھوں نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے، ابوسعید کا بیان ہے کہ میں (ابوسعید) نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا: "**انما مثل اهل بیتی فیکم کمثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق. و انما مثل اهل بیتی فیکم مثل باب حطّة فی بنی اسرائیل من دخله غفر له**" (۱) تم میں میرے اہلبیت بالکل ایسے ہیں جیسے سفینۂ نوح جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا۔ نیز تم میں میرے اہلبیت بالکل ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں باب حطّہ جو اس میں داخل ہوا بخش دیا گیا۔

حموئی نے حدیث سفینہ کی ابوذر سے بھی روایت کی ہے جیسا کہ اس کے پہلے بیان ہوا اور ابن عباس (۲) سے بھی جس کو بلخی نے "ینابیع المودة" میں نقل کیا ہے اور اس کو آئندہ بیان کیا جائے گا۔

۳۶۔ روایت شہاب الدین حلبی

انھوں نے نسخۂ تقلیدی کے ضمن میں جس کو سلطان بن محمد بن قلان کے کہنے پر اس کے بیٹے احمد کے نام لکھا تھا، حدیث سفینہ کا بڑے اعتماد سے ذکر کیا ہے، چنانچہ پیغمبرؐ اسلام کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں:

"**صلى الله عليه و على آله سفن النجاة، المومنين من المخاوف، المنقذين من المهالك**" آنحضرتؐ پر اور آپ کی آل پر درود ہو جو نجات کی کشتی، خوف و ہراس میں لوگوں کی ڈھارس اور ہلاکتوں سے بچانے والے ہیں۔ اس پورے رسالے کو قلقشندی نے صبح الاعشی میں نقل کیا ہے۔

۱۔ فرائد السمطین، ج ۲، ص ۲۴۲، حدیث ۵۱۶۔
۲۔ فرائد السمطین، ج ۲، ص ۲۴۳، حدیث ۵۱۷۔

۳۷۔ روایت نظام الدین نیشاپوری

انھوں نے اپنی تفسیر میں حدیث سفینہ کو نقل کیا ہے، وہ آیۂ مودت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"**قال بعض المذكرين: ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: مثل اهل بيتي كمثل سفينة نوح من ركب فيها نجا و من تخلّف عنها غرق**" (۱) بعض محدثین (وعاظ) کا بیان ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا۔

۳۸۔ روایت خطیب تبریزی

انھوں نے "مشکوٰۃ المصابیح" (۲) باب مناقب اہلبیتؑ میں حدیث سفینہ نقل کی ہے جیسا کہ اس کے پہلے بھی بیان کیا گیا ہے اور آئندہ بھی بیان کیا جائے گا۔

۳۹۔ روایت طیبی

انھوں نے حدیث سفینہ کو دلیلوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ وہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

راوی کا یہ کہنا کہ ابوذر نے یہ حدیث در کعبہ پکڑ کر بیان کی اس سے اس کا مقصد حدیث کی صحت کو ثابت کرنا تھا اور ابوذر کا اس جگہ کا انتخاب کرنا اہمیت حدیث کو بتانا تھا تاکہ لوگ اس حدیث سے وابستہ ہوں۔ اور جس روایت میں ہے کہ ابوذر نے کہا: جو پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے مگر جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے میں ابوذر ہوں اور میں نے نبیؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: آگاہ ہو جاؤ! میرے اہلبیت کی مثال...... ابوذر کا اپنے کو پہچنوانا راوی کی صداقت اور اس حدیث کی طرف اشارہ تھا جس کی عبداللہ ابن عمرو بن عاص نے روایت کی ہے کہ میں (عبد

۱۔ غرائب القرآن مجلد ۶، ص ۴۷، سورۂ شوریٰ، آیت ۲۳۔
۲۔ مشکوٰۃ المصابیح، مجلد ۲، ص ۴۴۳، حدیث ۶۱۸۳۔

اللہ) نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے کہ" وما اظلت الخضراء و لا اقلت الغبراء اصدق من ابی ذر " "نہ آسمان نے کسی پر سایہ کیا نہ ہی زمین نے کسی کا بوجھ اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔ اور دوسری روایت میں ابوذر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:" من ذی لهجة اصدق و لا اوفى من ابی ذر شبه عیسیٰ بن مریم، فقال عمر بن الخطاب کالحاسد: یا رسول الله أفتعرف ذالک؟ قال: ذالک فاعرفوه " "نہ آسمان نے کسی پر سایہ کیا نہ ہی زمین نے کسی کا بوجھ اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا اور باوفا تر ہو وہ عیسی بن مریم سے مشابہ ہے، جس کو سن کر عمر بن خطاب حاسدوں کی طرح بولے: یا رسولؐ اللہ! آپ اس طرح ان کا تعارف کرا رہے ہیں؟ فرمایا: ہاں اور تم اسی طرح اس کو پہچانو۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔ اور صنعانی نے کشف الحجب میں اس کو حسن ہونے کی سند دی ہے۔ رسولؐ خدا نے دنیا کو کفر و گمراہی و بدعت و ہوئی و ہوس کی وجہ سے گھیرے دریا سے تشبیہ دی ہے جس کی موجیں ایک دوسرے سے بلند ہیں اور اس کے اوپر سیاہ بادل ہیں اور اس کو چاروں طرف زمین نے گھیر رکھا ہے، ایسے میں بس کشتی ہے جو نجات دے سکتی ہے اور وہ (کشتی) رسولؐ خدا کے اہلبیت کی محبت ہے۔

۴۰۔ روایت زرندی

انھوں نے ابوالطفیل کے توسط سے ابوذر سے حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ "نظم درر السمطین" میں اس عنوان کے تحت کہ: اہلبیتؑ کے بارے میں رسولؐ خدا کی وصیت، ان سے مودت و محبت کی فضیلت اور یہ کہ ان سے محبت اللہ اور رسولؐ پر ایمان کی علامت ہے لکھتے ہیں:

"ابوالطفیل کا بیان ہے کہ انھوں نے ابوذر کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہو کر کہہ رہے ہیں: جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے، میں جندب ہوں اور میرا ہی نام ابوذر ہے، میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے:" مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکب فیها نجا و من تخلّف عنها غرق، و ان مثل اهل بیتی فیکم

کمثل باب حطه" (۱) تم میں میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا، اور تم میں میرے اہلبیت کی مثال باب حطہ کی ہے۔

نیز زرندی نے اسی کتاب (۲) میں اور کتاب الاعلام میں فضائل امیر المومنینؑ میں بہت سارے القاب اور بہت ساری حدیثیں بیان کرنے کے بعد یہ شعر بھی نقل کیا ہے:

هو النبأ العظیم وفلک نوح — وباب الله وانقطع الخطاب

وہی نبأ عظیم اور کشتی نوح اور باب اللہ ہیں یہیں سب کے منھ بند ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ شعر عمرو بن عاص کے ایک قصیدہ کا ہے جو آئندہ بیان کیا جائے گا۔ اور یہ بلاشک حدیث سفینہ کو ثابت کرتا ہے۔

۴۱۔ روایت سید علی ہمدانی

انھوں نے "مودۃ القربیٰ" میں حدیث سفینہ کی روایت کی ہے، وہ اس کے مودۃ ثانیہ میں لکھتے ہیں:

"و عن علی علیه السلام قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من تعلق بها نجا، و من تخلّف عنها زخ فی النار" (۳) علیؑ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس سے وابستہ ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ پھیرا واصل جہنم ہوا۔

ہمدانی مودۃ ثانیہ عشر میں لکھتے ہیں:

"ابوذر و هو آخذ باب الکعبة و یقول: ایها الناس من عرفنی عرفنی و من لم یعرفنی فانا اعرفه بنفسی. انا ابوذر سمعت رسول الله (ص) یقول: مثل

۱۔ نظم درر السمطین، ص ۲۳۵، القسم الثانی من السمط الاول.
۲۔ نظم درر السمطین، ص ۷۸.
۳۔ مودۃ القربیٰ، مودۃ ۱۲، مشمولہ ینابیع المودۃ، ص ۲۹۲.

أهل بيتى كمثل سفينة نوح من ركبها نجا، ومن تخلف عنها غرق "(۱) ابوذر نے درکعبہ پکڑے ہوئے کہا: اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے مگر جو نہیں پہچانتا اسے میں خود پہچنواتا ہوں میں ابوذر ہوں اور رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس سے منھ موڑا ڈوبا۔

۴۲۔ روایت نورالدین ہیثمی

انھوں نے "مجمع الزوائد"، ج۹ ص۱۶۸ پر بزار، طبرانی، ابویعلی اور احمد بن حنبل کے توسط سے ابن زبیر اور ابوذر سے حدیث سفینہ کی روایت کی ہے۔

۴۳۔ سید شریف جرجانی

انھوں نے "مشکوٰۃ" کے حاشیہ پر حدیث سفینہ نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث کی ابوذر نے روایت کی ہے جن کے بارے میں پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا ہے: "ما أظلت الخضراء ولا أقلت الغبراء أصدق من أبي ذر" نہ آسمان نے ابوذر سے زیادہ سچے آدمی پر سایہ کیا ہے اور نہ مادر گیتی کی آغوش میں ابوذر سے زیادہ صادق انسان نے پرورش پائی ہے، اور روایت میں ہے کہ ابوذر نے پہلے اپنا تعارف کرایا اس کے بعد کہا کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے: "الا أن مثل اهل بيتى فيكم مثل سفينة نوح..." آگاہ ہو جاکہ میرے اہلبیت کی مثال تم میں سفینۂ نوح کی ہے.....

۴۴۔ روایت قلقشندی

انھوں نے "صبح الأعشى في صناعة الانشاء" میں دو جگہوں پر حدیث سفینہ نقل کی ہے۔

۱۔ مودۃ القربی، مودۃ ۱۲، مشمولہ ینابیع المودۃ، ص ۳۱۲۔

۴۵۔ روایت خواجہ پارسا

انھوں نے "فصل الخطاب" میں تفسیر رازی سے حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"سمعت بعض المذكرين يقول: انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: مثل اهل بيتى كمثل سفينة نوح عليه الصلاة والسلام من ركب فيها نجا" بعض خطبا و محدثین سے سنا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہلبیت نوح کی کشتی جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی"۔

۴۶۔ روایت ابن حجت حموی:

انھوں نے اس حدیث کا اس عہد نامہ میں ذکر کیا ہے جس کو مستعین باللہ عباسی کی جانب سے مظفر شاہ کے نام تحریر کیا تھا، وہ لکھتے ہیں:

"نحمده حمد من علم انّ آل هذا البيت الشريف كسفينة نوح وتعلق بهم فنجا" اس ذات کی ہم حمد کرتے ہیں جو جانتا ہے کہ اس بیت شریف کے رہنے والے کشتی نوح کے مانند ہیں جو ان سے وابستہ ہوا اس نے نجات پائی۔ اس عہد نامہ کو شیخ ابوالعباس احمد قلقشندی نے "صبح الأعشى" میں نقل کیا ہے۔

۴۷۔ روایت ملک العلما دولت آبادی

ملک العلما دولت آبادی (ہندی) نے "ھدایۃ السعداء" میں متعدد جگہوں پر حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ ہدایہ ثانیہ کے جلوہ ثالثہ میں لکھتے ہیں:

اگر خدا پر ایمان رکھتے ہو تو شرطِ ایمان پر بھی عمل کرو اور آخری زمانے کے طوفان کی لپیٹ میں نہ آؤ "شرف النبوۃ" اور "مشکوٰۃ" میں احمد سے مروی ہے کہ ابوذر نے کعبہ کا پردہ پکڑ کے کہا کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "الا مثل اولادی (أهل بيتى. ظ) فيكم كمثل سفينة نوح، فمن (من. ظ) ركبها نجا ومن زاغ عنها هلك" (آگاہ ہو جاؤ میری اولاد (اہلبیتؑ) کی مثال تم میں سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات

پائی اور جو اس سے منحرف ہوا نابود ہوا) کیونکہ جو سمندر میں ہو اس کو ڈوبنے سے صرف کشتی بچا سکتی ہے اور اس حدیث (سفینہ) کی روشنی میں نجات صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو آنحضرت کی عترت سے وابستہ ہیں۔ آپ نے تکمیل ایمان کے لئے اپنی اولاد کی محبت اسی طرح شرط قرار دی جس طرح کشتی نوح، کہ اگر کوئی شخص آخری زمانے کے طوفان میں جس میں انسان صبح میں مومن ہے تو شام میں کافر، ایمان کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ ان (اہلبیتؑ) سے محبت کرے اور اگر ہلاک ہونا چاہتا ہے تو ان سے محبت نہ کرے۔ نیز یہ حدیث (سفینہ) اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان کے صحیح ہونے کے لئے ان (اہلبیتؑ) کی محبت اسی طرح شرط ہے جس طرح طوفان نوح میں کشتی پر سوار ہونا ایمان کے لئے شرط تھا، کہ اسی سے مومن اور کافر کی شناخت ہوئی تھی۔ ارشاد الٰہی ہے: "فانجیناه والذین معه فی الفلک و أغرقنا الذین کذّبوا بآیاتنا انهم کانوا عمین" یعنی طوفان نوح میں غرق سے نجات کا ذریعہ کشتی تھی، چنانچہ جب نوح کی نظر اپنے بیٹے پر پڑی تو فرمایا: "یا بنی ارکب معنا و لا تکن مع الکافرین" یعنی اے بیٹا کشتی پر سوار ہو جا آج نجات کا ذریعہ صرف کشتی ہے اور اس کو چھوڑ کر کافروں جیسا نہ ہو جا۔ "لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم" "یعنی آج اسی کو نجات ملے گی جو رحمتِ الٰہی کی وجہ سے کشتی پر سوار ہوگا۔ اور آج اولاد رسول کشتی نوح جیسے ہیں جو ان کے دامن سے وابستہ ہوا اس نے اپنا ایمان بچایا اور جس نے ان کو چھوڑا ہلاک ہوا۔

نیز دولت آبادی "ہدایۃ السعداء" میں ہدایت رابعہ کے جلوہ اولیٰ میں لکھتے ہیں:

"شرف النبوۃ" اور "مشکوۃ" میں احمد سے مروی ہے کہ ابوذر نے در کعبہ پکڑ کے کہا کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے: مثل اولادی فیکم (أهلبیتی. ظ) کمثل سفینة نوح فمن (من. ظ) رکبها نجا و من زاغ عنها هلک" میری اولاد (اہلبیتؑ) تم میں سفینۂ نوح جیسی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے منحرف ہوا ہلاک ہوا۔ حضرتؐ نے اصحاب کے درمیان یہ ارشاد فرمایا تھا، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ کے بعد

شر سر اٹھائیں گے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا تھا کہ بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد والا زمانہ، پھر اس کے بعد والا اور اس کے بعد جھوٹ سامنے آنے لگے گا۔ اس وقت دریائے فساد کی موجیں اٹھنے لگیں گی ایسے میں کشتی ہی نجات کا ذریعہ ہوگی"۔

دولت آبادی اسی کتاب کی نویں ہدایت میں لکھتے ہیں:

سولہواں جلوہ اس بارے میں ہے کہ رسول خداؐ نے اہلبیت کو کشتی نوح کہہ کر ان کے مقام و منزلت بیان کئے۔

۴۸۔ روایت ابن صباغ مالکی

انھوں نے یہ روایت ابوذر حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ فصول المہمہ میں فضائل اہلبیتؑ میں لکھتے ہیں:

"یہ فصل اہلبیت کی عظمت اور ان سے محبت کی فضیلت میں ہے، ابوذر کے غلام رافع کا بیان ہے کہ ابوذر کعبہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہوئے اور زنجیر کو پکڑ کے بولے: اے لوگو! جو شخص مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے، میں ابوذر ہوں اور میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها زخ فی النار" (میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا وہ واصل جہنم ہوا) اور میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "أجعلوا أهل بیتی منکم مکان الرأس من الجسد، و مکان العینین من الرأس، فان الجسد لا یهتدی الا بالرأس، و لا یهتدی الرأس الا بالعینین" (۱) تم میرے اہلبیت کو وہی مقام دو جو بدن میں سر کو اور سر میں آنکھوں کو حاصل ہے کیونکہ بغیر سر کے بدن اور بغیر آنکھوں کے سر کسی کام کے نہیں ہوتے۔

۱۔ الفصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ، ص ۲۶، مقدمہ مؤلف۔

۴۹۔روایت میبدی

انھوں نے فواتح شرح دیوان منسوب بہ امیر المومنین میں ابوذر سے حدیث سفینہ نقل کی ہے۔وہ مذکورہ کتاب میں حدیث ثقلین نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

احمد نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "الا ان مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلف عنها هلک" (۱) میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا وہ ہلاک ہوا۔

۵۰۔روایت ہروی

اختیار الدین بن غیاث الدین ہروی نے اساس الاقتباس کے کلمۂ رابعہ میں حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ چند آیات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حدیثوں میں ایک حدیث یہ ہے: "مثل أهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکب فیها نجا و من تخلّف عنها غرق" میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ڈوبا۔

۵۱۔روایت صفوری

انھوں نے "نزہۃ المجالس" میں مناقب جناب فاطمہؑ میں حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"وعن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: مثل أهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها سلم ومن تخلف عنها زخ فی النار" (۲) میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا بچ گیا اور جس نے اس سے روگردانی کی جہنم میں گر پڑا۔

۱۔لفواتح فی شرح دیوان امیر المومنین، ص۱۱۳۔

۲۔نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، ج۲، ص۱۶۷۔

۵۲۔روایت گیلانی

محمود بن احمد گیلانی نے مناظر الانشا میں حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ اس کتاب میں مشبہ اور مشبہ بہ کے حسی (چشم دید) ہونے اور ان کے درمیان شبہ عقلی کی مثال میں لکھتے ہیں:

دوسری مثال رسالتمآب علیه من الصلوٰة افضلها و من التحیات اکملها فرماتے ہیں: "(مثل.ظ) اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکب فیها نجا و من تخلّف عنها غرق" (میرے اہل بیت کشتی نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا) کہ اس حدیث میں حضرتؐ نے اہلبیت کو سفینۂ نوح سے تشبیہ دی ہے اور دونوں ہی حسی (چشم دید) ہیں اور دونوں میں وجہ شبہ نجات ہے جو عقلی ہے۔

۵۳۔روایت سخاوی

انھوں نے جتنے طرق و اسناد سے حدیث سفینہ مروی ہے ان کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے وہ "استجلاب ارتقاء الغرف بحب اقرباء الرسول و ذوی الشرف" کے چھٹے باب "باب الامان ببقائهم والنجاة فی اقتفائهم" میں لکھتے ہیں:

۱۔ابواسحاق سبیعی نے حنش بن معتمر صنعانی سے اور انھوں نے ابوذر سے روایت کی ہے، ابوذر کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے: "اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح فی قومه من رکبها نجا و من تخلف عنها غرق، و مثل حطّة لبنی اسرائیل" (تم میں میرے اہلبیت کی مثال ایسی ہے جیسے قوم نوح میں کشتی نوح جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا۔ان کی مثال ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل کے لئے باب حطہ) حاکم نے اس حدیث کی دو طرح سے روایت کی ہے ایک مذکورہ الفاظ میں ابواسحاق سے روایت کی ہے اور دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "الا ان مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح" (تم میں میرے اہلبیت کشتی نوح کے مانند ہیں) مگر اس میں

مثل حطّہ کا ذکر نہیں ہے۔ اور ابویعلی نے اپنی مسند میں بھی ان ہی الفاظ میں حدیث کو نقل کیا ہے۔ طبرانی نے اس حدیث کو اپنی معجم اوسط اور معجم صغیر میں اعمش کے طریق سے ابواسحاق سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ صرف عبداللہ بن عبدالقدوس نے اعمش سے اس حدیث کو نقل کیا ہے، طبرانی نے معجم اوسط میں اس حدیث کو حسن بن عمرو فقیمی کے توسط سے ابواسحاق سے نقل کیا ہے اور اسی حدیث کو سماک بن حرب کے توسط سے حنش سے نقل کیا ہے"۔

۲۔ "ابویعلی نے بھی ابوالطفیل کے توسط سے ابوذر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں حدیث سفینہ نقل کی ہے: "ان مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکب فیها نجا و من تخلّف عنها غرق و ان مثل اهل بیتی مثل باب حطة" (میرے اہلبیت کی مثال کشتیٔ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا۔ اسی طرح میرے اہلبیت باب حطّہ جیسے ہیں) اسی حدیث کو بزار نے سعید بن مسیّب کے توسط سے ابوذر سے نقل کیا ہے"۔

۳۔ ابوصہبا نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق" (میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ پھیرا ڈوب گیا) اس حدیث کو طبرانی نے، ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء" میں اور بزار وغیرہ نے نقل کیا ہے

۴۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها سلم و من ترکها غرق" (میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا ڈوبنے سے بچ گیا اور جس نے اس کو چھوڑ دیا ڈوب گیا) اس کی بزار نے روایت کی ہے"۔

۵۔ ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ انھوں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا: "انما مثل أهل بیتی فیکم کمثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق و انما مثل

اهل بیتی فیکم مثل باب حطّة فی بنی اسرائیل من دخله غفر له "(۱) (تم میں میرے اہل بیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے نوح کا سفینہ جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا، اور تم میں میرے اہل بیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں باب حطہ جو اس میں داخل ہوا معاف کر دیا گیا) اس حدیث کی طبرانی نے اپنی معجم صغیر اور معجم اوسط میں روایت کی ہے اور ان میں کے بعض طرق بعض کی تائید کرتے ہیں"۔

۵۴۔ روایت کاشفی

انھوں نے رسالہ علیّہ فی الاحادیث النبویۃ میں متعدد مقامات پر مختلف انداز میں حدیث سفینہ کا ذکر کیا ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

"عاشور کے دن نوح کی کشتی کوہ جودی پر ٹھہری تھی اور اسی دن ایک اور کشتی: مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکب فیها نجا (۲) دشت کربلا میں طوفانِ بلا میں ڈوبی تھی اس مصیبت پر قیامت تک امت محمدی مغموم رہے گی"۔

انھوں نے اپنے ایک قصیدہ میں ایک شعر میں بھی حدیث سفینہ نظم کی ہے:

هم الوجه وجه الله و الجنب جنبه　　　و هم فلک نوح خاب عنه المخلف (۳)

وہ وجہ اللہ اور جب اللہ ہیں اور وہی کشتیٔ نوح ہیں جس سے تخلف زیاں بار ہے۔

انھوں نے رسالہ علیّہ کے آخر میں لکھا:

اے عزیز! بغیر راہنما کے راہ دین کو طے نہیں کر سکتے اس لئے کہ ہر قدم پر خطرہ ہے اور جو صاحب دل کی حکومت کے زیر سایہ ہے وہ پیروان نوح جیسا ہے اور پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا ہے کہ زمانے کے طوفان میں ہم اور اہلبیت نوح کی کشتی جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا ڈوبنے سے بچ گیا"۔ (۴)

۱۔ استجلاب ارتقاء الغرف، ص ۴۸۴۔۴۷۷، حدیث ۲۲۰۔۲۱۰۔

۲۔ الرسالۃ العلیۃ فی الاحادیث النبویۃ، ص ۲۹۴۔

۳۔ الرسالۃ العلیۃ فی الاحادیث النبویۃ، ص ۳۳۔

۴۔ الرسالۃ العلیۃ فی الاحادیث النبویۃ، ص ۳۷۱۔

۵۵۔ روایت سیوطی

انھوں نے اپنی کئی کتابوں میں متعدد طرق واسناد سے حدیث سفینہ کی روایت کی ہے۔ وہ درمنثور میں لکھتے ہیں:

"واخرج الحاکم عن أبی ذر رحمه الله قال: سمعت رسول الله (صلی الله علیه وسلم) یقول: مثل أهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلف عنها غرق" (۱) حاکم نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: میں (ابوذر) نے رسولؐ خدا کو کہتے سنا ہے کہ میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے تخلف کیا غرق ہوا"۔

جامع صغیر میں وہ لکھتے ہیں:

"ان مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها هلک (ک) عن ابی ذر" (۲) تم میں میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی ہلاک ہوا۔ حاکم نے اس کی ابوذر سے روایت کی ہے"۔

"جامع صغیر" ہی میں وہ لکھتے ہیں:

"مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق. البزار عن ابن عباس و عن ابن الزبیر (ک) عن ابی ذر" (۳) میرے اہلبیت سفینۂ نوح جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ ڈوب گیا۔ اس کی بزار نے ابن عباس اور ابن زبیر سے اور حاکم نے ابوذر سے روایت کی ہے"۔

"خصائص کبریٰ" میں وہ لکھتے ہیں:

۱۔ الدر المنثور، ج ۴، ص ۳۳۴، ذیل آیہ ۴۱، سورۂ ھود۔
۲۔ الجامع الصغیر، ج ۱، ص ۳۷۳، حدیث ۲۴۴۲۔
۳۔ الجامع الصغیر، ج ۲، ص ۵۳۳، حدیث ۸۱۶۲۔

"و اخرج ابو یعلی و البزار و الحاکم عن ابی ذر: سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول: ان مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها هلک" (۱) ابویعلی، بزار اور حاکم نے ابوذر سے روایت کی ہے، ابوذر کا بیان ہے کہ میں نے نبیؐ کو کہتے ہوئے سنا کہ تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منہ پھیرا ہلاک ہوا"۔

"احیاء المیت بفضل اهل البیت" میں وہ لکھتے ہیں:

"الحدیث الرابع و العشرون: اخرج البزار عن عبد الله بن الزبیر ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من ترکها غرق.

الحدیث الخامس العشرون: اخرج البزار عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق.

الحدیث السادس و العشرون: اخرج الطبرانی عن ابی ذر، سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلف عنها هلک و مثل باب حطّة فی بنی اسرائیل.

الحدیث السابع و العشرون: اخرج الطبرانی فی الاوسط عن ابی سعید الخدری: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: انّما مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق و انّما مثل اهل بیتی فیکم کمثل حطّة فی بنی اسرائیل من دخل غفر له". (۲)

۱۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۲۶۶۔
۲۔ یہ حدیثیں "احیاء المیت" کے نسخۂ کبریٰ سے منقول ہیں جس میں ساٹھ حدیثیں سیوطی نے نقل کی ہیں، اسی نام کا ایک اور نسخہ ہے جس میں چالیس حدیثیں ہیں جس کی حدیث نمبر ۲۰، ۲۱، ۲۲ حدیث سفینہ سے متعلق ہیں۔

چوبیسویں حدیث: بزار نے عبداللہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس کو چھوڑا ڈوبا۔

پچیسویں حدیث: بزار نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس سے منھ موڑا ڈوبا۔

چھبیسویں حدیث: طبرانی نے ابوذر سے روایت کی ہے، ابوذر کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا کہ میرے اہل بیت کشتیٔ نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا ہلاک ہوا، وہ ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں باب حطّہ۔

ستائیسویں حدیث: طبرانی نے معجم اوسط میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے، خدری کا کہنا ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا کہ میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے نوح کا سفینہ جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا، میرے اہلبیت تم میں بالکل ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں باب حطّہ جو اس میں داخل ہوا بخش دیا گیا۔

وہ ''نہایۃ الافضال فی تشریف الآل'' میں لکھتے ہیں:

''عن ابی ذر. رضی اللّٰہ عنہ. ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ وسلم قال: ان مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبھا نجا و من تخلّف عنھا ھلک. اخرجه الحاکم وھو صحیح''.

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: تم میں میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا ہلاک ہوا۔ اس کی حاکم (نیشاپوری) نے روایت کی ہے اور یہ صحیح حدیث ہے۔

''الاساس'' میں وہ لکھتے ہیں:

''عن عبد اللّٰہ بن الزبیر ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: مثل أھل بیتی

مثل سفینة نوح من رکبھا نجا ومن ترکھا غرق. رواہ البزار فی مسندہ، وأخرج ابن مردویه مثله من حدیث علی وابن عباس. وعن أبی ذر: سمعت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: ألا أن مثل أھل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبھا نجا ومن تخلّف عنھا غرق ومن قاتلنا فی آخر الزمان کان کمن قاتل مع الدجال. رواہ البزار وابو یعلی فی مسندیھما والطبرانی فی "الاوسط" "والحاکم وصححه".

عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: میرے اہل بیت مثل سفینۂ نوح کے ہیں جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس کو چھوڑ دیا ڈوب گیا۔ بزار نے اس حدیث کی اپنی مسند میں روایت کی ہے اور اسی کو ابن مردویہ نے (حضرت) علی اور ابن عباس سے نقل کیا ہے اور ابوذر سے مروی ہے کہ میں (ابوذر) نے نبی کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ میرے اہلبیت تم میں سفینۂ نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ڈوبا اور جس نے آخری زمانے میں ہم سے جنگ کی گویا اس نے دجال کے ہمراہ جنگ کی۔ بزار اور ابویعلی نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں اس کی روایت کی ہے اور حاکم نے اس حدیث کی روایت کرنے کے بعد اس کو صحیح کہا ہے۔

۵۶۔ روایت سمہودی

انھوں نے ''جواہر العقدین'' میں حدیث سفینہ کے لئے ایک خاص فصل قائم کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''الذکر الخامس: ذکر انھم امان الامة، و انھم کسفینة نوح علیه السلام من رکبھا نجا ومن تخلّف عنھا غرق''(۱) پانچویں فصل اس بارے میں ہے کہ اہلبیت امت کے لئے امان اور سفینۂ نوح جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا (یعنی ان کے دامن سے وابستہ ہوا) اس نے نجات پائی اور جس نے ان سے روگردانی کی غرق ہوا۔

۱۔ جواہر العقدین، ج۲، ص۱۱۹، القسم الثانی۔

نیز وہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

ابو اسحاق سبیعی نے حنش بن معتمر صنعانی سے روایت کی ہے کہ ابوذر نے کہا کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "مثل أهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلّف عنها غرق ومثل حطّة لبني اسرائيل "(میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا۔ نیز وہ ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے لئے باب حطّہ (حاکم نے ابو اسحاق سے اس حدیث کو دو طرح سے نقل کیا ہے ایک مذکورہ الفاظ میں اور دوسری کے الفاظ یہ ہیں: "ان مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح "(تم میں میرے اہل بیت مثل سفینۂ نوح کے ہیں) اس میں "و مثل حطة " کا ذکر نہیں ہے۔ اسی حدیث کو ان ہی الفاظ میں ابو یعلی نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔

طبرانی نے معجم صغیر اور معجم اوسط میں اعمش کے طریق سے ابو اسحاق سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اعمش سے صرف عبداللہ بن عبد القدوس نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ طبرانی نے "معجم اوسط" میں حسن بن عمرو فقیمی کے طریق سے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور ابو نعیم نے ابو اسحاق سے اور سماک بن حرب کے توسط سے حنش سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

ابو یعلی نے بھی ابو الطفیل کے توسط سے ابوذر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں اس حدیث کی روایت کی ہے:

"ان أهل بيتي فيكم مثل باب حطة "(تم میں میرے اہلبیت باب حطّہ جیسے ہیں)

بزار نے سعید بن میتب کے طریق سے ابوذر سے اسی طرح کی روایت کی ہے اور فقیہ ابو الحسن ابن مغازلی نے اسی طرح نقل کیا ہے مگر اس میں اس عبارت کا اضافہ ہے: "من قاتلنا آخر الزمان فكأنما قاتل مع الدجال "(جس نے آخری زمانے میں ہم سے جنگ کی گویا دجال کے ہمراہ ہو کر ہم سے جنگ کی)

ابو صہبا نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ

رسولؐ خدا نے فرمایا: "مثل أهل بيتي مثل سفينة نوح، من ركبها نجا ومن تخلّف عنها غرق "(میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس سے منہ موڑا ڈوبا) طبرانی، ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا میں اور بزار وغیرہ نے اس کی روایت کی ہے۔

فقیہ ابو الحسن ابن مغازلی نے المناقب میں بشر بن مفضل سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رشید سے سنا، انھوں نے کہا میں نے مہدی سے سنا، انھوں نے کہا کہ میں نے منصور سے سنا، انھوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور انھوں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "مثل أهل بيتي مثل سفينة نوح، من ركبها نجا" (میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی) اور عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "مثل أهل بيتي مثل سفينة نوح، من ركبها نجا ومن ترك غرق" (میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس کو چھوڑا ڈوبا) اس کی بزار نے روایت کی ہے اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں (ابو سعید) نے نبی کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"انما مثل أهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح من ركبها نجى ومن تخلّف عنها غرق. انما مثل أهل بيتي فيكم مثل باب حطّة في بني سرائيل من دخله غفر له" (تم میں میرے اہلبیت بالکل ایسے ہیں جیسے سفینۂ نوح جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا اور میرے اہلبیت تم میں بالکل ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں باب حطّہ جو اس میں داخل ہوا وہ معاف کر دیا گیا) اس حدیث کی طبرانی نے معجم صغیر اور معجم اوسط میں روایت کی ہے۔(۱)

۱۔ جواہر العقدین، ج۲، ص۱۲۳۔۱۲۰، القسم الثانی۔

۵۷۔روایت ابن حجر مکی

انھوں نے "صواعق محرقہ" کے گیارہویں باب میں جو فضائل اہلبیت سے مخصوص ہے مختلف الفاظ میں حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ مذکورہ باب کی پہلی فصل میں جس میں اہلبیت کی فضیلت میں نازل ہونے والی آیتیں ذکر کی ہیں، ساتویں آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"وجاء من طرق عديدة يقوى بعضها بعضا: "انما مثل هل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح، من ركبها نجا".وفي رواية مسلم: "ومن تخلف عنها غرق". وفي رواية هلک: "وانما مثل أهل بيتي فيكم مثل باب حطّة في بني سرائيل، من دخله غفر له". وفي رواية: "غفر له الذنوب "(۱) حدیث سفینہ متعدد طرق واسناد سے مروی ہے جن میں کی بعض بعض کی تائید کرتی ہیں اور وہ یہ ہے "انما مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا" تم میں میرے اہلبیت بالکل سفینۂ نوح جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہلاک ہوا۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت بالکل ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں باب حطّہ جو اس میں داخل ہوا بخش دیا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ گناہوں سے معاف کر دیا گیا۔

وہ اسی کتاب کے گیارہویں باب کی دوسری فصل میں لکھتے ہیں:

دوسری حدیث جس کی حاکم نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

"ان مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلّف عنها هلک. وفي رواية للبزار: عن ابن عباس وعن ابن الزبير وللحاكم عن أبي ذر أيضا: مثل أهل بيتي مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلّف عنها غرق"(۲) میرے اہلبیت تم میں ایسے ہیں جیسے نوح کا سفینہ جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات

۱۔الصواعق المحرقہ، ص۱۵۲۔ ۲۔الصواعق المحرقہ، ص۱۸۶۔

پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا نابود ہوا۔ اور بزار نے ابن عباس اور ابن زبیر سے اور حاکم نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا۔

ابن حجر مکی نے "المنح المكية بشرح القصيدة الهمزية" میں حدیث سفینہ کی صحت کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ وہ شعر: آل بيت النبي طبتم و طاب ال مدح لي فيكم و طاب الرثاء کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وصح حديث: ان مثل اهل بيتي مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلف هلک": حدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مثل ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا ہلاک ہوا۔

۵۸۔روایت متقی ہندی

انھوں نے متعدد طرق واسناد سے حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ کنز العمال کے پانچویں باب کی پہلی فصل میں لکھتے ہیں:

"ان مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلّف عنها هلک(ک)عن أبي ذر" (۱) آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت کشتی نوح کے مثل ہیں جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس سے تخلف کیا ہلاک ہوا، اس کی ابوذر سے حاکم نے روایت کی ہے۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

"مثل أهل بيتي مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلّف عنها غرق. البزار عن ابن عباس وعن ابن الزبير. (ک)عن أبي ذر" (۲) میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ڈوبا۔ اس کی بزار نے ابن عباس اور ابن زبیر سے اور حاکم نے ابوذر سے روایت کی ہے۔

۱۔کنز العمال، ج۱۲، ص۹۴، حدیث ۳۴۱۴۴۔ ۲۔کنز العمال، ج۱۲، ص۹۵، حدیث ۳۴۱۵۱۔

وہی لکھتے ہیں:

"انما مثل أهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلّف عنها هلك. ابن جرير عن أبي ذر، مثل أهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح من ركب فيها نجا ومن تخلّف عنها هلك. ومثل باب حطّة في بني أسرائيل. (طب) عن أبي ذر" (۱) آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے اہلبیت تم میں بالکل سفینۂ نوح جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی ہلاک ہوا۔ اور ابن جریر نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت بالکل ایسے ہیں جیسے نوح کا سفینہ جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس سے منہ پھیرا ہلاک ہوا اور وہ ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں باب حطہ۔ اس کی طبرانی نے ابوذر سے روایت کی ہے۔

۵۹۔روایت محمد طاہر فتنی

انھوں نے "مجمع البحار" میں مادہ "زخ" میں حدیث سفینہ نقل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

(يه) مثل أهل بيتي مثل سفينة نوح من تخلف عنها زخ به في النار. أي: وقع ورمي" نہایہ (ابن اثیر) میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے اہلبیت کشتی نوح کے مانند ہیں جس نے اس سے تخلف کیا وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

۶۰۔روایت عیدروس یمنی

شیخ بن عبداللہ بن شیخ بن عبداللہ عیدروس یمنی نے "عقد نبوی و سر مصطفوی" میں حدیث سفینہ نقل بھی کی ہے اور اس کی صحت کی تائید بھی کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"وصح حديث: ان مثل اهل بيتي مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلف

۱۔ کنزالعمال، ج۱۲، ص۹۸، حدیث ۳۴۱۷۰_۳۴۱۶۹۔

عنها هلك" صحیح حدیث میں ہے کہ میرے اہلبیت کشتی نوح جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منہ موڑا ہلاک ہوا۔

اسی کتاب میں وہ لکھتے ہیں:

"ووجه تشبيههم بالسفينة أن من أحبّهم وعظّمهم شكرا لنعمة مشرفهم صلى الله عليه وسلم وأخذاً بهدى علمائهم نجا من ظلمات المخالفات، ومن تخلف عن ذالك غرق في بحر ظلمات كفر النعم، وهلك في مفاوز الطغيان" کشتی نوح سے اہلبیت کے تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس نے اہلبیت پیغمبر سے دوستی کی اور ان کی تعظیم کی اور خدا و رسول کی دی ہوئی نعمت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کے علما کی پیروی کی اس نے ظلمت و تاریکی سے نجات پائی اور جس نے ان چیزوں سے تخلف کیا وہ ظلمت کے دریا میں غرق اور طغیان کے بیابان میں ہلاک ہو جائے گا۔

۶۱۔روایت جہرمی

کمال الدین جہرمی نے "البراہین القاطعہ ترجمہ الصواعق المحرقہ" میں ان ساری حدیثوں کا ترجمہ کیا ہے جنھیں ابن حجر مکی نے "الصواعق المحرقہ" میں نقل کیا ہے اور وہ سارے متون روایت ابن حجر مکی (شمارہ ۷۵) میں پیش کئے گئے ہیں۔

۶۲۔روایت جمال الدین محدث

انھوں نے اپنی کتاب الاربعون کے شروع میں حدیث سفینہ کا ذکر کیا ہے، وہ حضرت علیؑ کے اوصاف اس طرح بیان کر رہے ہیں:

"یہ چالیس حدیثیں مناقب امير المومنين و امام المتقين و يعسوب المسلمين و رأس الاولياء و الصديقين، ومبيّن مناهج الحق واليقين، كاسر الانصاب وهازم الاحزاب، المتصدق في المحراب، فارس ميدان الطغان والضراب، المخصوص بكرامة الاخوة والانتخاب، المنصوص عليه بانه لدار الحكمة

ومدینة العلم باب، وبفضله واصطفائه نزل الوحی ونطق الکتاب، المکنی بابی الریحانتین وابی تراب. ھو النباء العظیم وفلک نوح، و باب اللہ وانقطع الخطاب"۔

۶۳۔روایت قاری

قاری نے "مرقاۃ شرح مشکوۃ" میں حدیث سفینہ کونقل کرنے کے بعد اس کی شرح کی ہے، وہ لکھتے ہیں: ("" کے درمیان کی عبارت متن اور باقی قاری کی شرح ہے)

"عن أبی ذر" ان کا نام جندب بن جنادہ غفاری تھا، وہ عظیم المرتبت صحابی اور بہت بڑے زاہد تھے، مکہ میں بہت پہلے اسلام لائے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام لانے والوں میں پانچویں وہ تھے۔ اسلام لانے کے بعد وہ اپنے وطن واپس چلے گئے تھے اور نبیؐ کے پاس مدینہ اس وقت واپس آئے جب جنگ خندق ہو چکی تھی، پھر ربذہ میں رہے (کیونکہ وہاں حضرت عثمان نے آپ کو شہر بدر کر دیا تھا) اور خلافت عثمان میں ۳۲ھ میں انتقال کیا۔ رسول خداؐ کے مبعوث ہونے کے پہلے سے آپ خدا کی عبادت کرتے تھے، آپ سے بہت سارے صحابہ اور تابعین نے روایت کی ہے۔ "انہ قال" یعنی ابوذر نے کہا: "وھو آخذ بباب الکعبة" جبکہ کعبہ کے دروازے کو پکڑے ہوئے تھے۔ طیبی کا کہنا ہے کہ راوی اپنے اس بیان سے حدیث کی اہمیت بیان کرنا چاہ رہا تھا اور ابوذر بھی اس حدیث کی اہمیت سے آگاہ کرنا چاہ رہے تھے تب ہی تو اس جگہ (کعبہ) کا انتخاب کیا، "سمعت النبی" میں نے نبیؐ سے سنا البتہ ایک صحیح نسخے میں بجائے نبی کے "رسول اللہ" ہے کہ آپ نے فرمایا: "ألا أن مثل أھل بیتی فیکم مثل سفینة نوح" اس تشبیہ سے حضرت بتانا چاہ رہے تھے کہ ہلاکت سے بچنے کا ذریعہ اہلبیت ہی ہیں "من رکبھا نجا و من تخلّف عنھا ھلک" پس جس نے ان سے محبت کی اور ان کے فرامین پر عمل کیا اس نے دنیا و آخرت میں نجات پائی اور اگر کسی نے ایسا نہیں کیا تو وہ دونوں جہان میں ہلاک ہوا اگر چہ مال و مقام یا ان میں سے کسی کو

قربان کرے۔ "رواہ احمد" اس کی احمد نے روایت کی ہے۔ اسی طرح اس کی حاکم نے بھی روایت کی ہے مگر ان کی روایت میں لفظ "ان" نہیں ہے۔

طیبی کا بیان ہے کہ ابوذر سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جونہیں پہچانتا وہ پہچان لے، میں ابوذر ہوں میں نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا ہے: "الا ان مثل اھل بیتی ...." ابوذر کا یہ کہنا کہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جونہیں پہچانتا وہ پہچان لے میں ابوذر ہوں اس سے وہ اپنے سچے اور موثق ہونے کو بتانا چاہ رہے تھے تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ حدیث اتنی صحیح ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے اور یہ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف ہے جس کی عبداللہ بن عمرو بن عاص نے روایت کی ہے کہ میں (عبداللہ) نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "لا اظلت الخضراء و لا اقلت الغبراء اصدق من ابی ذر" نہ آسمان نے کسی پر سایہ کیا نہ ہی زمین نے کسی کا بوجھ اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو اور دوسری روایت میں ہے کہ ابوذر سے زیادہ نہ کوئی سچا ہے نہ ہی اس سے زیادہ کوئی باوفا، وہ عیسی بن مریم سے زیادہ مشابہ ہے، اسی کو سن کر عمر بن خطاب نے جل کر پوچھا تھا کہ اے رسولؐ خدا کیا اس طرح آپ انھیں پہچنوا رہے ہیں؟ جواب دیا میں اسی طرح اس کو پہچنواتا ہوں تم بھی اس کو اسی طرح پہچانو! اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور صغانی نے کشف الحجاب میں اس کو حسن کہا ہے۔(۱)

۶۴۔روایت مناوی

انھوں نے "کنوز الحقائق" میں ان حدیثوں میں حدیث سفینہ نقل کی ہے جو میم سے شروع ہوتی ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"مثل عترتی کسفینة نوح من رکب فیھا نجا" (ثعلبی).(۲)

۱۔المرقاۃ فی شرح المشکوۃ، ج۱۰، ص۵۵۲، شرح حدیث ۶۱۸۳.

۲۔کنوز الحقائق برحاشیہ جامع الصغیر، ج ۲، ص ۸۹.

میری عترت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی۔ اس کی ثعلبی نے روایت کی ہے۔

۶۵۔ روایت مجددسہرندی

انھوں نے رسالہ کلامیہ کے خاتمہ میں حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"و عن أبی ذر انہ قال وھو آخذ بباب الکعبۃ: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ألا أن مثل أھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تخلّف عنھا ھلک".

ابوذر نے درکعبہ پکڑ کے کہا: میں نے نبیؐ کو فرماتے سنا ہے: آگاہ ہو جاؤ تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس کو چھوڑا ہلاک ہوا۔

۶۶۔ روایت محمد صالح ترمذی

انھوں نے مناقب مرتضوی میں حدیث سفینہ نقل کرنے کے بعد اس کا فارسی ترجمہ کیا ہے، وہ اس کتاب کے دوسرے باب میں لکھتے ہیں:

نبیؐ نے فرمایا: "ألا ان مثل أھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تخلّف عنھا ھلک" (۱) مسند احمد بن حنبل، مشکوۃ، شرف النبوۃ اور ہدایۃ السعداء میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے درکعبہ پکڑ کے کہا کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں میرے اہلبیت کی مثال ایسی ہے جیسے نوح کا سفینہ جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے روگردانی کی ہلاک ہوا۔

۱۔ مناقب مرتضوی، ص۱۰۰۔

۶۷۔ روایت احمد بن فضل مکی

انھوں نے متعدد طرق و اسناد سے اپنی کتاب "وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل" میں حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "مثل أھل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تخلّف عنھا غرق" (میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا) اس حدیث کو ملا نے اپنی "سیرت" میں اور طبرانی، ابونعیم اور بزار وغیرہ نے نقل کیا ہے اور ابوالحسن مغازلی نے "المناقب" میں بشر بن فضل کے طریق سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا میں (بشر) نے رشید کو کہتے ہوئے سنا، انھوں نے کہا میں نے مہدی کو کہتے ہوئے سنا، انھوں نے کہا میں نے منصور کو کہتے ہوئے سنا، انھوں نے کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "مثل أھل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تأخّر عنھا ھلک" (میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے پیچھے رہا ہلاک ہوا)۔

ابن زبیر سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

"مثل أھل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبھا سلم و من ترکھا غرق" اس کی بزار نے روایت کی ہے اور علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "مثل أھل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تعلّق بھا فاز و من تأخّر عنھا زخّ فی النار" (میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جو اس سے وابستہ ہوا کامیاب ہوا اور جو اس سے پیچھے رہا وہ واصل جہنم ہوا) اس کی ابن سری نے روایت کی ہے۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں (ابوذر) نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا:

"مثل أهل بیتی مثل فیکم سفینة نوح فی قومه من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق و مثل حطّة بنی اسرائیل " (میرے اہلبیت تم میں ایسے ہیں جیسے قوم نوح میں سفینۂ نوح جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا اور ان کی مثال بنی اسرائیل کے باب حطّہ کی ہے) اس کی حاکم نے روایت کی ہے۔

ابویعلی نے ابوالطفیل کے توسط سے ابوذر سے جس حدیث کی روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

"ان مثل أهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکب فیها نجا و من تخلّف عنها غرق وأن مثل أهل بیتی فیکم مثل باب حطّة " (میرے اہلبیت کی مثال تم میں کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا۔ اور میرے اہلبیت کی مثال تم میں باب حطّہ کی سی ہے) ابوالحسن ابن مغازلی نے روایت کی ہے مگر اس میں اتنا اضافہ ہے: "ومن قاتلنا آخر الزمان فکانّما قاتل مع الدجال" (جس نے آخری زمانے میں ہم سے جنگ کی اس نے گویا دجال کے ہمراہ جنگ کی)۔

ابوسعید خدری نے کہا کہ میں (ابوسعید) نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا:

"انما مثل أهل بیتی فیکم کمثل سفینة نوح من رکب فیها نجا و من تخلّف عنها غرق و انما مثل أهل بیتی فیکم مثل باب حطّة فی بنی اسرائیل من دخله غفر له" (تم میں میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے نوح کا سفینہ جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا۔ اسی طرح تم میں میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں باب حطّہ جو اس میں داخل ہوا بخش دیا گیا) اس کی طبرانی نے معجم اوسط اور معجم صغیر میں روایت کی ہے۔

۶۸۔ روایت عبدالحق دہلوی

انھوں نے رسالہ "تحقیق الاشارة الی تعمیم البشارة" میں حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"ان مثل أهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها هلک. رواه الحاکم فی "المستدرک" و ابن جریر عن ابی ذر. و فی روایة البزار عن ابن عباس و

ابن الزبیر رضی اللّٰه عنه غرق بدل هلک" (آنحضرتؐ نے فرمایا:) تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا ہلاک ہوا۔ اس کی حاکم نے المستدرک میں اور ابن جریر نے ابوذر سے روایت کی ہے اور جس حدیث کی بزار نے ابن عباس اور ابن زبیر سے روایت کی ہے اس میں لفظ "هلک" (ہلاک) کے بجائے لفظ "غرق" (ڈوبا) آیا ہے۔

نیز وہ "اللمعات فی شرح المشکاة" میں حدیث سفینہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

"قوله: وهو آخذ بباب الکعبة، و زاد فی روایة: و هو ای ابوذر یقول: من عرفنی فانا من قدعرفنی و من انکرنی فانا ابوذر ای المشهور بصدق اللهجة، تلمیحا الی قوله ما اظلت الخضراء و لا اقلت الغبراء علی اصدق لهجة من ابی ذر" (۱)

ابوذر نے در کعبہ پکڑ کر حدیث سفینہ بیان کی تھی اور اس کو بیان کرنے سے پہلے اپنا یوں تعارف کرایا تھا: جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے، میں ابوذر ہوں جس کی سچائی زبان زدِ خاص وعام ہے اس سے حضرتؐ کے اس ارشاد کی طرف بھی لوگوں کے ذہنوں کو متوجہ کرانا تھا کہ نہ آسمان نے کسی پر سایہ کیا نہ ہی زمین نے ایسے کا بوجھ اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔

نیز وہ "اشعة اللمعات ترجمہ مشکوة" میں لکھتے ہیں:

ابوذر نے در کعبہ پکڑ کر کہا کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا: "ألا ان مثل أهل بیتی مثل سفینة نوح" آگاہ ہو جاؤ میرے اہلبیت کی داستان کشتی نوح کے داستان کے مانند ہے "من رکبها نجا" جو اس پر سوار ہوا کامیاب ہوا۔ "و من تخلف عنها هلک" ؛ اور جو اس سے پیچھے رہا اور اس پر سوار نہ ہوا ہلاک ہوا۔ "رواه احمد" ؛ اس کی احمد نے روایت کی ہے۔

۱۔ اللمعات فی شرح المشکوٰة و اشعة اللمعات، ج۲، ص۷۰۰۔

نیز وہ "رجال مشکوٰۃ" میں حالات جناب فاطمہؑ میں لکھتے ہیں:

"و فضائل فاطمة كثيرة لا تعد و لا تحصىٰ، منها ما جاء مجملا في عنوان أهل البيت، مثل قوله صلى الله عليه وسلم: أن مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك. وزاد في رواية: و مثل باب حطة"

فاطمہ کے فضائل اتنے زیادہ ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا، ان ہی میں وہ فضیلت بھی ہے جو اہلبیت کے عنوان سے بیان ہوئی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی ہلاک ہوا۔ اور ایک روایت میں اس فقرہ کا بھی اضافہ ہے: ان کی مثال باب حطّہ کی ہے۔

دہلوی نے رسالہ "مناقب اہلبیت" میں اپنی ایک نظم میں حدیث سفینہ کو یوں بیان کیا ہے:

غریق گنہ را بوی التجا،
چو کشتی نوح، ان رکب قد نجا

غریق گناہ کو ان ہی (اہلبیتؑ) سے امید ہے جو کشتی نوح جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی۔

۶۹۔ روایت عزیزی

انھوں نے سراج منیر شرح جامع صغیر میں حدیث سفینہ نقل کرنے کے بعد اس کی اس طرح شرح کی ہے: ("۔۔۔" کے درمیان کی عبارت متن اور باقی عزیزی کی شرح ہے):

"انّ مثل أهل بيتي" (میرے اہل بیتؑ) کہ اہلبیت سے مراد علی و فاطمہ اور ان کے دو بیٹے (حسنینؑ) ہیں "فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك" (تم میں سفینۂ نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا ہلاک ہوا) مناوی کا بیان ہے کہ اہلبیت سے وابستہ ہو کر ہی امت کو نجات

ملے گی، یہ تھا مناوی کا بیان، لیکن ہو سکتا ہے کہ حدیث کی مراد اہلبیت کا اکرام، ان کے احترام اور ان کے فرامین کی پیروی کی ترغیب دلانی ہو" ک "اس حدیث کو حاکم نے ابوذر سے نقل کیا ہے۔(۱)

نیز عزیزی لکھتے ہیں:

"انّ مثل أهل بيتي" (میرے اہلبیت کی مثال) اور ایک روایت میں اس کے بعد "فيكم" (تم میں) ہے "مثل سفينة نوح" (سفینۂ نوح کی ہے) ایک روایت میں اس کے بعد "في قومه" (قوم نوح میں) ہے "من ركبها نجا و من تخلّف عنها غرق" (جو اس پر سوار اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ڈوبا) مناوی کا بیان ہے کہ علما کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ہر زمانے میں اہلبیت ہی میں سے کوئی ایک قطب الاولیا ہوگا "البزار عن ابن عباس و عن ابن الزبير، (ک) عن ابي ذر و قال صحيح" اس حدیث کی بزار نے ابن عباس اور ابن زبیر سے روایت کی ہے اور حاکم نے ابوذر سے روایت کرنے کے بعد اس کے صحیح ہونے کا اعتراف کیا ہے۔(۲)

۷۰۔ روایت شلی

محمد بن ابی بکر شلی نے "مشرع روی" میں "فضل اهل البيت" کے عنوان کے تحت متعدد الفاظ میں حدیث سفینہ کی روایت کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"و قال صلى الله عليه وسلم: مثل اهل بيتي فيكم كسفينة نوح في قومه من ركبها نجا و من تخلّف عنها غرق و مثل حطّة لبني اسرائيل. و قال صلى الله عليه وسلم: ألا أنّ مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركب فيها

۱۔ السراج المنیر فی شرح الجامع الصغیر، ج۲، ص۱۷۔
۲۔ السراج المنیر فی شرح الجامع الصغیر، ج۳، ص۲۷۹۔

نجا و من تخلّف عنها غرق. و قال صلی اللّٰه علیه وسلم: انّ مثل أهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق و انّ مثل أهل بیتی فیکم مثل باب حطة. و قال صلی اللّٰه علیه وسلم: مثل أهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق. و فی روایة: و من تأخّر عنها هلک. و قال صلی اللّٰه علیه وسلم: مثل أهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا. و قال صلی اللّٰه علیه وسلم: مثل أهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها سلم و من ترکها غرق. و قال صلی اللّٰه علیه وسلم: انّما مثل أهل بیتی فیکم کمثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق و انّما مثل اهل بیتی فیکم مثل باب حطّة فی بنی اسرائیل من دخله غفر له" (۱)

تم میں میرے اہلبیت ایسے ہیں جیسے قوم نوح میں سفینۂ نوح جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منہ موڑا ڈوبا اور ان کی مثال بنی اسرائیل میں باب حطّہ کی ہے۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا نیز تم میں میرے اہلبیت کی مثال باب حطّہ کی ہے۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مثل ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے روگردانی کی ڈوبا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو اس سے پیچھے رہا ہلاک ہوا۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے اہلبیت کشتی نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے اہلبیت سفینۂ نوح جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا وہ (بلاؤں) سے بچ گیا اور جس نے اس کو چھوڑا ڈوبا۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: تم

۱۔ المشرع الروی، ج۱، ص۱۲۔

میں میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے نوح کا سفینہ جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا اور تم میں میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں باب حطّہ جو اس میں داخل ہوا وہ بخش دیا گیا۔

شلی نے اسی کتاب میں نظم میں بھی حدیث سفینہ پیش کی ہے۔

۷۱۔ روایت مغربی

محمد بن سلیمان مغربی نے "جمع الفوائد" میں حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ اس کتاب کے باب "مناقب اهل البیت" میں لکھتے ہیں:

"ابن زبیر، رفعه: مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من ترکها غرق. البزار زاد فی الاوسط: نجا. و انّما مثل اهل بیتی فیکم مثل باب حطّة فی بنی اسرائیل من دخله غفر له" (۱) ابن زبیر سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہلبیت کشتی نوح کے مثل ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس کو چھوڑا ڈوبا اس کی بزار نے روایت کی ہے اور معجم اوسط میں اس کا اضافہ ہے: تم میں میرے اہلبیت بالکل ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں باب حطّہ جو اس میں داخل ہوا بخش دیا گیا۔

۷۲۔ روایت شیخانی قادری

محمود شیخانی قادری نے "صراط سوی فی مناقب آل النبی" میں متعدد طرق و اسناد سے حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"واعلم أن أهل البیت امان للامة وأنهم کسفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق" آگاہ ہو جاؤ کہ اہلبیتؑ ہی امت کے لئے امان اور سفینۂ نوح جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا۔

۱۔ جمع الفوائد، ج۲، ص۵۷۹، حدیث ۱۵۔۹۰۱۴۔

نیز وہ ''صراط سوی'' میں لکھتے ہیں:

''و عن ابی ذر. رضی اللّٰہ عنہ. سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: مثل أھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح فی قومہ من رکبھا نجا و من تخلّف عنھا غرق و مثل حطّۃ لبنی اسرائیل. اخرجہ الحاکم. ھذا فی لفظ و فی لفظ آخر: ألا انّ مثل أھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح. و زاد فی روایۃ ابی الحسن المغازلی: و من قاتلنا آخر الزمان فکانما قاتل مع الدجال. و عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ: سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: انّما مثل اھل بیتی فیکم کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تخلّف عنھا غرق و انّما مثل اھل بیتی فیکم مثل باب حطّۃ فی بنی اسرائیل من دخلہ غفر لہ الذنوب. کما فی روایۃ'' ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں (ابوذر) نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے کہ تم میں میرے اہلبیت کی مثال ایسی ہے جیسے قوم نوح میں ان کی کشتی جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا، وہ (اہلبیتؑ) ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے لئے باب حطّہ۔ اس کی حاکم نے روایت کی ہے اور حاکم ہی نے ان لفظوں میں بھی (حدیث سفینہ کی) روایت کی ہے کہ آگاہ ہو جاؤ! تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے۔ اور ابوالحسن مغازلی نے اس میں اس فقرے کو بھی نقل کیا ہے کہ جس نے آخری زمانے میں ہم سے جنگ کی اس نے دجال کے ساتھ جنگ کی۔ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں (خدری) نے نبیؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں میرے اہلبیت بالکل ایسے ہیں جیسے نوح کی کشتی جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منہ موڑا ڈوبا، تم میں میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں باب حطّہ جو اس میں داخل ہوا اس کے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

نیز قادری نے اسی کتاب میں منصور دوانقی کے حالات میں لکھا:

''و من روایۃ المنصور و عدم العمل بھا أنہ کان یقول فی اکثر مجالسہ:

حدثنی أبی عن ابیہ عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: مثل أھل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکب فیھا نجا و من تأخر عنھا ھلک'' منصور کی روایتوں میں جس پر اس نے عمل نہیں کیا اور اس کو کئی اپنی نشستوں میں بیان کرتا تھا یہ ہے کہ مجھ (منصور) سے میرے باپ نے بیان کیا، انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال کشتیِ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے پیچھے رہا ہلاک ہوا۔

۷۳۔ روایت سہارنپوری

حسان الدین سہارنپوری نے مرافض میں ابوذر سے منقول حدیث سفینہ ان حدیثوں کے ضمن میں نقل کی ہے جو اہلبیت کی شان میں بیان ہوئی ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''وعن ابی ذر أنہ قال وھو آخذ بباب الکعبۃ: سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: ألا!أن مثل أھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تخلّف عنھا ھلک. رواہ احمد'' ابوذر نے درِ کعبہ پکڑ کر کہا میں (ابوذر) نے نبیؐ کو فرماتے سنا ہے: آگاہ ہو جاؤ تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے، جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس سے منہ موڑا ہلاک ہوا، اس کی احمد نے روایت کی ہے۔

۷۴۔ روایت بدخشانی

مرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی نے اس کتاب میں جس میں صرف صحیح حدیثیں نقل کی ہیں یعنی ''نزل الابرار بما صح فی مناقب اھل البیت الاطھار'' میں حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''و أخرج احمد و ابن جریر والحاکم عن أبی ذر (رض) انہ قال وھو آخذ بباب الکعبۃ: سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: ألا!أن مثل أھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تخلّف عنھا ھلک. و فی روایۃ

اخری عند الحاکم: غرق، بدل هلک، و هو عند البزار عن عبد اللّٰه بن عباس و عبد اللّٰه بن الزبیر رضی اللّٰه عنهما". احمد، ابن جریر اور حاکم نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ انھوں (ابوذر) نے درکعبہ پکڑ کر کہا کہ میں نے نبیؐ کو فرماتے ہوئے سنا: آگاہ ہوجاؤ! تم میں میرے اہلبیت کی مثال کشتیٔ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منہ موڑا ہلاک ہوا۔ اور حاکم کی دوسری روایت میں "غرق" (ڈوبا) کے بجائے "هلک" (ہلاک ہوا) ہے اور اسی کی بزار نے عبداللہ بن عباس اور عبداللہ ابن زبیر سے روایت کی ہے۔

بدخشانی نے "مفتاح النجا" میں بھی متعدد طرق سے حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ اس کتاب کے پہلے باب کی دوسری فصل میں لکھتے ہیں:

"و أخرج الامام ابو عبد اللّٰه احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی المروزی البغدادی فی مسنده، و الامام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری فی "تهذیب الآثار "والحاکم فی "المستدرک "عن ابی ذر (رضی اللّٰه عنه)انه قال وهو آخذ بباب الکعبة: سمعت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: ألا انّ مثل أهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها هلک. و عند الطبرانی فی الکبیر عنه: مثل أهل بیتی فیکم کمثل سفینة نوح فی قوم نوح من رکب فیها نجا و من تخلّف عنها هلک و مثل باب حطّة فی بنی اسرائیل. و اخرج الحافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار البصری عن عبد اللّٰه بن عباس و عبد اللّٰه بن الزبیر و الحاکم عن ابی ذر، قالوا: قال رسول اللّٰه (ص): مثل أهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق". امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی مروزی بغدادی نے اپنی مسند میں، امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے تہذیب الآثار میں اور حاکم نے المستدرک میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے درکعبہ پکڑ کر کہا: میں (ابوذر) نے نبیؐ کو

فرماتے سنا کہ تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے منہ موڑا نابود ہوا اور طبرانی نے معجم کبیر میں ابوذر سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت کی مثال قوم نوح میں سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے تخلف کیا ہلاک ہوا اور ان کی مثال بنی اسرائیل میں باب حطّہ کی ہے۔ اور حافظ ابوبکر احمد بن عبدالخالق بزار بصری نے عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر سے اور حاکم نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال کشتیٔ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منہ موڑا ڈوبا۔

بدخشانی نے "مفتاح النجا" کے شروع میں بڑے اعتماد سے لکھا:

"اما بعد، فلا یخفیٰ انّه لیس لنجاة العقبیٰ ذریعة اقوی من محبة آل المصطفی -علیه من الصلوات ما هو الازکی و من التحیات ما هو الاصفی- لأن اللّٰه عزوجل أوجب محبتهم علی کل مومن مخلص و موقن خالص حیث قال: قل لا أسئلکم علیه أجراً الا المودة فی القربی، وأ وصی النبی (ص) فیهم کل مومن من جن و انس وملک. و قال: مثل أهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها هلک"

واضح رہے کہ آخرت میں نجات کا سب سے بہترین و مضبوط ترین ذریعہ آل محمد سے محبت ہے، اس لئے کہ اللہ نے ان ہی کی محبت ہر مومن پر واجب کی اور فرمایا: اے نبی آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے اجر رسالت کچھ نہیں چاہتا سوائے میرے قرابتداروں کی محبت کے۔ اور نبیؐ نے تمام صاحبان ایمان جن وانس وملک کو وصیت کی کہ تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس سے تخلف کیا نیست و نابود ہوا۔

بدخشانی کا یہی لب ولہجہ "تحفۃ المحبین" کے شروع میں بھی نظر آتا ہے:

"اما بعد، فلایخفی علی أولی النهی أن محبة آل النبی و اصحابه جزء

للایمان، و تعظیم ھؤلاء الکرام رکن عظیم للأیقان فانه صلی اللّٰه علیه وسلم حث علی ولائھم و دعا بالخیبة والخسار لأعدائھم، حیث قال: مثل أھل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبھا نجا و من تخلّف عنھا ھلک".

صاحبان خرد پر یہ بات واضح ہے کہ نبیؐ کی آلؑ اور آپ کے (خاص) اصحاب کی محبت ایمان کا جزاوران کی تعظیم ایقان کا عظیم رکن ہے اسی لئے آنحضرتؐ نے ان سے محبت ودوستی کی ترغیب وتشویق دلائی اوران کے دشمنوں سے وابستہ ہونے میں گھاٹے کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: تم میں میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جواس پر سوار ہوااس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منہ موڑا ہلاک ہوا۔

۷۵۔روایت محمد صدر عالم

محمد صدر عالم نے "معارج العلی" میں ابوذر، ابن عباس اور ابن زبیر سے حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ اہلبیت کی شان میں نازل ہونے والی چوتھی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"واخرج احمد و الحاکم عن ابی ذر و البزار عن ابن عباس و ابن الزبیر ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: انّ مثل أھل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبھا نجا و من تخلّف عنھا ھلک"

اور احمد اور حاکم نے ابوذر سے اور بزار نے ابن عباس اور ابن زبیر سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت کشتی نوح کے مانند ہیں جواس پر سوار ہوااس کو نجات ملی اور جس نے اس سے روگردانی کی ہلاک ہوا۔

۷۶۔روایت شاہ ولی اللہ دہلوی

شاہ صاحب کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی نے رسالہ "مقدمۂ سنیہ" میں حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ اس میں لکھتے ہیں:

"و عن ابی ذر قال وھو آخذ بباب الکعبة: سمعت النبی صلی اللّٰه علیه

وسلم یقول: ألا! ان مثل أھل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبھا نجا و من تخلف عنھا غرق".

ابوذر سے مروی ہے کہ انھوں نے در کعبہ پکڑ کے کہا کہ میں نے نبیؐ کو کہتے ہوئے سنا کہ: آگاہ ہوجاؤ تم میں میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جواس پر سوار ہوااس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا۔

وہی قرۃ العینین میں فضائل علی میں چند حدیثیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وقال: مثل أھل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبھا نجا و من تخلّف عنھا غرق و مثل حطّة لبنی اسرائیل. اخرج الحاکم ھذه الاحادیث کلھا فی المستدرک" (۱)

نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جواس پر سوار ہوااس کو نجات ملی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا، وہ ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے لئے باب حطّہ۔ ان ساری حدیثوں کی حاکم نے مستدرک علی الصحیحین میں روایت کی ہے۔

شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ ان کے والد (شاہ ولی اللہ دہلوی) حدیث سفینہ کو صحیح سمجھتے تھے، چنانچہ وہ اپنے اس رسالہ میں جس میں اپنے والد کے عقائد بیان کئے ہیں لکھتے ہیں:

دوسری فصل آپ (شاہ ولی اللہ) کے اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عقیدے کے بارے میں ہے۔ پس جاننا چاہئے کہ ان حضرات پر اعتقاد رکھنے کے دو مرتبے ہیں: پہلا مرتبہ جو شیعہ اور سنی کی نظروں میں متفق علیہ ہے اور وہ ایمان کے لئے ضروری اور اسلام کا رکن ہے اور اس میں خواص وعوام شریک ہیں کہ اگر اس میں کوئی شخص کوتاہی کرے تو خوارج ونواصب میں سے ہوجائے اور دائرہ اسلام وایمان سے خارج ہوجائے جس سے خدا سے پناہ مانگتے ہیں، یہ ہے

۱۔قرۃ العینین، ص۱۲۰۔

کہ ان حضرات (اہلبیتؑ) سے محبت کرنے کو اسی طرح فرض سمجھے جس طرح پیغمبر پر ایمان رکھنے کو سمجھتا ہے اور ان (اہلبیتؑ) سے دشمنی اختیار کرنے کو اسی طرح حرام سمجھے جس طرح کفر اختیار کرنے کو حرام سمجھتا ہے، ان حضرات (اہلبیتؑ) کو یقیناً اہل بہشت میں سے سمجھے اور ان کی تعظیم وتوقیر کرے۔ اس مرتبہ کو آپ (شاہ ولی اللہ) نے اپنے ''رسالہ حسن العقیدہ'' میں بیان کیا ہے جس میں انھوں نے اپنے عقائد بیان کئے ہیں اور ان پر خدا، ملائکہ اور جن وانس کو شاہد قرار دیا ہے اور اس کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے: "نشهد بالجنة و الخير لفاطمة والحسن والحسين رضی الله عنهم و نوقّرهم و نعترف بعظم محلّهم في الاسلام" یعنی بہشت کے وجود اور فاطمہ زہرا اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کی تعظیم وتوقیر کرنے کی ہم گواہی دے رہے ہیں اور ان (اہلبیتؑ) کے اسلام کی عظیم شخصیت ہونے کا اعتراف کر رہے ہیں کہ اس مرتبہ کا لازمہ یہ ہے کہ ان حضرات (اہلبیتؑ) کے دشمنوں سے بغض رکھنا چاہئے۔ اس بات کو انھوں (شاہ ولی اللہ دہلوی) نے اپنے عقیدہ "اطيب النغم فی مدح سيد العرب و العجم" میں نظم کیا ہے اور پھر فارسی میں اس کی شرح کی ہے۔ اپنی بات کو انھوں نے اس طرح پیش کیا ہے: "و آل رسول الله لازال امرهم، قويما على ارغام انف النواصب" یعنی آل رسول نے ہمیشہ نواصب کی ناک خاک میں ملائی ہے۔ بندہ ضعیف (مؤلف تحفہ) کہتا ہے کہ زبان عرب میں ناک کو زمین پر رگڑنا ذلت وخواری کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور نواصب اس فرقہ کو کہتے ہیں جو اہلبیت سے دشمنی رکھتا ہے، لہٰذا اس بیت میں اہلبیت سے اظہار تولا بھی ہے اور ان کے دشمنوں کے لئے بددعا اور ان پر تبرا بھی ہے۔ اس اعتقاد کا ضمیمہ یہ ہے کہ ان حضرات (اہلبیتؑ) کے مناقب جو آیات واحادیث سے ثابت ہیں انھیں اپنی کتابوں میں بیان کیا جائے کہ اس پر انھوں (شاہ ولی اللہ دہلوی) نے اس طرح عمل کیا کہ کم ہی نے ایسا کیا ہوگا۔ اگر ان کے اس کارنامے کو بیان کیا جائے تو اس کے لئے کئی جلدوں میں کتاب درکار ہے۔ اور اگر کوئی شخص اطمینان حاصل کرنا چاہتا ہے تو ان کی کتاب ''ازالۃ الخفاء'' اور ان کی دوسری تصنیفات کا

مطالعہ کرے۔ اس سلسلے کی چند باتیں بطور نمونہ پیش کی جارہی ہیں۔ وہ ''مقدمہ سنیہ'' میں جس کو مدینہ منورہ میں تصنیف کیا تھا لکھتے ہیں: اس رسالہ کو ذکر خیر پر کہ وہ مناقب اہلبیت رضی اللہ عنہم ہے ختم کرتا ہوں۔ اس کے بعد انھوں نے ان حضرات (اہلبیتؑ) کے مناقب بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں کہ ان ہی میں یہ ہے کہ آیہ تطہیر اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اس بات کو انھوں نے احادیث کی روشنی میں ثابت کیا ہے اور کہا ہے کہ رجس سے مراد گناہ اور شرک ہیں اور یہ حضرات (اہلبیتؑ) گناہ وشرک سے پاک تھے۔ آیہ مباہلہ اور دیگر آیات کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیتیں اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ نیز حدیث "انی تارک فيكم الثقلين..." (میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب خدا اور دوسری میری عترت واہلبیت) حدیث "انا حرب لمن حاربهم و سلم لمن سالمهم" (جس نے ان (اہلبیتؑ) سے جنگ کی اس سے میں جنگ کروں گا اور جس نے ان سے صلح کی اس سے میں صلح کروں گا) حدیث: "ألا أن مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك" (آگاہ ہو جاؤ تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ہلاک ہوا) اور اس جیسی اور بہت سی حدیثوں کے بارے میں کہا ہے کہ یہ اہلبیت کے بارے میں ہیں''۔

۷۷۔ روایت حنفی

محمد بن سالم بن احمد بن احمد حنفی نے حاشیہ جامع صغیر میں حدیث سفینہ کی شرح کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"قوله: من ركبها نجا... اى من ركب سفينة نوح نجا.... فكذلك من تمسك باهل بيته صلى الله عليه وسلم نجا بمعنى الاقتداء بهم أن كانوا علماء، و الا فبمعنى اعتقادهم و احترامهم و محبتهم"(۱) یعنی جس طرح کشتی

۱۔ حاشیہ الجامع الصغیر، ج۲، ص۱۷۔

نوح پر سوار ہونے والوں نے نجات پائی تھی اسی طرح اہلبیت کے ساتھ تمسک اختیار کرنے والے نجات پائیں گے، جس کے معنی یہ ہیں کہ ان اہلبیت میں جو عالم ہیں ان کی اقتدا کی جائے اور جو عالم نہیں ہیں ان کا احترام کیا جائے اور ان سے محبت کی جائے۔

انھوں نے اسی کتاب میں دوسری جگہ پر بھی ایسی بات کہی ہے۔

۷۸۔روایت امیر صنعانی

محمد بن اسماعیل امیر صنعانی نے "الروضۃ الندیہ" میں کئی مستند کتابوں سے حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ اس شعر: "فغدت عترته من اجلها، عتر المختار نصا نبويا" (روایت پیغمبرؐ کے مطابق خاندان پیغمبرؐ آپ کی وجہ سے منتخب ہوا تھا) کی شرح میں لکھتے ہیں:

"و اهلبيته عليهم السلام هم السفينة المشار اليها فيما اخرجه الحاكم فى مستدركه من حديث ابى ذر الغفارى (رضى الله عنه) عنه (صلعم): مثل أهل بيتى فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك. وأخرج الملّا فى سيرته من حديث ابن عباس: مثل أهل بيتى كسفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها غرق. وأخرج ابن السرى من حديث على عليه السلام، قال: قال رسول الله صلعم: مثل أهل بيتى كسفينة نوح من ركبها نجا و من تعلق بها فاز و من تخلّف عنها زخ به فى النار. افاده المحب فى الذخائر".

جن اہلبیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہی نجات کی کشتی ہیں جیسا کہ حاکم نے المستدرک علی الصحیحین میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت کشتی نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا نابود ہوا اور ملا نے اپنی سیرت میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس

نے اس سے منہ موڑا ڈوبا۔ اور ابن سری نے علی سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مثل ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے وابستہ ہوا کامیاب ہوا اور جس نے اس سے منہ موڑا واصل جہنم ہوا۔ اس کو محب الدین طبری نے "ذخائر العقبی" میں نقل کیا ہے۔

۷۹۔روایت صبان

محمد بن علی صبان نے "اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفی وفضائل اہلبیتہ الطاہرین" میں حدیث سفینہ نقل کی ہے اور اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ محدثین کی ایک جماعت نے کئی صحابہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ وہ اس کتاب کے دوسرے باب میں لکھتے ہیں:

"وروى جماعة من اصحابة السنن عن عدة من الصحابة ان النبى صلى الله عليه وسلم قال: مثل اهل بيتى فيكم كسفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك. و فى رواية غرق. و فى اخرى: زخّ فى النّار. و فى اخرى عن ابى ذر زيادة: و سمعته يقول: اجعلوا أهل بيتى منكم مكان الرأس من الجسد، و مكان العينين من الرأس،(فأن الجسد لا يهتدى الا بالرأس. صح. ظ) و لا يهتدى الرأس الا بالعينين". (۱)

محدثین کی ایک جماعت نے کئی صحابہ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا ہلاک ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ڈوبا تو دوسری روایت میں ہے کہ وہ واصل جہنم ہوا۔ اور ابوذر سے مروی روایت میں اس کا اضافہ ہے کہ تم میں میرے اہلبیت کو وہی حیثیت حاصل ہے جو سر کو بدن پر اور آنکھوں کو سر پر حاصل ہے کیونکہ بغیر سر کے بدن اور بغیر آنکھوں کے سر بیکار ہوتے ہیں۔

۱۔اسعاف الراغبین برحاشیہ نورالابصار، ص۸۶.

۸۰۔ روایت زبیدی

محمد مرتضی زبیدی نے تاج العروس میں مادہ زخ میں حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ اس لفظ کے معنی بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"و فی الحدیث: مثل أهل بیتی مثل سفینة نوح من تخلّف عنها زخ به فی النار، ای دفع و رمی" حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جس نے اس سے منہ موڑا جہنم میں ڈالا گیا۔ "زخ" کے معنی ڈھکیلنے اور پھینکنے کے ہیں۔

۸۱۔ روایت عجیلی

احمد بن عبدالقادر بن بکری عجیلی نے ذخیرۃ المآل میں درج ذیل اسلوب میں حدیث سفینہ کا ذکر کیا ہے اور کتاب کا آغاز اس طرح کیا ہے:

"بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، الحمد للّٰہ الذی جعل اهل البیت کسفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها اهلکه الغرق" شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ ساری تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے اہلبیت کو سفینۂ نوح جیسا بنایا جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منہ موڑا ڈوب کر ہلاک ہوا۔

الف: آلؐ رسول کی اس طرح توصیف کرتے ہیں:

"و هم سفینة النجاة، و حبل الاعتصام، و قرناء کتاب اللّٰه الی ورود الحوض، و قدحث صلی اللّٰه علیه و آله وسلم علی التمسک بهم، و رکوب سفینتهم، والاخذ بهدیهم، و تقدیمهم، والتعلم منهم، و حاشاه ان یأمر بالتمسک بحبل مقطوع، او رکوب سفینة مخروقة، او باخذ هوی مبتدع، أو تقدیم ضال، أو تعلّم من مخالف لسنته".

اہلبیت کشتیِ نجات، مضبوطی سے پکڑنے والی رسی اور حوض کوثر تک قرآن کے ساتھ رہنے

والے ہیں۔ رسول خداؐ نے ان کے ساتھ تمسک کرنے، ان کی کشتی پر سوار ہونے، ان سے ہدایت حاصل کرنے، ان کو مقدم رکھنے اور ان سے کسب علم کرنے کی ترغیب و تشویق کی ہے، اور بعید ہے کہ حضرتؐ ٹوٹ جانے والی رسی، ڈوب جانے والی کشتی اور ہوائے نفس کے اسیر کے ساتھ تمسک کا حکم دیں یا آپ گمراہ کو مقدم کریں اور یا ایسے سے تمسک کا حکم دیں جو آپ کی سنت کی مخالفت کرے۔

ب: اہل بیتؑ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقد عهد الینا مشرّفهم صلی اللّٰه علیه و آله وسلم أن نحبّهم و نحترمهم و نعتقد طهارتهم و فضلهم و أن لهم عند اللّٰه عهداً أن لایدخل واحدا منهم النار، فهل تری الحکم علیهم بالهلاک و هم السفینة؟ و تاخیرهم و هم المقدّمون، و تسمیة حبّهم رفضا و هو واجب، و ترک التمسک بهم و هم حبل اللّٰه و قرناء کتابه من الوفا بالعهود؟ !أم خفر ذمة صاحب الحوض المورود؟!" رسولؐ خدا نے اہلبیتؑ سے دوستی اور ان کی عزت کرنے، ان کی طہارت و پاکیزگی نیز ان کے جہنمی نہ ہونے کا اعتقاد رکھنے کا ہم سے عہد و پیمان لیا ہے۔ اب جب کہ وہ کشتیِ نجات ہیں تو کیا ان کے بارے میں نابودی و ہلاکت کا تصور کیا جا سکتا ہے؟! جبکہ وہ امام و پیشوا ہیں تو کیا انھیں پیچھے ہٹایا جا سکتا ہے؟ کیا ان کی دوستی کو رفض و ترک سنت کا نام دیا جا سکتا ہے جب کہ ان کی محبت واجب ہے؟ باوجودیکہ وہ ریسمانِ خدا اور کتاب خدا کے ہم پلہ ہیں کیا ان کے چھوڑنے کو وفا بہ عہد کہہ سکتے ہیں؟ یا یہ ان کے ساتھ عہد شکنی ہوگی؟

ج: اہلبیتؑ ہی کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

"والمقرر أن مودة القربی و موالاتهم من العقائد اللازمة و ان الاعتزاء الیهم والاقتداء بهم هو مذهب امامی الذی قلّدته فی شرائع دینه و بدائع فنونه، فاندراجی فی حلّة الاتباع هو الشاهد لصدق التقلید عند النزاع، و کیف و أنا اصلیّ علیهم فی کل صلوٰة فرضاً لازماً وأسئل الهداية الی صراطهم

المستقيم في كل يوم خمس مرات، و هم حبل الاعتصام و سفينة النجاة، فهل يحسن أن أوثر بهم احداً أو استبدل بهم ملتحداً؟! كلّا! والله، بل المزاحمة على هذا المورد العذب سبيلي، والعض بالنواجذ على تلك السنن اعتقادي و قيلي". جوبات مسلّم ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے قرابتداروں سے محبت واجب اور ان کی پیروی میرے امام (شافعی) کا مذہب ہے جن کی ہم بھی مذہبی امور میں پیروی کرتے ہیں، میں کیوں ایسا نہ کروں جب کہ پانچوں وقت کی نماز میں مجھ پر واجب ہے کہ ان پر درود بھیجوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے کیونکہ وہ تمسک کی جانے والی رسی اور کشتی نجات ہیں ایسے میں کیا ان پر دوسروں کو ترجیح دے سکتا ہوں اور کسی اور سے پناہ مانگ سکتا ہوں؟ بخدا ایسا ہرگز نہیں کرسکتا بلکہ اس چشمۂ زلال کی طرف بڑھنا اور اس پر قول وعمل سے ڈٹے رہنا میرا مقصد ہے۔

و: نیز انھوں نے لکھا:

"سفينة تجري و ترسي باسمه، ركبت فيها طالباً لرسمه، فاركبوا فيها باسم اللّٰه مجراها و مرساها ان ربي لغفور رحيم، و هي تجري بهم في موج كالجبال و نادى نوح ابنه و كان في معزل يا بني! و لم يكن أحد من أبناء الحسنين في معزل لأنهم السفينة نفسها، و هم الالواح والدسر، فهي ناجية منجية، فان يكفر بها هؤلاء فقد وكلّنا بها قوماً ليسوا بها بكافرين! و من تأمل قوله: "أن ربي لغفور رحيم" ظهر كمال المغفرة و المرحمة لمن ركب السفينة فكيف يقول بالهلاك من ليس له ادراك؟!". کشتی ہے جو چلتی ہے اور اسی نام سے لنگر انداز ہوتی ہے اس کو پہچاننے کے لئے میں اس پر سوار ہو گیا ہوں۔ (یہ تھا شعر کا ترجمہ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:) لہٰذا اس کے حرکت کرنے اور اس کے لنگر انداز ہوتے وقت خدا کا نام لے کر اس پر سوار ہو جاؤ، کیونکہ وہی اونچی اونچی موجوں پر بھی چلتی ہے. نوح نے اپنے بیٹے کو آواز دی جو کشتی کے کنارے کھڑا تھا کہ اے میرے بیٹے! اگر فرزندان حسنین میں سے کوئی بھی کشتی کے کنارے نہیں تھا اس لئے کہ وہی کشتی تھے، وہی اس کے تختے اور کیلیں

تھے جو نجات یافتہ بھی تھے اور نجات دینے والے بھی۔ جس کے سامنے یہ بیان نوح ہو کہ کشتی پر سوار ہونے والا نجات یافتہ ہے وہ کس طرح کشتی اہلبیت پر سوار ہونے والے کو ہلاک شدہ کہہ سکتا ہے۔

ہ: عجیلی، اہلبیتؑ کی عصمت کے ادلہ میں لکھتے ہیں:

"و منها حديث أهل بيتي كسفينة نوح، الخ، فاذا كانت السفينة منجية لمن ركبها من الغرق لزم أن تكون هي ناجية من باب اولى، وا ذا حكمنا - والعياذ باللّٰه - بالهلاك لزم أن يكون الصادق الامين قدغش امته حيث امرهم بركوب سفينة مخروقة هالكة! حاشا اللّٰه من ذالك! فقد قال: من غشنا ليس منا، والدين النصيحة فقد نصح و انصح و اوضح صلى اللّٰه عليه و سلم". جو حدیثیں اہلبیت کے لغزشوں سے محفوظ رہنے پر دلالت کرتی ہیں ان میں ایک یہ حدیث ہے: میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مانند ہیں... اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جب مسافر کو کشتی نجات دے سکتی ہے تو خود کو تو بدرجہ اولیٰ نجات دے گی اور اگر اس کے قائل ہو جائیں کہ (معاذ اللہ) صادق و امین نبیؐ نے امت کو فریب دیا کیونکہ آپ نے ایسی کشتی پر سوار ہونے کا حکم دیا جس میں سوراخ ہے اور ڈوبانے والی ہے تو یہ آپ سے بہت بعید ہے کیونکہ آپ ہی نے فرمایا ہے کہ دھوکہ دینے والا ہم سے نہیں ہے۔ اس کے علاوہ دین خیر خواہی کا ہے اور آپ امت کے خیر خواہ اور راہ کو روشن کرنے والے تھے، پھر کس طرح آپ کے بارے میں غلط تصور کیا جا سکتا ہے؟

و: عجیلی نے اپنے یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں:

وهم السفينة للنجاة و حبّهم — فرض و حبل تمسك و امان
حاشاه يا مرنا بركب سفينة — مخروقة أم زاغت البصران

وہ نجات کی کشتی ہیں اور ان کی محبت واجب ہے اور وہ پکڑنے والی رسی اور امان ہیں۔ بہت بعید ہے کہ سوراخ شدہ کشتی پر سوار ہونے کا حکم دیا گیا ہو مگر یہ کہ ہم اندھے ہو جائیں۔

ز: ان کا یہ شعر بھی ہے:

سمّاهم فلک النجاة وقلت فی دعواک: قدغرقوا من الطوفان

پیغمبرؐ اسلام نے تو انھیں کشتیِ نجات کہا اور تم کہہ رہے ہو کہ طوفان حوادث میں وہ ڈوب گئے ہیں؟

ح: وہ ذخیرۃ المآل میں کتاب الاثمار سے نقل کرتے ہیں:

"و اهل الحل و العقد من اهل البيت عليهم السلام هم الجماعة المطهرة المعصومة و السفينة الناجية المرحومة با الادلة التفصيلية و الاجمالية النقلية والعقلية فيجب أن يكون لهم فی الفروع الاقتداء و اليهم فی الاصول الاعتزاء".

اہل حل وعقد اہلبیتؑ سے ہیں اور یہ عقلی ونقلی اور تفصیلی واجمالی دلیلوں سے ثابت ہے، وہ پاک وپاکیزہ، کشتیِ نجات اور رحمت الٰہی کے شامل افراد ہیں، لہٰذا اصول وفروع میں ان ہی کی اقتدا کرنی چاہئے۔

ط: انھوں نے اسی کتاب میں اس شعر: "فاركب على اسم الله لاتخلّف * تنجو من الطوفان يوم التلف" کی شرح میں لکھا:

"ووجه تشبيههم بالسفينة أن من أحبّهم و عظّمهم - شكرا لنعمة مشرّفيهم وأخذ بهدی علمائهم - نجا من ظلمات المخالفات و من تخلف عن ذالک غرق فی بحر كفر النعم و هلک فی مفاوز الطغيان".

انھیں (اہلبیت کو) کشتی سے اس لئے تشبیہ دی گئی کہ جس نے ان سے محبت کی اور (شکر نعمت کی خاطر) ان کا احترام کیا اس نے تاریکیوں سے نجات پائی اور جس نے ان سے دوری اختیار کی وہ دریائے کفر میں ڈوب گیا۔

ی: عجیلی اسی کتاب میں قصیدۂ بائیہ کے اس شعر: "سفينة ينجو بها من ركبا و هالک فی النار من تجنبا" کی شرح میں لکھتے ہیں:

"اخرج الطبرانی و ابو نعيم عن ابن عباس (رض) قال: قال رسول

الله(ص)، مثل أهل بيتی كسفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها غرق. فثبت لهم بذالک النجاة لأنها أذا كانت منجية لغيرها فهی اولی بأن تكون ناجية. قال السيد السمهودی وغيره: فمن حفظ الحرمات الثلاث. حرمة الاسلام، و حرمة النبی(ص)، و حرمة رحمه، فقد ركب فی سفينة النجاة و من لم يحفظهن فقد تخلف عن سفينة النجاة. و محصل حديث السفينة و انی تارک فيكم، الحث على التعلق بحبلهم و حبّهم وعلمهم والأخذ بهدی علمائهم ومحاسن أخلاقهم وشيمهم، فمن أخذ بذلک نجا من ظلمات المخالفة وأدّى شكر النعمة، ومن تخلّف عنهم غرق فی بحار الكفر وتيار الطغيان فاستوجب النيران، فقد ورد أن بغضهم يوجب دخول النار، وكل عمل بدون ولانهم غير مقبول، وكل مسلم عن حبّهم مسؤل، وأذاهم على كاهل الصبر محمول".

طبرانی اور ابونعیم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہلبیتؑ کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا۔ اس سے ان کا نجات یافتہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو دوسروں کو نجات دے گا وہ بہرحال نجات یافتہ ہوگا۔ سمہودی کا کہنا ہے کہ جس نے تین حرمتوں کا خیال کیا حرمۃ الاسلام کا، حرمۃ النبی کا اور حرمۃ آل نبی کا وہی کشتیِ نجات پر سوار ہوا اور جس نے ان کا لحاظ نہیں کیا اس نے کشتیِ نجات سے تخلف کیا۔ حدیث سفینہ اور حدیث ثقلین اہلبیتؑ سے تمسک کرنے، ان کی معرفت اور ان سے دوستی کرنے، ان کی راہنمائیوں پر عمل کرنے اور ان کے صفات حمیدہ کی پیروی کی ترغیب وتشویق کرتی ہیں۔ جس نے ان کے بتائے ہوئے راستوں پر عمل کیا اس نے نجات بھی پائی اور شکر خدا بھی کیا اور جس نے ان سے منھ موڑا دریائے کفر وضلالت میں گر کر واصل جہنم ہوا، اس لئے کہ روایت کی رو سے ان سے بغض جہنم میں جانے کا سبب بنتا ہے اور قبول ولایت کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں ہے۔ ہر مسلمان سے ان کی محبت

کے بارے میں سوال کیا جائے گا لہٰذا ان سے محبت کی وجہ سے جو آزار و اذیت پہنچے اس پر صبر و تحمل کرنا چاہئے۔

ای: نیز عجیلی "ذخیرۃ المآل" میں اس شعر: تعلموهم منهم و قدموهم تجاوزوا عنهم وعظموهم کی شرح میں لکھتے ہیں:

"ولما أمرنا بتقديمهم فتأخيرهم عن مقاماتهم الشريفة مخالفة للمشروع، ومن مقاماتهم مقارنة القرآن ودوام التطهير من المعاصي والبدع اما ابتداءً و اما انتهاء. و وجوب التمسک بهم واعتقاد أنهم سفينة ناجية منجية، ومن قال خلاف ذالک فقد أخر من قدم اللّٰه ورسوله، قال(ص) :انما جعل الامام ليؤتم به و المأموم اسير الامام، و المتابعة واجبة والتقديم عليه حرام، و من اخّرهم عن مقاماتهم فصلاته باطلة، و تاخير من يستحق التقديم فی الموضع الذی استحقه من عكس الحقائق، فاعتبروا يا اولی الابصار". چونکہ انھیں مقدم رکھنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے لہٰذا ان کے مقام سے انھیں پیچھے رکھنا شرع کی مخالفت ہوگی کہ ان ہی مقام میں سے قرآن کی ہمتائی، آخر عمر تک معصوم رہنا، ہر حال میں ان سے متمسک رہنا اور یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ وہ کشتی نجات ہیں اور جس نے ان چیزوں کی مخالفت کی اس نے انھیں مؤخر کیا جنھیں مقدم کرنے کا خدا اور رسول نے حکم دیا تھا، جس کا انجام وہی ہوگا جو نماز میں تقدم و تأخر کا ہوتا ہے لہٰذا اے صاحبان عقل اس نکتہ پر خوب غور کرو۔

۸۲۔ روایت محمد مبین

محمد مبین لکھنوی نے "وسیلۃ النجاۃ" میں کئی ائمہ ثقات اور اکابر علماء عظام سے حدیث سفینہ نقل کرنے کے بعد اس کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"و اخرج احمد فی مسنده و ابن جرير و الحاكم فی مستدركه عن ابی ذر الغفاری انه قال وهو آخذ بباب الكعبة: سمعت النبی يقول: الا أن مثل أهل

بيتی فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلک. و هذا ايضا فی المشكوٰة".(۱)

احمد، ابن جریر اور حاکم نے المستدرک علی الصحیحین میں ابوذر غفاری سے روایت کی ہے کہ انھوں (ابوذر) نے در کعبہ پکڑ کے کہا کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے دنیا و آخرت کے عذاب سے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا ہلاک اور دنیا و آخرت کے بلاؤں میں گرفتار ہوا (یہی حدیث مشکوٰۃ میں بھی موجود ہے) اسی طرح جس نے آل رسول کی فرمانبرداری کی اور ان کے حقوق ادا کئے وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوا مگر جس نے ان بزرگان شفیع روز حشر سے منھ موڑا عذاب ابدی میں گرفتار ہوا۔

۸۳۔ روایت ثناء اللہ

ثناء اللہ پانی پتی نے "سیف مسلول" میں حدیث سفینہ نقل کی ہے۔ وہ اس کتاب میں حدیث ثقلین کے جواب میں لکھتے ہیں:

"اس حدیث کا جواب: اس حدیث مثل أهل بيتی كسفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلک کے جواب جیسا ہے، یہ دونوں حدیثیں (ثقلین و سفینہ) امامت پر دلالت تو نہیں کرتیں البتہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ فلاح، اہلبیت نبوت و عترت پیغمبر کی دوستی پر موقوف ہے، ان ہی سے دین لینا چاہئے اور ان ہی سے ہدایت حاصل کرنی چاہئے"۔

۸۴۔ روایت محمد سالم دہلوی

محمد سالم دہلوی بخاری نے "اصول الایمان" میں متن حدیث بھی نقل کی ہے اور اس کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

۱۔ وسیلۃ النجاۃ فی مناقب السادات، ص۴۵۔

’’حدیث شریف میں ہے: ان مثل أهل بيتى فيكم كمثل سفينة نوح فمن ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك یعنی بہ تحقیق میرے اہلبیت دنیا میں کشتی نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس سے تخلف کیا ہلاک ہوا‘‘۔

۸۵۔روایت جمال الدین قرشی

جمال الدین محمد بن عبدالعلی قرشی ہاشمی نے ’’تفریح الاحباب فی مناقب الآل والاصحاب‘‘ میں حدیث سفینہ نقل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

و عن ابى ذر انه قال وهو آخذ بباب الكعبة: سمعت النبى (ص) يقول: ألا انّ مثل أهل بيتى فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك. رواه احمد. ابوذر نے درکعبہ پکڑ کر کہا: میں نے نبی کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ہلاک ہوا۔ اس کی احمد نے روایت کی ہے۔

۸۶۔روایت ولی اللہ لکھنوی

ولی اللہ لکھنوی نے ’’مرآۃ المومنین فی مناقب آل سید المرسلین‘‘ میں حدیث سفینہ نقل کی ہے۔ وہ اہلبیت کی شان میں نازل ہونے والی آیتوں میں پانچویں آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

’’وجاء بطرق عديدة يقوى بعضها بعضا: انّما مثل أهل بيتى فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا. و فى رواية مسلم: و من تخلّف عنها غرق. وفى رواية: هلك. و قال صلى الله عليه وسلم: انّما مثل أهل بيتى فيكم مثل باب حطّة فى بنى اسرائيل، من دخله غفر له الذنوب. ووجه تشبيهه صلى الله عليه وسلم اهلبيته بالسفينة ان من احبّهم و عظّمهم شكراً لنعمة مشرّفهم صلى الله عليه وسلم و اخذ بهذا نجا من ظلمة المخالفات ومن تخلّف عن

ذالك غرق فى بحر كفر النعم و هلك فى مفاوز الطغيان‘‘. متعدد طرق و اسناد سے یہ حدیث مروی ہے جن میں کی بعض بعض کی تقویت اور اس کی تائید کرتی ہیں کہ میرے اہلبیت تم میں کشتی نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور صحیح مسلم میں ہے کہ جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہلاک ہوا۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت بنی اسرائیل میں باب حطہ کے مانند ہیں جو اس میں داخل ہوا گناہوں سے معاف کر دیا گیا۔ نیز آنحضرتؐ نے اہلبیت کو کشتی سے تشبیہ دی کہ جس نے ان سے محبت کی اور شکران نعمت کے طور پر ان کی توقیر کی اس نے ظلمت و تاریکی سے نجات پائی اور جس نے ان سے منھ موڑا وہ کفران نعمت کے دریا میں ڈوبا اور طغیان کے بیابان میں ہلاک ہوا۔

۸۷۔روایت رشید الدین دہلوی

رشید الدین خان دہلوی نے اپنے رسالہ ’’الحق المبين فى فضائل اهلبيت سيد المرسلين‘‘ میں ’’نزل الابرار بما صح من مناقب اهل بيت الاطهار‘‘ سے حدیث سفینہ نقل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

مؤلف ’’مفتاح النجا‘‘ نے ’’نزل الابرار‘‘ میں لکھا ہے: ’’اخرج مسلم عن زيد بن ارقم (رض): قام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً فينا خطيباً بماء يدعى خمّا بين مكة و المدينة فحمد الله و اثنى عليه ووعظ و ذكّر ثم قال: اما بعد! ألا يا أيها الناس! انما أنا بشر يوشك أن ياتينى رسول ربى فأجيب و انى تارك فيكم الثقلين اولهما كتاب الله فيه الهدى و النور، فخذوا بكتاب الله و استمسكوا به. فحث على كتاب الله و رغّب فيه ثم قال: و اهلبيتى‘‘.

مسلم نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان اس مقام پر رسولؐ خدا خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے جس کو خم کہتے ہیں اور خدا کی حمد و ثنا اور لوگوں کو

پند ونصیحت کرنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں ایک بشر ہی تو ہوں، عنقریب میرے رب کی طرف سے پیغامبر (ملک الموت) آنے والا ہے اور میں اس کی آواز پر لبیک کہوں گا، میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ان میں ایک کتاب خدا ہے جس میں ہدایت ونور ہے لہٰذا کتاب خدا کو مضبوطی سے پکڑے رہو، کتاب خدا کی طرف ترغیب وتحریص کے بعد فرمایا: اور (دوسرے) میرے اہلبیت۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

"أخرج احمد و ابن جرير و الحاكم عن ابى ذر الغفارى (رض) أنه قال وهو آخذ بباب الكعبة: سمعت النبى (ص) يقول: ألا أن مثل أهل بيتى فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك". احمد، ابن جریر اور حاکم نے ابوذر غفاری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے در کعبہ پکڑ کر کہا کہ میں نے نبیؐ کو فرماتے سنا ہے: آگاہ ہو جاؤ کہ تم میں میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منہ موڑا ہلاک ہوا"۔

انھوں نے "حق المبین" میں تفسیر "فتح العزیز" سے حدیث سفینہ نقل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اسی لئے حدیث شریف میں ہے: مثل اهل بيتى كمثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها غرق میرے اہلبیت کشتی نوح کے مثل ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا ڈوبا"۔

رشید الدین خان نے "ایضاح لطافة المقال" میں بھی اپنے استاد کی کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" سے حدیث سفینہ نقل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"تحفہ کا ساتواں باب جو امامت سے متعلق ہے بحث حدیث "انى تارك فيكم الثقلين" میں لکھتے ہیں کہ حدیث "مثل أهل بيتى فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها غرق" بھی اہلبیت کی امامت پر دلالت نہیں کرتی صرف اس پر دلالت کرتی ہے کہ فلاح وہدایت اہلبیت کی دوستی اور ان کی اتباع پر موقوف ہے اور ان کی دوستی اور ان کی

پیروی سے روگردانی ہلاکت کا موجب ہے کہ اس بات کو سارے فرق اسلامی میں صرف اہلسنت مانتے ہیں کیونکہ اہلسنت ہی سارے اہلبیت سے تمسک کرتے ہیں جبکہ شیعوں کا کوئی بھی فرقہ سارے اہلبیت سے دوستی نہیں رکھتا بعض کو اچھی نظر سے دیکھتا ہے تو بعض کو گری نظر سے"۔

۸۸۔ روایت عاشق علی دہلوی

انھوں نے "ذخیرة العقبیٰ فی ذکر فضائل ائمة الهدیٰ" میں کئی جگہوں پر حدیث سفینہ نقل کی ہے۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

"مثل آفتاب روشن ہے کہ کشتی اہلبیت پر سوار ہونا اور حدیث ثقلین سے تمسک کرنا ہی فرقہ حقہ کے لئے باعث افتخار ہے جو کہیں اور نظر نہیں آتا"۔

دوسری جگہ وہ لکھتے ہیں:

"اب مناسب ہے کہ امامت اور اس کے متعلق بحث کی جائے کیونکہ حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ سے مراد یہی امامت ہے جس کا متکلمین اہل سنت نے اقوال صحابہ کی روشنی میں اعتراف کیا ہے"۔

انھوں نے تفسیر "فتح العزیز" سے بھی حدیث سفینہ نقل کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

اسی لئے حدیث شریف میں ہے: "مثل أهل بيتى فيكم كسفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها غرق" تم میں میرے اہلبیت سفینۂ نوح جیسے ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا۔

عاشق علی نے اس رسالہ سے جس میں شاہ ولی اللہ دہلوی کا عقیدہ بیان ہوا ہے یہ عبارت نقل کی ہے:

"حديث: انّى تارك فيكم الثقلين، حديث: انا حرب لمن حاربهم و سلم لمن سالمهم، حديث: ألا أن مثل أهل بيتى فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك" اور ان جیسی اور بہت ساری حدیثیں اہلبیت کی شان

میں ہیں۔

نیز انھوں نے "ذخیرۃ العقبی" ہی میں فاضل رشید خان کے توسط سے تحفہ اثنا عشریہ سے بھی حدیث سفینہ نقل کی ہے۔

۸۹۔روایت حمزاوی

حسن عدوی حمزاوی نے "مشارق الانوار فی فوز اہل الاعتبار" میں حدیث سفینہ نقل کرنے کے ساتھ اس بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں:

"وأما بيان ما ورد فی أهل بيته علی العموم صلی الله عليه وسلم وذريتهم، وبيان أن صلتهم تكون صلة لرسول الله صلی الله عليه وسلم - اعلم (فاعلم. ظ) وفقنا الله واياک لخدمة أهل بيته. صلی الله عليه -أن الله قد أمرنا علی لسان نبيه بالمودة لأهل بيته بقوله "قل لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة فی القربیٰ "و من أفراد المودة و الصلة زيارتهم مقدما لهم علی غيرهم متوسلا بهم الی شفاعة جدهم. قال المحقق ابن حجر: أخرج الديلمی مرفوعا: من اراد التوسل و أن يكون له عندی يد اشفع له بها يوم القيامة فليصل أهل بيتی و يدخل السرور عليهم. قال: و أخرج الامام أحمد فی مسنده عنه صلی الله عليه وسلم: انی اوشک ان ادعی فاجيب و انی تارک فيكم الثقلين: كتاب الله عزوجل حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی أهل بيتی، و أن اللطيف الخبير أخبرنی أنهما لن يتفرقا حتیٰ يردا علیّ الحوض فانظروا بماذا تخلفونی فيهما. و فی رواية: أنما أهل بيتی فيكم كمثل سفينة نوح من ركب فيها نجا و من تخلّف عنها غرق. قال: و فی رواية صححها الحاكم علی شرط الشيخين: النجوم أمان لأهل الأرض من الغرق و أهل بيتی أمان لأمتی من الاختلاف، فاذا خالفتها قبيلة من

العرب اختلفوا فصاروا حزب ابليس. ولعل المراد من الغرق ما يلحقهم من العذاب لولا وجودهم كما يدل عليه ما فی بعض الروايات: فاذا ذهب أهل بيتی جاء أهل الأرض من العذاب ما كانوا يوعدون. و يحتمل أن المعنی أن من احبّهم و عمل بمقتضی سنة جدهم نجا من ظلمة الأغيار (العثار. ظ) و الطغيان، و من تخلّف عنها غرق فی بحر كفر النعمة و البهتان"(۱) یہ فصل حضرتؐ کے اہلبیت اور آپ کی ذریت کے بارے میں ہے اور اس سے متعلق ہے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، رسولؐ خدا کے ساتھ سلوک کرنا ہے، لہٰذا آگاہ ہو جاؤ خدا ہمیں اور تمھیں خدمت اہلبیت کی توفیق عنایت فرمائے کیونکہ خدا نے پیغمبرؐ کے ذریعے اہلبیت کی محبت و دوستی کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے: اے نبی آپ اپنی امت سے کہہ دیجئے کہ میری اجر رسالت میرے قرابتداروں کی محبت کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسی مودت و محبت کے لئے ان سے توسل کرنا ہے۔ ان کو دوسروں پر مقدم رکھنا اور ان کے جد کی شفاعت کے لئے ان سے توسل کرنا ہے۔ محقق ابن حجر نے دیلمی سے نقل کیا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: جو مجھ سے توسل کرنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں اس کو چاہئے کہ میرے اہلبیت کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کو خوش رکھے۔ اور ابن حجر کا بیان ہے کہ امام احمد نے اپنی مسند میں آنحضرتؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: عنقریب مجھے دعوت اجل ملنے والی ہے اور میں اس پر لبیک کہوں گا، تم میں دوگرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک خدائے عزوجل کی کتاب جو آسمان سے زمین تک ایک دراز رسی ہے اور دوسرے میری عترت و اہلبیت اور خدائے لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں، دیکھو ان کے ساتھ تم کیسا سلوک کرتے ہو۔ اور روایت میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے

۱۔مشارق الانوار فی فوز اهل الاعتبار، ص۹۰.

اہلبیت سفینۂ نوح کے مثل ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا۔ ابن حجر کا بیان ہے کہ روایت میں ہے جس کو حاکم نے بخاری اور مسلم کے شرائطِ صحت کے مطابق صحیح قرار دیا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: ستارے زمین کے باشندوں کے لئے غرقابی سے امان ہیں، پس (حکم الٰہی میں) اگر اہلبیت کی کوئی گروہ عرب مخالفت کرے گا تو وہ ایک دوسرے سے مختلف ہو کر ابلیس کی جماعت بن جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس روایت میں غرقابی سے مراد یہ ہو کہ اگر ان کا وجود نہ ہو تو امت کو عذاب کا سامنا پڑے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: اگر میرے اہلبیت ہٹ جائیں تو اہل زمین پر وہ عذاب ہو جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور یہ بھی اس کے معنی ہو سکتے ہیں کہ جو شخص اہلبیت سے محبت کرے گا اور ان کے جد کی سنت پر عمل کرے گا وہ ہلاک ہونے سے نجات پائے گا اور جو شخص تخلف کرے گا کفران نعمت کے دریا میں غرق ہو جائے گا۔

۹۰۔ روایت زینی دحلان

احمد بن زینی دحلان نے "الفتح المبین" میں اس اعتراف کے ساتھ حدیث سفینہ نقل کی ہے کہ یہ حدیث بہت سارے صحیح طرق واسناد کے ساتھ مروی ہے، وہ اس کتاب میں ذکر فضائل اہلبیت میں لکھتے ہیں:

"وصح عنه صلى الله عليه وسلم: من طرق كثيرة أنه قال: انّما مثل أهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها غرق. و في رواية هلك. و مثل أهل بيتي فيكم كمثل باب حطّة في بني اسرائيل من دخله غفر له"

بہت ساری صحیح السند روایتوں میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے نوح کا سفینہ جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ڈوبا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہلاک ہوا۔ نیز تم میں میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں باب حطّہ جو اس میں داخل ہوا بخش دیا گیا۔

۹۱۔ روایت شبلنجی

انھوں نے "نورالابصار" میں حدیث سفینہ نقل کی ہے۔ وہ اس کتاب کے دوسرے باب میں لکھتے ہیں:

"و روى جماعة من اصحاب السنن عن عدة من الاصحاب، ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: مثل أهل بيتي فيكم كسفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك. و في رواية غرق. و في رواية: زخ في النار" (۱)

محدثین کی ایک جماعت نے متعدد اصحاب سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت کشتیٔ نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ہلاک ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ ڈوبا اور ایک روایت میں ہے کہ واصل جہنم ہوا۔

۹۲۔ روایت سلیمان بلخی

سلیمان بلخی نے "ینابیع المودۃ" میں کئی ابواب میں کئی کتابوں سے حدیث سفینہ نقل کی ہے۔ وہ اس کتاب کے چوتھے باب میں لکھتے ہیں:

"الباب الرابع في حديث سفينة نوح و باب حطّة بني اسرائيل و حديث ثقلين و حديث يوم الغدير. في "مشكوة المصابيح" عن ابي ذر (رضى الله عنه) أنه قال: وهو آخذ بباب الكعبة: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: ان مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك" رواه احمد. و في "جمع الفوائد": ابن الزبير رفعه: مثل أهل بيتي مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تركها غرق. للبزار، و زاد في الاوسط: و انما مثل أهل بيتي فيكم مثل باب حطة في بني اسرائيل من دخله غفر له. ابو الطفيل عن ابي ذر وهو آخذ بباب الكعبة، رفعه: ان مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك، وأن

۱۔ نورالابصار، ص۲۲۹.

مثل أهل بيتى فيكم مثل باب حط فى بنى أسرائيل من دخله غفر له. اخرجه الطبرانى فى الاوسط والصغير و ابويعلى و احمد بن حنبل عن ابى ذر، انتهى "جمع الفوائد ". ايضا اخرجه البزار و ابن المغازلى عن سعيد بن جبير عن ابن عباس و عن سلمة بن الاكوع و عن ابن المعتمر عن ابى ذر و عن سعيد بن المسيب عن ابى ذر. وايضا اخرجه الحموينى عن ابى سعيد الخدرى بزياده "وانما مثل اهل بيتى فيكم مثل باب حطّة فى بنى اسرائيل من دخله غفر له". ايضا اخرجه ابويعلى و البزار والطبرانى فى الاوسط والصغير عن ابى سعيد الخدرى حديث السفينة و باب الحطة. ايضا ابن المغازلى اخرجه عن ابى ذر حديث السفينة والحطة. ايضا الحموينى أخرجه عن جيش (حنش.ظ)! بن المعتمر عن ابى ذر. واخرجه المالكى فى فصول (الفصول.ظ) المهمة عن رافع مولى ابى ذر. واخرج ايضاً حديث السفينة الثعلبى والسمعانى ايضاً عن سليم بن قيس الهلالى، قال: بينا انا وجيش (حنش.ظ)ابن معتمر بمكة اذ قام ابو ذر واخذ بحلقة باب الكعبة فقال: من عرفنى فقد عرفنى فمن لم يعرفنى فانا جندب بن جنادة ابو ذر، فقال: أيها الناس أنى سمعت نبيكم صلى الله عليه وسلم يقول: كمثل أهل بيتى فيكم كمثل سفينة نوح من ركبها نجا من تركها هلك و يقول: مثل اهل بيتى فيكم مثل باب حطّة فى بنى اسرائيل من دخله غفر له. و يقول: انّى تارك فيكم ما ان تمسكتم بهما لن تضلوا كتاب الله و عترتى ولن يفترقا حتى يردا علىّ الحوض. الحموينى فى "فرائد السمطين "بسنده عن سعيد ابن جبير عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا علىّ! انا مدينة العلم وانت بابها و لن تؤتى المدينه الا من قبل الباب وكذب من زعم انه يحبنى و يبغضك لانك منّى و انا منك لحمك لحمى و دمك دمى و روحک من روحى و سريرتک من سريرتى

و علانيتک من علانيتى سعد من اطاعک و شقى من عصاک و ربح من تولاک و خسر من عاداک و فاز من لزمک و هلک من فارقک مثلک و مثل الائمة من ولدک بعدى مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها غرق و مثلكم كمثل النجوم، كلّما غاب نجم طلع نجم الى يوم القيامة".(۱)

چوتھا باب حدیث سفینۂ نوح و باب حطّہ بنی اسرائیل وحدیث ثقلین وحدیث غدیر سے متعلق ہے۔ ''مشکوٰۃ المصابیح'' میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے درکعبہ پکڑ کر کہا کہ میں (ابوذر) نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے اہلبیت کی مثال تم میں سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ہلاک ہوا۔ اسی کی احمد نے روایت کی ہے۔ جمع الفوائد میں ابن زبیر سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس کو چھوڑا ڈوبا، اس کی بزار نے روایت کی ہے۔ اور معجم اوسط میں اس کا اضافہ ہے اور تم میں میرے اہلبیت بالکل ایسے ہیں جیسے باب حطّہ جو اس میں داخل ہوا بخش دیا گیا۔ اور ابوالطفیل نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ انھوں نے درکعبہ پکڑے ہوئے کہا کہ (آنحضرتؐ نے فرمایا:) تم میں میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ہلاک ہوا۔ نیز تم میں میرے اہلبیت کی مثال بنی اسرائیل میں باب حطّہ کی ہے جو اس میں داخل ہوا بخش دیا گیا۔ اس کو طبرانی نے معجم اوسط اور معجم صغیر میں اور ابویعلی اور احمد بن حنبل نے ابوذر سے نقل کیا ہے۔ یہ تھی جمع الفوائد کی عبارت۔ نیز اسی کی بزار اور ابن مغازلی نے سعید بن جبیر کے توسط سے ابن عباس سے، سلمہ بن اکوع اور ابن معتمر کے توسط سے ابوذر سے اور سعید بن مسیب کے توسط سے ابوذر سے روایت کی ہے۔

حموینی نے ابوسعید سے اس اضافے کے ساتھ نقل کیا ہے: اور تم میں میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں باب حطّہ جو اس میں داخل ہوا بخش دیا گیا۔ ابویعلی، بزار

۱۔ ینابیع المودۃ، ص ۳۱-۳۰۔

اور طبرانی نے معجم اوسط اور معجم صغیر میں ابوسعید خدری سے حدیث سفینہ اور باب حطّہ کی روایت کی ہے۔ ابن مغازلی نے ابوذر سے حدیث سفینہ اور باب حطّہ کی روایت کی ہے، حموینی نے حنش بن معتمر کے توسط سے ابوذر سے جس حدیث کی روایت کی ہے اس کو مالکی نے ''الفصول المہمہ'' میں ابوذر کے غلام رافع سے نقل کیا ہے۔ ثعلبی اور سمعانی نے بھی حدیث سفینہ کی سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے، سلیم کا بیان ہے کہ میں اور حنش بن معتمر مکہ میں تھے کہ دیکھا کہ ابوذر کھڑے ہوئے اور در کعبہ پکڑ کے بولے: جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے میں جندب بن جنادہ ہوں، اے لوگو! میں نے تمہارے نبیؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مانند ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس کو چھوڑا ہلاک ہوا۔ اور فرمایا: تم میں میرے اہلبیت بنی اسرائیل کے باب حطّہ کے مانند ہیں جو اس میں داخل ہوا معاف کر دیا گیا۔ اور فرمایا: میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر اس سے وابستہ رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے کتاب خدا اور میری عترت اور یہ ہرگز جدا نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں۔ حموینی نے اپنی سند سے سعید بن جبیر کے توسط سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علی میں شہر علم ہوں اور تم اس کے دروازہ ہو اور شہر میں دروازے ہی سے آیا جاتا ہے، وہ جھوٹا ہے جو خیال کرتا ہے کہ میرا محب ہے درآنحالیکہ تم سے بغض رکھتا ہے (یعنی میری محبت اور تمہاری دشمنی ایک جگہ اکٹھا نہیں ہو سکتی) کیونکہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، تمہارا گوشت میرا گوشت، تمہارا خون میرا خون، تمہاری روح میری روح، تمہارا باطن میرا باطن اور تمہارا ظاہر میرا ظاہر ہے، جس نے تمہاری اطاعت کی خوش بخت ہوا اور جس نے تمہاری نافرمانی کی بد بخت ہوا۔ جس نے تم سے محبت کی فائدے میں رہا اور جس نے تم سے دشمنی کی گھاٹے میں پڑا، جو تمہارے ساتھ ہوا کامیاب ہوا اور جو تم سے جدا ہوا ہلاک ہوا۔ تمہاری مثال اور تمہاری اولاد میں ہونے والے اماموں کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا۔

اور تمہاری (اہلبیتؑ کی) مثال ستاروں کی ہے جب ایک ستارہ غائب ہوتا ہے تو دوسرا نکل آتا ہے جس کا سلسلہ قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔

بلخی اسی کتاب کے چوالیسویں باب میں لکھتے ہیں:

''ایضا اخرج الحموینی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم: یا علی! انا مدینة الحکمة و انت بابها و لن تؤتی المدینة الّا من قبل الباب و کذب من زعم انّه یحبّنی و یبغضک لأنّک منّی و انا منک لحمک من لحمی و دمک من دمی و روحک من روحی و سریرتک من سریرتی و علانیتک من علانیتی و انت امام امتی و وصیّی، سعد من اطاعک و شقی من عصاک و ربح من تولّاک و خسر من عاداک، فاز من لزمک و هلک من فارقک و مثلک و مثل الائمة من ولدک مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق و مثلکم مثل النجوم کلّما غاب نجم طلع نجم الی یوم القیامة'' (۱) حموینی نے سعید بن جبیر کے توسط سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علی میں شہر حکمت ہوں اور تم اس کے دروازہ ہو اور شہر میں صرف دروازے سے آیا جاتا ہے وہ شخص جھوٹا ہے جو خیال کرتا ہے کہ مجھ سے محبت کرتا ہے جب کہ اس کے دل میں تیرا بغض ہے کیونکہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، تمہارا گوشت میرا گوشت ہے، تمہارا خون میرا خون ہے، تمہاری روح میری روح ہے، تمہارا باطن میرا باطن ہے، تمہارا ظاہر میرا ظاہر ہے، اور تم ہی میری امت کے امام اور میرے وصی ہو، جس نے تمہاری اطاعت کی سعید ہوا اور جس نے تمہاری نافرمانی کی شقی بن گیا۔ تم سے محبت کرنے والا فائدے میں ہے، اور تم سے دشمنی کرنے والا گھاٹے میں ہے، جو تمہارے ساتھ ہوا کامیاب ہوا اور جو تم سے جدا ہوا ہلاک ہوا۔ تمہاری اور

۱۔ ینابیع المودة، باب ۴۴، ص ۱۵۴۔۱۵۳۔

تمھاری اولاد سے ہونے والے اماموں کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا۔ تمھاری اور تمھاری اولاد سے ہونے والے اماموں کی مثال ستاروں کی ہے جب ایک غروب کرتا ہے تو دوسرا طلوع کر جاتا ہے جس کا سلسلہ اسی طرح قیامت تک رہے گا۔

بلخی اس کتاب کے چھپنویں (۵۶) باب میں ''کنوز الحقائق'' سے نقل کرتے ہیں:

''مثل عترتی کسفینة نوح من رکبها نجا. للثعلبی''.(۱)

میری عترت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی۔ اس کی ثعلبی نے روایت کی ہے۔

نیز وہ اسی باب میں ''جامع الصغیر'' سے نقل کرتے ہیں:

''انّ مثل أهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها هلک. للحاکم عن ابی ذر'' (۲)

تم میں میرے اہلبیت مثل کشتی نوح کے ہیں جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے ہٹا ہلاک ہوا۔ اس کی حاکم نے ابوذر سے روایت کی ہے۔

نیز وہ اسی باب میں ''جامع الصغیر'' ہی سے نقل کرتے ہیں:

''مثل أهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق. للبزار عن ابن عباس و عن ابن الزبیر، و للحاکم عن ابی ذر''.(۳)

میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سورا ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ڈوبا۔ اس کی بزار نے ابن عباس اور ابن زبیر سے اور حاکم نے ابوذر سے روایت کی ہے۔

۱۔ ینابیع المودة، باب ۵۶، ص ۲۱۳.
۲۔ ینابیع المودة، باب ۵۶، ص ۲۱۷.
۳۔ ینابیع المودة، باب ۵۶، ص ۲۲۱.

نیز وہ ''ذخائر العقبیٰ'' سے نقل کرتے ہیں:

''و عن علی مرفوعا: مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تعلّق بها فاز و من تخلّف عنها زخّ فی النار. اخرجه ابن السری. و عن ابن عباس مرفوعا: مثل أهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق. اخرجه الملا فی سیرته'' (۱) حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے اہلبیت کشتی نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے وابستہ ہوا کامیاب ہوا مگر جس نے اس سے روگردانی کی واصل جہنم ہوا۔ اس کی ابن سری نے روایت کی ہے۔ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مثل ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ڈوبا۔ اس کی ملا نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے۔

نیز بلخی ''مودة القربیٰ'' سے نقل کرتے ہیں:

''علی علیه السلام رفعه: مثل أهل بیتی کمثل سفینة نوح من تعلّق بها نجا و من تخلّف عنها أولج فی النار'' (۲) حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے اہلبیت کشتی نوح کے مثل ہیں جو اس سے وابستہ ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا وہ جہنم میں ڈالا گیا۔

نیز وہ ''مودة القربیٰ'' ہی سے نقل کرتے ہیں:

''ابو ذر وهو آخذ باب الکعبة و یقول: ایها الناس! من عرفنی عرفنی و من لم یعرفنی فأنا اعرفهم: أنا ابو ذر، سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول: مثل أهل بیتی فیکم کمثل سفینة نوح من رکبها نجا و من

۱۔ ینابیع المودة، باب ۵۶، ص ۲۲۸.
۲۔ ینابیع المودة، ص ۲۹۲، مودة ۲.

رغب عنها غرق" (۱) ابوذر نے درِ کعبہ پکڑ کر کہا: اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا اسے میں پہچنوا رہا ہوں۔ میں ابوذر ہوں اور میں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے اہلبیت تم میں سفینۂ نوح کے مثل ہیں جو اس پر سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس سے منہ موڑا ڈوبا۔

نیز وہ "صواعق محرقہ" سے نقل کرتے ہیں:

"و جاء من طرق عديدة يقوى بعضها بعضاً: انّما مثل أهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها غرق. و في رواية: وانّما مثل اهل بيتي فيكم مثل باب حطّة في بني اسرائيل من دخله غفر له" (۲) بہت سارے طرق و اسناد (کہ جن میں بعض بعض کی تقویت کرتے ہیں) سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے نوح کی کشتی جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت بالکل ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں باب حطّہ جو اس میں داخل ہوا بخش دیا گیا۔

وہ "صواعق محرقہ" ہی سے نقل کرتے ہیں:

"ووجه تشبيههم بالسفينة ان من أحبهم و عظّمهم و اخذ بهدى علمائهم نجا من ظلمة المخالفات و من تخلّف عن ذالك غرق في بحر كفران النعم و هلك في مفاوز الطغيان" (۳) کشتی نوح سے اہلبیت کو تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جس نے اہلبیت پیغمبرؐ سے محبت، ان کی تعظیم اور ان کے علما کی پیروی کی اس نے ظلمت و تاریکی سے نجات پائی اور جس نے ان پر عمل نہیں کیا وہ کفران نعمت کے دریا میں غرق اور طغیان کے بیابان میں ہلاک ہوا۔

۱۔ ینابیع المودۃ، ص۳۱۲، مودۃ ۱۲۔
۲۔ ینابیع المودۃ، ص۳۵۸، فصل الآیات الواردۃ فی فضائل اھل البیت۔
۳۔ ینابیع المودۃ، ص۳۵۸، فصل الآیات الواردۃ فی فضائل اھل البیت۔

وہ "صواعق محرقہ" ہی سے نقل کرتے ہیں:

"الثاني: اخرج احمد و الحاكم عن ابي ذر أن رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم قال: ان مثل أهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك. و في رواية للبزار عن ابن عباس وعن ابن الزبير، وللحاكم عن ابي ذر ايضا: مثل أهل بيتي مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها غرق" (۱)

دوسری حدیث جس کی احمد اور حاکم نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہلبیت کی تم میں مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی ہلاک ہوا۔ اور بزار نے ابن عباس اور ابن زبیر سے اور حاکم نے ابوذر سے اس کی بھی روایت کی ہے کہ میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا۔

۹۳۔ روایت حسن زمان

حسن زمان نے "قول مستحسن" میں متعدد طرق و اسناد سے حدیث سفینہ نقل کی ہے۔ وہ بعض علما کے بیانات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"و اليه الاشارة في الآية الكريمة: "انا لمّا طغىٰ الماء حملناكم في الجارية، لنجعلها لكم تذكرة و تعيها اذن واعية"، مع حديث: ألا أن مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها هلك. و في لفظ "غرق" رواه احمد و ابن جرير و الحاكم عن ابي ذر الغفاري، والصولي من جهة الرشيد عن ابائه عن ابن عباس، والبزار عنه و عن ابن الزبير" (۲)

۱۔ ینابیع المودۃ، ص۳۷۰، باب ۵۹، فصل ۲۔
۲۔ القول المستحسن فی فخر الحسن، ص۳۴۲۔

اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہوا ہے کہ جب پانی چڑھنے لگا تو ہم نے تم کو کشتی پر سوار کیا تاکہ ہم اسے تمھارے لئے یادگار بنائیں اور یادرکھنے والے کان سن کر یاد رکھیں (الحاقہ۱۲) اور حدیث بھی ہے: آگاہ ہو جاؤ تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینہ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی ہلاک ہوا اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ ڈوبا۔ اس کی احمد، ابن جریر اور حاکم نے ابوذر غفاری سے، صولی نے رشید کے طریق سے ابن عباس سے اور بزار نے ابن عباس اور ابن زبیر سے روایت کی ہے۔

حدیث سفینہ کے شواہد

اہلبیتؑ کے سفینہ نوحؑ ہونے کے بہت سارے شواہد اہلبیت علیہم السلام، صحابہٴ کرام اور تابعین کے بیانات میں موجود ہیں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت علیؑ کے بیانات

حضرت علیؑ نے اہلبیتؑ کو اس امت کے لئے سفینہ نوح اور بنی اسرائیل میں باب حطہ جیسا کہا ہے۔
اس روایت کو جلال الدین سیوطی نے درمنثور میں آیہٴ مبارکہ ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ﴾ (سورہٴ بقرہ، آیت ۵۸) کی تفسیر میں یوں نقل کیا ہے:

"و اخرج ابن ابی شیبة عن علی ابن ابی طالب، قال: انما مثلنا فی هذه الأمة كسفينة نوح و كباب حطّة فی بنی اسرائيل". (۱) ابن ابی شیبہ نے علی بن ابی طالبؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اس امت میں ہماری (اہلبیت کی) مثال نوح کے سفینہ اور بنی اسرائیل میں باب حطہ کی ہے۔

ملا متقی ہندی کی روایت میں کچھ اور اضافات ہیں، وہ کنز العمال میں سورہٴ ھود کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"عن عبّاد بن عبد الله الاسدی قال: بینا أنا عند علی بن ابی طالب رضی الله عنه فی الرحبة اذ أتاه رجل فسأله عن هذه الآية "أفمن كان على بيّنة من ربّه ويتلوه شاهد منه" (سورہٴ ھود، آیت ۱۷) فقال: ما من رجل من قريش جرت

۱۔ الدرالمنثور، ج۱، ص۱۷۴۔

عليه المواسي إلّاقد نزلت فيه طائفة من القرآن، والله لأن يكونوا يعلموا ما سبق لنا اهل البيت على لسان النبي الامي - صلى الله عليه و آله وسلم - أحب إليّ من أن يكون لي ملاء هذه الرحبة ذهبا وفضة، والله ان مثلنا في هذه الامة كمثل سفينة نوح في قوم نوح وان مثلنا في هذه الامة كمثل باب حطّة في بني اسرائيل (ابو سهل القطان في أماليه، وابن مردويه)". (۱)

عباد بن عبداللہ اسدی کا بیان ہے کہ ایک دن میدان رحبہ میں علی بن ابی طالبؑ کے پاس میں (عباد) تھا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس آیت کے بارے میں سوال کیا، آپ نے جواب دیا: قریش میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں قرآن کی کوئی آیت نازل نہ ہوئی ہو، خدا کی قسم اگر لوگ جان جاتے کہ ہم اہلبیت کے بارے میں رسولؐ خدا نے کیا کہا ہے تو وہ سونے چاندی سے بھرے اس میدان (رحبہ) سے زیادہ مجھے محبوب ہوتا، خدا کی قسم اس امت میں ہماری (اہلبیت کی) مثال کشتی نوح اور بنی اسرائیل کے باب حطّہ کی ہے۔ اس کو ابوسہیل قطان نے اپنی امالی میں اور ابن مردویہ نے نقل کیا ہے۔

خود حضرت علیؑ نے ایک خطبہ میں کہا تھا: میں کشتی نوح جیسا ہوں جس طرح اس زمانے میں اس کشتی پر سوار افراد نے نجات پائی تھی اسی طرح اس کشتی پر سوار افراد بھی نجات پائیں گے، جیسا کہ یعقوبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

"فأين يتاه بكم؟! بل أين تذهبون عن أهل بيت نبيكم؟! أنا من سنخ أصلاب أصحاب السفينة، وكما نجا في هاتيك من نجا ينجو في هذه من ينجو، ويل رهين لمن مخلف (تخلف. ظ)عنهم، انى فيكم كالكهف لأهل الكهف، وانى فيكم باب حطّة من دخل فيه نجا ومن تخلّف عنه هلك، حجة من ذي الحجة في حجة الوداع: انّي قد تركت بين أظهركم ماان تمسكتم به لن

۱۔ کنز العمال، ج۲، ص۴۳۴، حدیث ۴۴۲۹۔

تضلوا بعدي أبدا: كتاب الله وعترتي أهل بيتي" (۱)

تمھیں کیوں سرگردان کیا گیا ہے؟ تم خاندان نبیؐ کو چھوڑ کر کہاں جارہے ہو؟ میں اصحاب کشتی (نوح) کے صلب سے ہوں، جس طرح (نوح کی) اس کشتی پر سوار افراد نے نجات پائی تھی اس کشتی پر سوار افراد بھی نجات پائیں گے، ذلت وخواری ہے اس کے لئے جو ان سے روگردانی کرے، میں تمھارے درمیان اصحاب کہف کے مانند اور دروازۂ حطّہ جیسا ہوں جو بھی اس میں داخل ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی ہلاک ہوا۔ رسولؐ خدا نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ میں تمھارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر ان سے وابستہ رہے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتے کتاب خدا اور میری عترت واہلبیت۔

حضرت علیؑ ہی نے فرمایا تھا کہ "فنحن انوار السموات والارض وسفينة النجاة" ہم ہی آسمان وزمین کے نور اور نجات کی کشتی ہیں۔ یہ بات آپ نے پیغمبرؐ اسلام کی ستائش میں دیئے خطبہ میں بیان فرمائی تھی جس کو سبط ابن جوزی نے "تذکرۃ الخواص" کے چھٹے باب میں امام حسینؑ سے نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"أخبرني أبو طاهر الخزيمي، أنبا ابو عبد الله الحسين بن علي، أنبا عبد الله بن عطا الهروي، أنبا عبد الرحمن بن عبيد الثقفي، أنبا الحسين بن محمد الدينوري، أنبا عبد الله بن أبراهيم الجرجاني، نبأنا محمد بن علي بن الحسين العلوي، أنبا أحمد بن عبد الله الهاشمي ثنا الحسن بن علي بن محمد بن علي بن موسى بن جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي (بسنده الى الحسين بن علي. صح .ظ) قال: "خطب أبي أمير المومنين يوما بجامع الكوفة خطبة بليغة في مدح رسول الله (ص)فقال بعد حمد الله: لما أراد الله أن ينشئ المخلوقات ويبتدع الموجودات أقام الخلائق في صورة قبل دحو الأرض ورفع السماوات، ثم أفاض نورا من نور عزه فلمع قبسا من ضيائه وسطع، ثم اجتمع في تلك الصورة وفيها هيئة نبينا

۱۔ تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۲۱۲-۲۱۱۔

(ص)فقال له اللّٰه تعالى: أنت المختار وعندك مستودع الأنوار وأنت المصطفى المنتخب الرضا المنتجب المرتضى، من أجلك أضع البطحاء ورفع السماء وأجرى الماء واجعل الثواب والعقاب والجنة والنار، وأنصب أهل بيتك علما للهداية وأودع أسرارهم من سرى بحيث لا يشكل عليهم دقيق ولا يغيب عنهم خفى وأجعلهم حجتى على بريتى والمنبهين على قدرى والمطلعين على أسرار خزائنى. ثم أخذ الحق سبحانه عليهم الشهادة بالربوبية والاقرار بالوحدانية فى مكنون علمه، نصب العوالم وموّج الماء وأثار الزبد وأهاج الدخان، فطفى عرشه على الماء، ثم أنشأ الملائكة من أنوار أبدعها وأنواع اخترعها، ثم خلق اللّٰه الأرض وما فيها. ثم قرن بتوحيده نبوة نبيه محمد (ص)وصفيّه، وشهدت السماوات والأرض والملائكة والعرش والكرسى والشمس والقمر والنجوم وما فى الأرض له بالنبوة، فلما خلق آدم أبان للملائكة فضله وأراهم ما خصّه به من سابق العلم وجعله محرابا وقبلة لهم وسجدوا له، ثم بيّن لآدم حقيقة ذالك النور ومكنون ذالك السر، فلما حانت أيامه أودعه شيثا، ولم يزل ينقل من الأصلاب الفاخرة الى الأرحام الطاهرة الى أن وصل عبد المطلب ثم الى عبد اللّٰه ثم الى نبيه (ص)، فدعا الناس ظاهرا وباطنا وندبهم سرا وعلانية، واستدعى الفهوم الى القيام بحقوق ذالك السر المودع فى الذر قبل النسل، فمن وافقه قبس من لمحات ذالك النور واهتدى الى السر وانتهى الى العهد المودع، ومن غمرته الغفلة وشغلته المحنة فاستحق البعد. ثم لم يزل ذالك النور ينتقل فينا ويتشعشع فى غرائزنا، فنحن أنوار السماوات والأرض وسفن النجاة، وفينا مكنون العلم وألينا مصير الأمور وبمهديّنا تقطع الحجج خاتمة الائمة ومنقذ الامة ومنتهى النور، فليهن من

استمسك بعروتنا وحشر على محبتنا".(۱)

مجھ سے ابوطاہر خزیمی نے بیان کیا، انھوں نے ابوعبداللہ حسین بن علی سے، انھوں نے عبداللہ بن عطا ہروی سے، انھوں نے عبدالرحمٰن بن عبید ثقفی سے، انھوں نے حسین بن دینوری سے، انھوں نے عبداللہ ابراہیم جرجانی سے، انھوں نے محمد بن علی بن حسین علوی سے، انھوں نے احمد بن عبداللہ ہاشمی سے، انھوں نے حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین سے اور انھوں نے اپنے اسناد سے امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک مرتبہ میرے باپ نے مسجد کوفہ میں رسولؐ خدا کی مدح میں خطبہ دیا اور خدا کی مدح وثنا کرنے کے بعد فرمایا: جب خدا نے مخلوقات کو خلق کرنا چاہا تو آسمان وزمین کی خلقت سے پہلے ایک صورت خلق کی اور اس پر اپنی عزت کا نور ڈالا جس سے ایک نور ساطع ہوا پھر وہ جسم اس طرح ظاہر ہوا کہ آپ کا نور اس میں تھا، خدا نے فرمایا: تم میرے برگزیدہ اور نور کے جمع ہونے کی جگہ ہو، تمھاری وجہ سے زمین بچھائی، آسمان کو بلند کیا، پانی کو جاری کیا اور ثواب و عقاب اور جنت وجہنم بنائے، تمھارے اہلبیت کو پرچم ہدایت اور اپنا سر قرار دیا، اسی لئے ان کے لئے نہ تو کوئی نکتہ دشوار ہے نہ ہی کوئی چیز ان پر مخفی ہے، انھیں اپنی حجت بنایا، پھر خدا نے ان سے اپنی ربوبیت کی گواہی اور وحدانیت کا اعتراف لیا پھر عوالم خلق کئے، پانی میں روانی پیدا کی، اس پر کف بنائے اور دھوئیں چلائے، اس کے بعد ملائکہ کو نور سے خلق کیا پھر زمین اور جو ان پر ہیں انھیں خلق کیا، اپنی توحید کے ساتھ نبی کی نبوت کو مقرون کیا پھر آسمان وزمین، ملائکہ وعرش وکرسی، سورج چاند ستارے اور جو زمین پر تھے انھوں نے آپ کی نبوت کی گواہی دی تھی، جب آدم کو خلق کیا تو ملائکہ سے ان کی فضیلت بیان کی اور جو خاص علم انھیں عطا کیا تھا اس سے ان کو مطلع کیا اور انھیں قبلۂ ملائکہ قرار دیا جس کی وجہ سے انھوں نے ان کا سجدہ کیا پھر اس نور اور اس کے سر سے آدم کو خلق کیا پھر صلب شیث میں ڈالا پھر وہ اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ عبدالمطلب اور عبداللہ سے ہوتا ہوا پیغمبر اسلامؐ تک پہنچا،

۱۔ تذکرۃ الخواص الامۃ، ص ۱۳۰۔۱۲۸۔

آپ نے لوگوں کو مخفی اور علنی طور پر خدا کی طرف دعوت دی اور اس راز نہاں کے حقوق کی پائداری کا مطالعہ کیا جو عالم ذر میں ودیعت کی گئی تھی جس نے اس کی موافقت کی وہ اس نور سے بہرہ مند ہوتے ہوئے ہدایت پایا اور عہد و پیمان الٰہی تک پہنچا اور جو اس سے غافل ہوا وہ مشکلات سے دوچار اور رحمت الٰہی سے دور ہوا، وہ نور ہم میں منتقل ہوتا آرہا ہے اور ہمارے غرائز پر نور افشانی کرتا ہے، لہٰذا ہم ہی آسمان و زمین کے نور، نجات کی کشتی اور مخفی علوم کے حامل ہیں، ہماری طرف سارے امور کی بازگشت ہوتی ہے اور ہماری ہدایتوں سے حجت تمام ہوتی ہے، جس نے ہم سے تمسک کیا وہ ہماری محبت پر محشور کیا جائے گا۔

۲۔ امام زین العابدینؑ کا بیان

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ہم ہی موجیں مارتے دریا اور گہرے گرداب میں چلنے والی کشتی ہیں۔ اس مطلب کو سلیمان بلخی نے "ینابیع المودۃ" میں دو جگہوں پر نقل کیا ہے۔ وہ اس کتاب کے تیسرے باب میں لکھتے ہیں:

"وقال علی بن الحسین (رضی اللّٰہ عنهما): نحن الفلک الجاریة فی اللجج الغامرة، یأمن من رکبها، ویغرق من ترکها" (۱) (چوتھے امام) علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا کہ ہم ہی موجیں مارتے دریا اور گہرے گرداب میں چلنے والی کشتی ہیں، جو اس پر سوار ہوتا ہے وہ امن میں رہتا ہے اور جو اس کو ترک کرتا ہے ڈوب جاتا ہے۔

نیز وہ اسی کتاب کے باب ۸۹ میں لکھتے ہیں:

"أخرج الحافظ الجعابی أن الأمام زین العابدین (رضی اللّٰہ عنه) قال: نحن الفلک الجاریة فی اللجج الغامرة، یأمن من رکبها ویغرق من ترکها وأن اللّٰہ تبارک وتعالی أخذ میثاق من یحبنا وهم فی أصلاب آبائهم، فلا یقدرون علی ترک ولایتنا لأن اللّٰہ عزّ وجل جعل جبلّتهم علی ذلک". (۲)

۱۔ ینابیع المودۃ، باب ۳، ص ۲۳۔

۲۔ ینابیع المودۃ، باب ۸۹، ص ۵۷۲۔

حافظ جعابی نے روایت کی ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ہی عمیق گرداب میں چلنے والی کشتی ہیں جو بھی اس پر سوار ہوتا ہے امن پاجاتا ہے اور جو اس کو ترک کرتا ہے وہ ڈوب جاتا ہے، جو بھی ہمیں دوست رکھتا ہے خدا نے اس سے اس کے آباواجداد کے صلب میں عہد و میثاق لیا ہے اسی لئے ہماری ولایت ترک نہیں کرتا۔

۳۔ عمرو بن عاص کا اعتراف

عمرو بن عاص نے حضرت علیؑ کی مدح میں کہا تھا: "هو النباء العظیم و فلک نوح و باب اللّٰہ و انقطع الخطاب" یعنی وہی نباء عظیم، کشتی نوح اور باب خدا ہیں، یہیں سب کے منھ بند ہوجاتے ہیں، یہ شعر عمرو بن عاص کے اس قصیدے کا ہے جس کو کئی اکابر علماء اہلسنت نے نقل کیا ہے۔ ابو محمد حسن بن احمد بن یعقوب ہمدانی یمنی اپنی کتاب "الاکلیل" میں لکھتے ہیں:

"روی أن معاویة بن أبی سفیان قال یوما لجلسائه: من قال فی علیّ علی ما فیه فله البدرة! فقال کل منهم کلاما غیر موافق من شتم أمیر المؤمنین الا عمرو بن العاص فانه قال أبیاتا اعتقدها و خالفها بفعاله

بآل محمد عرف الصواب — وفی ابیاتهم نزل الکتاب
وهم حجج الاله علی البرایا — بهم و بجدهم لا یستراب
ولا سیما ابی حسن علی — له فی المجد مرتبة تهاب
اذا طلبت صوارمهم نفوسا — فلیس لها سوی "نعم" جواب
طعام حسامه مهج الاعادی — وفیض دم الرقاب لها شراب
وضربته کبیعته بخم — معاقدها من الناس الرقاب
اذا لم تبر من اعداء علی — فما لک فی محبته ثواب
هو البکاء فی المحراب لیلا — هو الضحاک ان آن الضراب
هو النبا العظیم وفلک نوح — و باب اللّٰہ و انقطع الخطاب

فاعطه معاویة البدرة و حرّم الآخرین.

مروی ہے ایک دن معاویہ بن ابی سفیان نے حاضرین مجلس سے کہا کہ جو کوئی بھی (حضرت) علی (علیہ السلام) کے بارے میں اپنی مرضی کے برخلاف (اور حقیقت پر مبنی) باتیں اشعار میں پیش کرے گا اس کو سونے کے سکوں کی تھیلی ملے گی، ہر ایک نے آپ کی شان میں غیر مناسب باتیں کہیں، صرف عمرو بن عاص تھا جس نے وہ اشعار پڑھے جن کا وہ معتقد تھا مگر عمل سے ان کی مخالفت کرتا تھا، اور وہ یہ ہیں:

۱۔ راہ راست کی شناخت صرف آل محمد سے ہوسکتی ہے، ان کے گھر میں قرآن نازل ہوا تھا۔

۲۔ مخلوق پر وہی خدا کی حجت ہیں صرف ان کے اور ان کے اجداد کے بارے میں اس سلسلے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

۳۔ خاص طور پر ابوالحسن علی جو فضل و شرف میں بڑے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔

۴۔ جب ان کی تلوار کسی کا پیچھا کرتی ہے تو جان لئے بغیر نہیں چھوڑتی۔

۵۔ ان کی تلوار کا کھانا دشمنوں کے خون دل (موت) ہے اور اس کا پینا گردنوں سے ابلتے خون ہیں۔

۶۔ ان کی ضربت خم میں اس قلادۂ بیعت کے مانند ہے جو لوگوں کی گردنوں میں باندھی جاتی ہے۔

۷۔ اگر دشمنان علی سے اظہار برائت نہ کرو تو پھر ان سے محبت کرنے کا کوئی ثواب نہیں ہے۔

۸۔ وہ راتوں میں محراب عبادت میں خوب گریہ کرتے ہیں مگر جب جنگ کرتے ہیں تو شادو خنداں ہوتے ہیں۔

۹۔ وہ نباء عظیم، کشتی نوح اور باب اللہ ہیں، یہیں سب کے منھ بند ہوتے ہیں۔

جیسے ہی معاویہ نے یہ اشعار سنے عمرو بن عاص کو سکوں کی ایک تھیلی دی اور دوسرے منھ تکتے رہ گئے۔

جمال الدین محدث شیرازی ''تحفۃ الاحبا من مناقب آل العبا'' میں لکھتے ہیں:

''ایک دن معاویہ بن ابی سفیان نے عمرو بن عاص سے جب کہ دیگر ارکان حکومت وہاں موجود تھے کہا کہ علی کی توصیف کرو، بعض تاریخی کتابوں میں ہے کہ جب شام میں علی کی خبر شہادت پہنچی تو معاویہ نے کہا: اب میری دشمنی ختم ہوگئی چنانچہ ایک نشست میں جس میں خواص

اور اشراف شام حاضر تھے معاویہ نے سونے کی ایک تھیلی سامنے رکھ کر ان سب سے کہا: جو بھی اس نشست میں علی کے مناقب بیان کرے گا اسے یہ تھیلی دی جائے گی، عمرو بن عاص نے فی البدیہ قصیدہ کہہ کر معاویہ کو سنایا، معاویہ نے اسے سونے کی تھیلی دی اور یہ بھی کہا کہ فضیلت تو وہی ہے جو دشمن کی زبان سے سنی جائے''۔

(پورا قصیدہ وہی ہے جو چند سطر قبل بیان ہوا)، صرف دو اشعار اضافی یہ ہیں:

امیر المومنین علی ذخری	شفیع لی اذا قام الحساب
هو الفردوس لایخفی علیکم	هوالساقی علی الحوض الشراب

(امیر المومنین علی ہی میرا ذخیرہ اور قیامت کے دن میرے شفیع ہیں وہی جنت اور وہی ساقی کوثر ہیں)۔

۴۔ حسن بصری کا اعتراف

حسن بصری تابعی نے امام حسنؑ کے نام خط میں لکھا تھا:

''السلام علیک یابن رسول اللّٰہ و قرة عینه و رحمة اللّٰہ و برکاته! اما بعد فانکم معاشر بنی هاشم کالفلک الجاریة فی اللجج -ای البحر-، ومصابیح الدجیٰ وأعلام الهدیٰ، والأئمة القادة الذین من تبعهم نجا، کسفینة نوح المشحونة یؤل الیها المؤمنون وینجو فیها المتمسکون......''

سلام ہو آپ پر اے رسولؐ خدا کے فرزند! اے گروہ بنی ہاشم آپ ہی موجیں مارتے دریا میں چلنے والی کشتی، تاریکی میں جلتے چراغ، ہدایت کے پرچم اور پیشواؤں کے پیشوا ہیں، آپ ہی وہ ہیں جن کی پیروی کرنے والوں کو نجات ملتی ہے کیونکہ آپ ہی نوح کی کشتی ہیں جس پر سوار ہونے والے مومنین نجات پائے تھے۔

اس خط کو ابوالحسن غزنوی نے ''کشف المحجوب لارباب القلوب'' صفحہ ۱۶ پر، شہاب الدین دولت آبادی نے ''ہدایۃ السعدا'' میں، عبدالرحمٰن چشتی نے ''مرآۃ الاسرار'' میں اور محمد محبوب نے ''تفسیر شاہی'' میں آیہ: ''قل فللّٰه الحجة البالغة فلو شاء لهداکم اجمعین'' (سورۂ انعام، آیت ۱۴۹) کے ذیل میں ''جواہر العلوم'' سے نقل کیا ہے۔

حدیث سفینہ، امامتِ اہلبیتؑ کی دلیل

حدیث سفینہ درج ذیل وجوہات کی بناپر اہلبیتؑ کی امامت وخلافت کو ثابت کررہی ہے:

۱۔ یہ حدیث بغیر کسی قید وشرط کے اہلبیتؑ کی پیروی کو بیان کررہی ہے اور بعد پیغمبر جس کی پیروی علی الاطلاق واجب ہوجائے وہی زمانے کا امام اور آنحضرت کا خلیفہ ہوگا جیسا کہ عبقات الانوار مجلد حدیث ثقلین میں یہ بات ثابت کرچکا ہوں۔ شہاب الدین دولت آبادی نے ''ہدایۃ السعداء'' میں کتاب تشریح سے اور عجیلی نے ''ذخیرۃ المآل'' میں حدیث سفینہ سے اہلبیتؑ کی مطلق پیروی کو ثابت کیا ہے۔

۲۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اہلبیتؑ کی پیروی نجات کا باعث ہے اور یہ ان کی عصمت کی دلیل ہے اور ان کی عصمت ان کے امام وخلیفہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ غیر معصوم کو معصوم پر مقدم کرنا عقلا کا کام نہیں ہے۔

گرچہ اس حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ اہلبیتؑ کی پیروی نجات کا باعث ہے بلکہ مخاطب (مؤلف تحفہ) نے بھی نخواستہ اس بات کا اعتراف کیا ہے مگر ان کے علاوہ اور بھی علماء اہلسنت ہیں جنھوں نے یہ بات بیان کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

واحدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"أنظر كيف دعا الخلق الى النسب الى ولائهم والسير تحت لوائهم بضرب مثلهم بسفينة نوح عليه السلام، جعل ما فى الآخرة من مخاوف الأخطار وأهوال النار كالبحر الذى لجّ براكبه، فيورده مشارع المنية ويفيض عليه سجال البلية، وجعل اهل بيته عليه وعليهم السلام سبب الخلاص من مخاوفه والنجاة من متالّفه، وكما لا يعبر البحر الهيّاج عند تلاطم الأمواج

الا بالسفينة، كذلك لا يأمن نفخ الجحيم ولا يفوز بدار النعيم الا من تولّى اهل بيت الرسول صلوات الله عليه وعليهم، وتخلى لهم ودّه ونصيحته وأكّد فى موالاتهم عقيدته، فان الذين تخلفوا عن تلك السفينة آلوا شرّ مآل وخرجوا من الدنيا الىٰ انكال وجحيم ذات أغلال، وكما ضرب مثلهم بسفينة نوح قرنهم بكتاب الله تعالىٰ فجعلهم ثانى الكتاب وشفع التنزيل "

دیکھو کس طرح رسولؐ خدا نے لوگوں سے کہا کہ اہلبیت سے محبت رکھیں اور ان ہی کے پرچم تلے چلیں کیونکہ انھیں کشتی نوح جیسا کہا اور قیامت کی سخت منزلوں اور جہنم کے ہولناک مناظر کو گہرے دریا سے تشبیہ دی جس میں دریائی مسافر ڈوب جاتے ہیں، یہ دریا انھیں فنا کی طرف لے جاتا ہے اور مرگ وفنا کے دہانے پر کھڑا کردیتا ہے مگر اہلبیت انسانوں کو نجات عطا کرتے ہیں، جس طرح دریا میں طوفانی موجوں سے گزر سوائے کشتی کے ممکن نہیں ہے اسی طرح جہنم سے نجات اور جنت میں دخول بغیر محبت اہلبیت کے ممکن نہیں ہے، جنھوں نے ان سے روگردانی کی وہ بدترین عذاب میں مبتلا ہوئے، اور جس طرح رسولؐ خدا نے اہلبیت کو کشتی نوح سے تشبیہ دی، کتاب خدا کا بھی انھیں قرین وہم پلہ قرار دیا۔

عاصمی ''زین الفتیٰ'' میں حدیث سفینہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"و معنى الحديث عندنا: من احب اهل البيت بقلبه و اثنى عليهم بلسانه و اقتدى بهم فى اقوالهم و لايزيد على ما ذكر من مقالهم فقد نجا من البدعة و التغال و من زاد على ما قالوه و نسبهم الى خلاف ما نسبوا اليه انفسهم فقد هلک اذ لم يرض بهم قدوةً و اماماً و لم يقتد بهم شرفاً و احتراماً كا الرافضة و الناصبة". ہماری نظر میں حدیث سفینہ کے معنی یہ ہیں کہ جس کے دل میں اہلبیت کی محبت ہو، زبان پر ان کی مدح وثنا ہو، ان کے اقوال کی پیروی کرتا ہو اور جو کہیں اس میں اضافہ نہ کرتا ہو وہ راہ راست پر ہے اور جس نے ان کے اقوال میں اضافہ کیا اور اپنی طرف سے ان کی طرف غلط بات کی نسبت دی وہ ہلاک ہوا، اس لئے کہ رافضیوں اور ناصبیوں کی

طرح ان کو اپنا امام و پیشوا نہیں بنایا نہ ہی ان کے مقام و مرتبے کا لحاظ کیا۔

عاصمی نے حق بات کہنے کے بعد آخر میں اہل حق (شیعوں) کی طرف جس بات کی نسبت دی ہے وہ خود ان پر منطبق ہوتی ہے کیونکہ اہلسنت ہی اہلبیتؑ پر افترا پردازی کرتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، شیعہ تو ان کے ارشادات پر پوری طرح عمل کرتے ہیں نہ ان کے فرامین میں اضافہ کرتے ہیں نہ ہی کمی کرتے ہیں۔

سمہودی "جواہر العقدین" کے پانچویں تنبیہات میں لکھتے ہیں:

"ثانيها قوله: مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح في قومه، الحديث، ووجه أن النجاة ثبتت لأهل السفينة من قوم نوح عليه السلام، وقد سبق في الذكر قبله في حثّه صلى الله عليه وسلم على التمسك بالثقلين كتاب الله وعترته وقوله صلى الله عليه وسلم: فانهما لن يفترقا حتى يردا عليّ الحوض، وقوله في بعض الطرق: نبأني اللطيف الخبير، فأثبت لهم بذالك النجاة وجعلهم وصلة اليها، فتم التمسك المذكور، ومحصله الحث على التعلق بحبلهم وحبهم واعظامهم شكرا لنعمة مشرّفهم صلى الله وسلم عليه وعليهم، والأخذ بهدي علمائهم ومحاسن أخلاقهم وشيمهم، فمن أخذ بذالك نجا من ظلمات المخالفة وأدّى شكر النعمة الوافرة، ومن تخلّف عنه غرق في بحار الكفران وتيار الطغيان فاستوجب النيران "(١)

دوسری حدیث جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں میرے اہلبیت قوم نوح میں کشتی نوح کے مانند ہیں، اس تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ قوم نوح سے ان لوگوں کو نجات ملی تھی جو کشتی پر سوار ہوئے تھے، اور رسولؐ خدا نے لوگوں کو قرآن و عترت سے تمسک اختیار کرنے کی ترغیب و تشویق دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ دونوں (قرآن و عترت) ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں

١۔ جواہر العقدین، ج٢، القسم الثانی، ص١٣٦۔

گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں۔ نیز بعض روایتوں میں ہے کہ حضرتؐ نے اس کا بھی اضافہ کیا کہ یہ بات میں نے خدا کی جانب سے کہی ہے۔ لہٰذا پیغمبرؐ اسلام نے نجات کو ان ہی کی محبت میں منحصر کیا ہے اور نجات کی علت ان ہی کو بتایا ہے اسی لئے آپ نے (وجود پیغمبرؐ جیسی نعمت پر شکر کی خاطر) ان سے تمسک کرنے کا حکم دیا اور تاکید کی کہ جو بھی ان کے بتائے ہوئے راستوں پر چلے گا نجات پائے گا اور جو ان سے روگردانی کرے گا وہ دریائے طغیان میں غرق ہوگا اور جہنم میں جانے کا مستحق بن جائے گا۔

ابن حجر مکی "صواعق محرقہ" میں حدیث سفینہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ووجه تشبيههم بالسفينة فيما مر أن من أحبهم وعظمهم شكراً لنعمة مشرّفهم صلى الله عليه وسلم واخذ بهدى علمائهم نجا من ظلمة المخالفات، ومن تخلّف عن ذالك غرق في بحر كفر النعم، وهلك في تيار الطغيان "(١) اہلبیتؑ کو کشتی سے تشبیہ دینے کی علت یہ ہے کہ جو کوئی بھی ان کو دوست رکھے گا (وجود پیغمبرؐ جیسی نعمت پر شکر کی خاطر) ان کا احترام کرے گا اور ان کی راہنمائیوں پر عمل کرے گا وہ گمراہی کی تاریکیوں سے نجات پائے گا اور جو ان سے منہ موڑے گا دریائے کفر و گمراہی میں ڈوب کر نیست و نابود ہو جائے گا۔

٣۔ یہ حدیث سب پر اہلبیتؑ کی افضلیت ثابت کر رہی ہے، کیونکہ اہلبیتؑ کے علاوہ کوئی افضل ہوتا تو پیغمبرؐ اسلام اسی کو سفینۂ نوح سے تشبیہ دے کر لوگوں کو اس کی پیروی کا حکم دیتے۔

اس حدیث سے اہلبیتؑ کی افضلیت اتنی واضح ہے کہ خود علمائے اہلسنت کو اس بات کا اعتراف کرنا پڑا، اس کے قبل کی عبارتیں میری بات کی تائید کر رہی ہیں۔

٤۔ یہ حدیث بغیر کسی قید و شرط کے اہلبیتؑ کی محبت کے واجب ہونے پر دلالت کر رہی ہے اور علی الاطلاق محبت کا واجب ہونا ان کی اطاعت، عصمت اور افضلیت کی دلیل ہے اور یہ سب کی سب امامت کا لازمہ ہیں۔

١۔ الصواعق المحرقۃ، ص١٥٣۔

۵۔ یہ حدیث اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ اہلبیتؑ کی محبت نجات کا باعث ہے کہ یہ ان کے عصمت کی دلیل ہے کیونکہ اگر ان سے معاذ اللہ خطا ہوسکتی ہوتی تو کبھی ان کی محبت جائز نہ ہوتی چہ جائیکہ ان کی محبت واجب قرار دے دی جائے اور وہ نجات کا سبب بن جائے، اور جب ان کی عصمت ثابت ہوگئی تو پھر ان کی امامت میں بھی شک نہیں کرنا چاہئے۔

۶۔ یہ حدیث اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ اہلبیتؑ کی مخالفت کرنے والے ہلاک اور گمراہ ہیں، اور خلفائے ثلاثہ اور ان کے طرفداروں کی اہلبیتؑ کی مخالفت اظہر من الشمس ہے۔ اس بات کو ہمارے علما نے اپنی کلامی کتابوں میں ثابت کیا ہے، لہذا ان کے اس عمل کی وجہ سے ان کی خلافت باطل اور حضرت علیؑ کی خلافت صحیح ثابت ہوتی ہے۔

۷۔ یہ حدیث اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ کشتی نوح کی طرح اہلبیتؑ ہی مومن و کافر کی شناخت کا معیار ہیں کیونکہ ان کی پیروی کرنے والا نجات یافتہ اور ان سے روگردانی کرنے والا کافر ہے، ظاہری بات ہے کہ مومن اور کافر کے درمیان جن کی ذات کسوٹی ہو وہی ریاست عامہ اور امارات تامہ کے مالک ہوں گے اس لئے کہ ایسے عظیم مرتبے پر غیر معصوم فائز نہیں ہوسکتا۔

۸۔ یہ حدیث اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ قیامت تک ہر زمانے میں اہلبیتؑ کی کوئی معصوم فرد ہوگی تاکہ ہر دور میں امت کشتی نجات پر سوار ہوکر اپنے کو ہلاک ہونے سے بچا سکے کہ یہ شیعوں کی حقانیت اور دوسرے مذاہب کے غلط ہونے کی دلیل ہے۔

۹۔ پیغمبر اسلامؐ نے حدیث ثقلین کے سیاق میں حدیث سفینہ بیان کی ہے جس کا ہر جملہ اہلبیتؑ کی امامت کو ثابت کرتا ہے۔ ابو عبداللہ محمد بن مسلم بن ابی الفوارس "الاربعین فی فضائل امیر المومنین" کے شروع میں لکھتے ہیں:

"وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أنی تارک فیکم کتاب اللّٰہ وعترتی اهل بیتی، فهما خلیفتان بعدی، احدهما اکبر من الآخر سبب موصول من السماء الی الارض فان استمسکتم بهما لن تضلوا، فانهما لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض یوم القیامة، فلا تسبقوا أهل بیتی بالقول فتهلکوا ولا

تقصروا عنهم فتذهبوا، فان مثلهم فیکم کمثل سفینة نوح من رکبها نجا ومن تخلّف عنها هلک، ومثلهم فیکم کمثل باب حطّة فی بنی اسرائیل من دخله غفر له، الا! وان اهل بیتی امان امتی فاذا ذهب اهل بیتی جاء امتی ما یوعدون، ألا وان اللّٰه عصمهم من الضلالة وطهرهم من الفواحش واصطفاهم علی العالمین، الا وان اللّٰه اوجب محبتهم وأمر بمودتّهم، الا وانهم الشهداء علی العباد فی الدنیا ویوم المعاد، الا وانهم اهل الولایة الدالون علی طرق الهدایة، الا وان اللّٰه فرض لهم الطاعة علی الفرق والجماعة فمن تمسک بهم سلک ومن حادّ عنهم هلک. الا وان العترة الهادیة الطیبین دعاة الدین وائمة المتقین وسادة المسلمین، وقادة المؤمنین وأمناء رب العالمین علی البریة اجمعین، الذین فرّقوا بین الشک والیقین وجاؤا بالحق المبین"

نبیؐ نے فرمایا: میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں دونوں میرے بعد میرے جانشین ہیں ان میں ایک دوسرے سے بڑی ہے، وہ آسمان سے زمین کے لئے وسیلہ ہیں اگر ان دونوں سے وابستہ رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتے، دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ حوض کوثر پر ایک ساتھ وارد ہوں، نہ تو گفتار میں ان پر سبقت کرنا کہ اس صورت میں ہلاک ہو جاؤ گے، نہ ہی ان سے پیچھے رہ جانا کہ اس صورت میں بھی نابود ہو جاؤ گے کیونکہ تم میں ان کی مثال سفینہ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منہ موڑا ہلاک ہوا، تم میں ان کی مثال بنی اسرائیل کے باب حطہ کی ہے جو بھی اس میں داخل ہوا بخش دیا گیا، آگاہ ہو جاؤ میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں جب میرے اہلبیت اٹھ جائیں گے تو میری امت پر وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ خدا نے انھیں گمراہی سے بچایا ہے اور برائیوں سے پاک و پاکیزہ رکھا ہے اور عالمین کے لئے ان کا انتخاب کیا ہے، آگاہ ہو جاؤ خدا نے ان کی محبت واجب کی ہے اور

ان کی مودت کا حکم دیا ہے، آگاہ ہوجاؤ انھیں بندوں پر دنیا میں بھی گواہ بنایا ہے اور قیامت میں بھی۔ آگاہ ہوجاؤ وہی اہل ولایت ہیں جو ہدایتوں کے راستوں کی ہدایت کرنے والے ہیں۔ آگاہ ہوجاؤ خدا نے ان کی اطاعت واجب کی ہے فرد پر بھی اور جماعت پر بھی، جو ان سے وابستہ ہوا راہ راست پر چلا اور جو ان سے منحرف ہوا ہلاک ہوا۔ آگاہ ہوجاؤ عترت، ہدایت کرنے والے پاکیزہ افراد، دین کی طرف دعوت دینے والے، پرہیزگار پیشوا، مسلمانوں کے سیدوسردار، مومنوں کے رہبر اور کائنات پر خدا کی جانب سے امین ہیں، وہی شک ویقین میں جدائی اور واضح حق کو پیش کرتے ہیں۔

۱۰۔ پیغمبر اسلام نے بعض مواقع پر اصحاب سے مخاطب ہو کر اس طرح حدیث سفینہ ارشاد فرمائی جو ائمہ اثنا عشر کی امامت کو واضح لفظوں میں بیان کرتی ہے۔ ابو منصور شہردار بن شیرویہ دیلمی جو اکابر محدثین اہلسنت میں ہیں اپنی کتاب "مسند الفردوس" میں جس کو "مسند کبیر" بھی کہا جاتا ہے، لکھتے ہیں:

"عن ابی سعید الخدری، قال: صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم الصلوة الاولی ثم أقبل بوجهه الکریم علینا فقال: یا معاشر أصحابی! ان مثل أهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح وباب حطّة فی بنی اسرائیل، فتمسکوا بأهل بیتی بعدی الائمة الراشدین من ذریتی، فانکم لن تضلوا ابدا، فقیل: یا رسول الله! کم الائمة بعدک؟ قال: اثنا عشر من أهل بیتی، أو قال: من عترتی"

ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ رسول خدا نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی پھر ہماری طرف رخ کرکے فرمایا: اے میرے صحابیو! تم میں میرے اہلبیت کی مثال بالکل کشتی نوح اور بنی اسرائیل میں باب حطّہ کی ہے، لہٰذا میرے بعد میرے اہلبیت سے وابستہ رہنا جو میری ذریت میں سے ہدایت کرنے والے امام ہیں، کیونکہ تمھیں یہ کبھی گمراہ نہیں کرسکتے، کسی نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے بعد کتنے امام ہوں گے؟ فرمایا: بارہ ہوں گے جو میرے اہلبیت سے ہوں گے یا حضرتؐ نے (بجائے لفظ اہلبیت کے) فرمایا: وہ میری عترت میں سے (بارہ امام) ہوں گے۔

یہ حدیث کئی جہات سے امامت اہلبیت کو ثابت کررہی ہے:

۱۔ حضرتؐ نے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا: میرے اہلبیتؑ کشتی نوح جیسے ہیں

۲۔ اہلبیتؑ کو باب حطّہ سے تشبیہ دی

۳۔ حضرتؐ نے اپنے بعد اصحاب کو اہلبیتؑ کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم دیا

۴۔ اہلبیتؑ کی ائمہ راشدین سے توصیف کی

۵۔ اہلبیتؑ کے ساتھ تمسک کی صورت میں اپنے اصحاب کے گمراہی سے محفوظ رہنے کی ضمانت لی

۶۔ سوال کرنے پر حضرتؐ نے اپنے اہلبیتؑ یا اپنی عترت کی تعداد بارہ بتائی۔

ان واضح بیانات کے بعد جن میں کا ہر ایک اہلبیتؑ کے واجب الاطاعۃ ہونے پر ایک کھلی دلیل ہے، عقلمندی کی بات نہیں ہے کہ امامتِ ائمہ اثنا عشر پر حدیث سفینہ کی دلالت سے انکار کیا جائے۔

۱۱۔ پیغمبر اسلام نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر حدیث سفینہ کو اس سیاق میں بیان کیا جس کا ہر جملہ حضرت علیؑ اور آپ کی اولاد کی خلافت پر واضح دلیل ہے۔ علامہ سلیمان بن ابراہیم بلخی "ینابیع المودۃ" میں لکھتے ہیں:

" أخرج الحموینی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: یا علی! انا مدینة الحکمة وانت بابها و لن تؤتی المدینة الا من قبل الباب و کذب من زعم انه یحبنی و یبغضک لانک منّی و انا منک، لحمک من لحمی و دمک من دمی و روحک من روحی و سریرتک من سریرتی و علانیتک من علانیتی وانت امام امتی و وصیی، سعد من اطاعک و شقی من عصاک و ربح من تولاک و خسر من عاداک وفاز من لزمک و هلک من فارقک مثلک و مثل الائمة من ولدک مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق و مثلکم مثل النجوم کلما غاب نجم طلع نجم الی یوم القیامة." (۱)

۱۔ ینابیع المودۃ، باب۴۴، ص۱۵۴۔۱۵۳۔

اے علی میں حکمت کا شہر ہوں اور تم اس کا دروازہ ہو اور شہر میں دروازے سے ہی آیا جاتا ہے، وہ شخص جھوٹا ہے جو کہے کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے درآنحالیکہ تم سے دشمنی رکھتا ہے کیونکہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، تمھارا گوشت میرا گوشت ہے، تمھارا خون میرا خون ہے، تمھاری روح میری روح ہے، تمھارا باطن میرا باطن ہے اور تمھارا ظاہر میرا ظاہر ہے، اور تم میرے بعد میری امت کے امام و خلیفہ ہو، جو تمھاری اطاعت کرے گا خوش بخت ہوگا اور جو تمھاری نافرمانی کرے گا بد بخت ہوگا۔ تم سے دوستی کرنے والا فائدے میں رہے گا اور تم سے دشمنی کرنے والا گھاٹے میں رہے گا، تم سے وابستہ رہنے والا کامیاب رہے گا اور تم سے جدا ہوجانے والا ہلاک ہوجائے گا۔ تمھاری اور تمھاری اولاد کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ڈوبا۔ تم سب (ائمہ معصومینؑ) کی مثال ستاروں کی ہے جب ایک ستارہ غروب ہوتا ہے تو دوسرا طلوع کرتا ہے اور اس کا سلسلہ قیامت تک رہے گا۔

۱۲۔ پیغمبر اسلامؐ نے حدیث سفینہ ان احادیث کے ذیل میں بیان فرمائی جو کئی لحاظ سے اہلبیتؑ کی امامت کو ثابت کرتی ہیں کہ اگر کوئی عقلمند ان احادیث پر غور کرے تو شیعوں کے دعوے پر تھوڑا سا بھی اس کو شک نہیں ہوگا۔ سید علی ہمدانی ''مودۃ القربیٰ'' میں لکھتے ہیں:

''عن علی علیه السلام قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم: من احب أن یرکب سفینة النجاة ویستمسک بالعروة الوثقی ویعتصم بحبل اللّٰه المتین فلیوال علیًا بعدی ولیعاد عدوه ولیأتم بالائمة الهداة من ولده، فانهم خلفائی وأوصیائی وحجج اللّٰه علی خلقه بعدی وسادة أمتی وقادة الأتقیاء الی الجنة، حزبهم حزبی وحزبی حزب اللّٰه، وحزب أعدائهم حزب الشیطان''. (۱)

۱۔ ینابیع المودۃ، مودۃ۱۰، مشمولہ ینابیع المودۃ، ص۳۰۸۔

علیؑ کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جو بھی کشتی نجات پر سوار ہونا چاہتا ہے وہ عروۃ الوثقی سے تمسک کرے اور خدا کی مضبوط رسی کو پکڑے رہے، میرے بعد علی کو دوست اور اس کے دشمنوں کو دشمن رکھتے رہو اور اس کی اولاد سے ہدایت کرنے والے اماموں کی اقتدا کرتے رہو کیونکہ وہی میرے جانشین، میرے وصی اور میرے بعد خلق پر خدا کی حجت ہیں، وہ میری امت کے سید و سردار اور جنت کی طرف لے جانے والے متقی و پرہیزگار راہنما ہیں ان کا گروہ میرا گروہ ہے اور میرا گروہ خدا کا گروہ ہے اور ان کے دشمن ہی کا گروہ شیطان کا گروہ ہے۔

۱۳۔ پیغمبر اسلامؐ نے حدیث اشباح میں اس طرح حدیث سفینہ بیان فرمائی کہ اس پر غور کرنے کے بعد اہلبیتؑ کی افضلیت میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں رہ جاتی، اور اس افضلیت کا لازمہ ان کی امامت و خلافت ہے۔ صدر الدین ابو المجامع ابراہیم بن محمد بن مؤید حموئی ''فرائد السمطین'' میں لکھتے ہیں:

''أخبرنا العدل بهاء الدین محمد بن یوسف البرز الی بقرائتی علیه بسفح جبل قاسیون مما یلی عقبة دمر، ظاهر مدینة دمشق المحروسة. قلت له: أخبرک الشیخ احمد بن الفرج الاموی اجازة، فاقر به. "ح" و أخبرنی الشیخ الصالح جمال الدین أحمد بن محمد بن محمد المعروف بدکویه القزوینی وغیره أجازة بروایتهم عن الشیخ الأمام أمام الدین أبی القاسم عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم الرافعی القزوینی اجازةً قالا: أنبانا الشیخ العالم عبد القادر بن أبی صالح الجیلی قال: أنبا أبو البرکات هبة اللّٰه بن موسی السفطی، قال: أنبا القاضی أبو المظفر هناد بن أبراهیم النسفی، قال: أنبا ابو الحسن محمد بن موسی بن کریب، قال: أنبانا محمد بن الفرحان، حدثنا محمد بن یزید القاضی، حدثنا اللبیب بن سعید، عن العلاء بن عبد الرحمن، عن أبیه، عن أبی هریرة، عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أنه قال: لمّا خلق اللّٰه تعالی ابا البشر، ونفخ فیه من روحه، التفت آدم یمنة العرش فاذا نور خمسة أشباح، سجداً ورکعاً، قال آدم: یا رب! هل خلقت احدا من

طین قبلی؟ قال: لا یا آدم! قال: فمن هؤلا الخمسة الذین أراهم فی هیئتی وصورتی؟ قال: هؤلاء الخمسة من ولدک، لولاهم ما خلقتک، و لولاهم ما خلقت الجنة، ولا النار، ولا العرش، ولا الکرسی، ولا السما ولا الأرض، ولا الملائکة، ولا الانس، ولا الجن، هؤلا خمسة شققت لهم خمسة أسماء من اسمائی، فأنا المحمود وهذا محمد، وأنا العالی وهذا علی، وأنا الفاطر وهذه فاطمة، وانا الاحسان وهذا الحسن، وانا المحسن وهذا الحسین، آلیت بعزتی انه لا یأتینی احد بمثقال حبة من خردل من بغض أحدهم الا ادخلته ناری ولا ابالی، یا آدم! هؤلاء صفوتی من خلقی، بهم أنجیهم و اهلکهم، فاذا کان لک الیّ حاجة فبهؤلاء توسل. فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: نحن سفینة النجاة من تعلق بها نجا ومن حاد عنها هلک، فمن کان له الی اللّٰه حاجة فلیسأل بنا أهل البیت". (۱)

ہم سے شیخ عدل بہاالدین بن یوسف برزائی نے بیان کیا اس کی ان کے سامنے قرائت کی گئی تھی، میں نے ان سے پوچھا شیخ احمد بن فرج اموی نے اجازۃً آپ سے بیان کیا تھا انھوں نے جواب دیا: ہاں۔ نیز مجھ سے شیخ صالح جمال الدین احمد بن محمد بن محمد معروف بہ بدکویہ قزوینی نے اجازۃً بیان کیا، ان سے شیخ الاسلام امام الدین ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد بن عبد الکریم رافعی قزوینی نے اجازۃً بیان کیا، ان دونوں کا کہنا ہے کہ ہم سے شیخ العالم عبدالقادر بن ابی صالح جیلی نے بیان کیا، انھوں نے ابوالبرکات ھبۃ اللہ بن موسیٰ سقطی سے، انھوں نے قاضی ابوالمظفر ہناد بن ابراہیم نسفی سے، انھوں نے ابوالحسن محمد بن موسی بن کریب سے، انھوں نے محمد بن فرحان سے، انھوں نے محمد بن یزید قاضی سے، انھوں نے لبیب بن سعید سے، انھوں نے علاء بن عبدالرحمٰن سے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: جب اللہ نے ابوالبشر (آدم) کو خلق کیا اور ان میں اپنی روح

۱۔ فرائدالسمطین، ج۱، ص۳۶، باب۱، حدیث۱۔

پھونکی تو آدم نے عرش کی داہنی جانب دیکھا وہاں ان کو پانچ صورتیں نظر آئیں جو کبھی رکوع کرتی ہیں اور کبھی سجدے میں جاتی ہیں، آدم نے پوچھا: اے میرے پروردگار مجھ سے پہلے کیا کسی اور کو مٹی سے خلق کیا ہے؟ جواب ملا نہیں، آدم نے دریافت کیا: یہ پانچ کون ہیں جو میری ہیئت وصورت کے ہیں؟ جواب ملا یہ پانچوں تمھاری اولاد میں سے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو نہ جنت خلق کرتا نہ جہنم، نہ عرش خلق کرتا نہ کرسی، نہ آسمان خلق کرتا نہ زمین، نہ جن خلق کرتا نہ انس، یہ پانچوں وہ ہیں جن کے ناموں کو اپنے ناموں سے مشتق کیا، میں محمود ہوں اور یہ محمدؐ ہے، میں اعلی ہوں اور یہ علی ہے، میں فاطر ہوں اور یہ فاطمہ ہے، میں احسان ہوں اور یہ حسن ہے، میں محسن ہوں اور یہ حسین ہے۔ قسم ہے اپنی عزت وجلال کی اگر کوئی شخص رائی کے دانہ کے برابر ان کا بغض لے کر میرے پاس آئے گا تو میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا اور اس میں کوئی مروت نہیں کروں گا، اے آدم یہ وہ ہیں جن کا میں نے انتخاب کیا ہے، ان ہی کی وجہ سے لوگ نجات پائیں گے اور ان کی وجہ سے لوگ ہلاک ہوں گے، (اے آدم) اگر تم کو مجھ سے کوئی حاجت ہو تو ان ہی کو وسیلہ قرار دینا۔ اس کے بعد نبیؐ نے فرمایا: ہم سفینۂ نجات ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منھ موڑا ہلاک ہوا، جس کسی کو خدا سے کوئی حاجت طلب کرنی ہو تو اس کو چاہئے کہ ہمارے اہلبیتؑ کو وسیلہ قرار دے۔

۱۴۔ متعدد طرق واسناد سے مروی حدیث سفینہ میں آپ نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے حدیث سفینہ اور حدیث باب حطّہ ایک ساتھ بیان کی ہے اور چونکہ حدیث باب حطّہ اہلبیتؑ کی مطلق پیروی پر دلالت کرتی ہے اور ان کی عصمت، رجس سے پاکیزگی اور ان کے مخالفین کے کفر کو بیان کرتی ہے لہٰذا حدیث سفینہ بھی ان ساری باتوں پر دلالت کرے گی اور ان کی امامت وخلافت اور عصمت کو ثابت کرے گی۔

۱۵۔ اس کے قبل "درمنثور" کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: اس امت میں ہماری مثال سفینۂ نوح اور باب حطّہ کی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امت کو ان کی پیروی کرنے کی وجہ سے اسی طرح نجات ملے گی جس طرح کشتیٔ نوح پر سوار ہونے والوں اور باب حطّہ میں داخل ہونے والوں کو ملی تھی، اور یہ چیز اسی پر زیب دیتی ہے جو امام ہو۔

۱۶۔ حضرت علیؑ نے اپنے فصیح و بلیغ خطبہ میں جس کو "یعقوبی" (۱) نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے، واقعہ غدیر بیان کرتے وقت اہلبیتؑ کو "سفینہ" سے تعبیر کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث غدیر کی طرح حدیث سفینہ بھی آپ کی امامت پر ایک دلیل ہے۔

۱۷۔ حضرت علیؑ نے اپنے خطبہ میں حدیث ثقلین کے ساتھ حدیث سفینہ کو بیان کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث سفینہ آپ کی امامت پر ایک دلیل ہے۔

۱۸۔ مسند ابویعلی، طیبی کی "الکاشف شرح المشکوٰۃ" اور دیگر مستند کتابوں سے معلوم ہوا کہ جناب ابوذر نے زنجیر در کعبہ پکڑے ہوئے حدیث سفینہ بیان کی تھی، اس جلیل القدر صحابی کا اس اہتمام سے حدیث سفینہ کا بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی نظر میں اس حدیث سے حضرت علیؑ کی امامت ثابت ہوتی ہے۔

۱۹۔ طبرانی وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ ابوذر غفاری نے حدیث باب حطّہ کے ساتھ حدیث سفینہ نقل کرکے اہلبیتؑ کی عظمت، عصمت اور افضلیت بیان کی تھی، ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عقلمندی کی بات نہیں ہے کہ حدیث سفینہ سے اہلبیتؑ کی امامت سے انکار کیا جائے۔

۲۰۔ ابن صباغ مالکی کی کتاب "فصول المہمہ" اور دیگر کتابوں سے معلوم ہوا کہ ابوذر غفاری خانہ کعبہ کی چھت پر گئے اور پہلے حدیث سفینہ بیان کی اور پھر توضیح مطلب کے لئے پیغمبر اسلامؐ کی یہ حدیث بیان کی: "اجعلوا اهل بيتي منكم مكان الراس من الجسد و مكان العينين من الراس" (میرے اہلبیتؑ کو وہی اہمیت دو جو بدن میں سر کو اور سر میں آنکھوں کو حاصل ہے) جو اہلبیتؑ کی امامت وخلافت اور افضلیت وعصمت وطہارت پر واضح دلیل ہے، کیا اس کے بعد بھی کوئی عقلمند امامت اہلبیتؑ پر حدیث سفینہ کی دلالت سے انکار کر سکتا ہے؟

۲۱۔ سلیمان بلخی کی کتاب "ینابیع المودۃ" کے ساتویں باب کی روایت سے معلوم ہوا کہ جناب ابوذر نے در کعبہ پکڑے ہوئے حدیث سفینہ، حدیث باب حطّہ اور حدیث ثقلین ایک ساتھ بیان کی تھی، اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی منصف مزاج حدیث سفینہ سے امامت اہلبیتؑ کے ثابت ہونے سے انکار کرے گا۔

۱۔ تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۲۱۲۔۲۱۱۔

حدیث سفینہ کے بارے میں شاہ صاحب کی پیترے بازیاں اور ان کے جوابات

شاہ صاحب:

اسی طرح حدیث: "مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلّف عنها غرق" (تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منہ موڑا ڈوبا) صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فلاح وہدایت ان (اہلبیتؑ) کی محبت و دوستی سے وابستہ ہے اور ان سے روگردانی ہلاکت وتباہی کا باعث ہے۔

میر حامد حسینؒ:

جب شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) نے اعتراف کرلیا کہ فلاح وہدایت اہلبیتؑ کی دوستی اور ان کی پیروی میں ہے تو پھر انھوں نے اہلبیتؑ کی امامت وخلافت کا اعتراف کیوں نہیں کیا؟ کیونکہ اس کے پہلے ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ ان کی دوستی اور ان کی پیروی کا واجب ہونا ان کی امامت وخلافت کا لازمہ اور ان سے منہ موڑنے سے ہلاک ہونا ان کی ریاست عامہ کی دلیل ہے، اس لئے کہ خود شاہ صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ امام وہ ہے جس کی پیروی اخروی نجات کا باعث ہو، اس بات کا اعتراف کرنے کے بعد ائمہ اثنا عشر کی امامت وخلافت سے انکار کرنا اور دوسروں کے دامن سے وابستہ ہونا غلط بات ہے۔

شاہ صاحب:

بفضلہ تعالی سارے فرق اسلامیہ میں اہلسنت ہی کو یہ سعادت نصیب ہے اور دیگر مذاہب کے مقابلے صرف ان ہی کے مذہب کی یہ خصوصیت ہے۔

میر حامد حسینؒ:

ارباب بصیرت پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اہلسنت کو اہلبیت سے نہ تو محبت ہے نہ ہی وہ ان کی پیروی کرتے ہیں، اس چیز کو اپنے سے مخصوص کرنا تو بہت دور کی بات ہے، کیونکہ اہلبیتؑ پر ظلم کرنے والوں،

ان کے حق غصب کرنے والوں، ان سے جنگ کرنے والوں، ان کو زہر دینے والوں اور ان پر سب وشتم کرنے والوں کو جو لوگ دوست رکھیں بلکہ ان کو اپنا مقتدا و پیشوا مانیں وہ کیسے اہلبیتؑ کے ساتھ دوستی کا دعوی کرسکتے ہیں؟ کیسے وہ لوگ ایسا ادعا کرسکتے ہیں جب کہ وہ اہلبیت کی عصمت سے انکار کرتے ہیں، ان کے اقوال و افعال کو غلط بتاتے ہیں اور ان کے اجماع کو حجت نہیں مانتے ہیں، اس پر شاہد خود ان کی کلامی اور اصولی کتابی ہیں۔

شاہ صاحب:

کیونکہ اہلسنت ہی تمام اہلبیت کی محبت کی رسی کو تھامے ہوئے ہیں، اس طرح نہیں کہ "أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ" (یعنی کتاب کی بعض بات مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں) بلکہ انبیا کے ایمان کے بموجب "لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ" (یعنی ہم ان رسولوں میں سے کسی کے ساتھ فرق نہیں کرتے) بعض سے محبت یا ان پر ایمان اور بعض سے عداوت یا کفر اختیار نہیں کرتے۔

میر حامد حسینؒ:

شاہ صاحب کا یہ دعویٰ اتنا غلط ہے کہ اس کی رد میں اگر ضخیم کتاب لکھی جائے تب بھی کم ہے، ان کی باتیں دیکھ کر قرآن مجید کی یہ آیتیں سامنے آجاتی ہیں "إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ" (اے رسول جب تمھارے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو اقرار کرتے ہیں کہ آپ یقیناً خدا کے رسول ہیں اور خدا بھی جانتا ہے کہ تم یقینی اس کے رسول ہو مگر خدا ظاہر کئے دیتا ہے کہ یہ لوگ (اپنے اعتقاد کے لحاظ سے) ضرور جھوٹے ہیں۔ منافقون، آیت ۱) "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ، يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ" اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو (زبان سے تو) کہتے ہیں کہ ہم خدا پر اور قیامت پر ایمان لائے حالانکہ وہ (دل سے) ایمان نہیں لائے خدا اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ اپنے آپ کو دھوکہ

دیتے ہیں اور کچھ شعور نہیں رکھتے۔ بقرہ۔ ۸و۹) "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ" (اے رسول بعض لوگ (منافقین سے ایسے بھی ہیں) جن کی (چکنی چپڑی) باتیں (اس ذرا سی) دنیوی زندگی میں تمھیں بہت بھاتی ہیں اور وہ اپنی دلی محبت پر خدا کو گواہ مقرر کرتے ہیں حالانکہ وہ (تمھارے) دشمنوں میں سے سب سے زیادہ جھگڑالوں ہے۔ بقرہ۔ آیت ۲۰۴) "قُلْ إِنْ تُخْفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ" (اے رسول تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے تم خواہ اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو بہرحال خدا تو اسے جانتا ہے۔ آل عمران۔ آیت ۲۹) "وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ" (یہ لوگ تمھارے سامنے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم آپ کے فرمانبردار ہیں لیکن جب تمھارے پاس سے باہر نکلے تو ان میں سے کچھ لوگ جو کچھ تم سے کہہ چکے تھے اس کے خلاف راتوں کو مشورہ کرتے ہیں۔ نسا۔ آیت ۸۱) "يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ" (اے رسول جو لوگ کفر کی طرف لپک کے چلے جاتے ہیں تم ان کا غم نہ کھاؤ ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ اپنے منھ سے بے تکلف کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل بے ایمان ہیں۔ مائدہ۔ آیت ۴۱) "وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ" (اور مسلمانو یہ لوگ خدا کی قسمیں کھائیں گے کہ وہ تم میں ہی کے ہیں حالانکہ وہ لوگ تم میں کے نہیں ہیں مگر ہیں یہ لوگ بزدلے۔ توبہ۔ آیت ۵۶) "أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ" (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو ان لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر خدا نے غضب ڈھایا ہے تو اب وہ نہ تم میں ہیں اور نہ ان میں یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔ مجادلہ۔ آیت ۱۴) "يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ" (جس دن خدا ان سب کو دوبارہ اٹھا کر کھڑا کرے گا تو یہ لوگ جس طرح تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اسی طرح اس کے سامنے بھی قسمیں کھائیں گے اور خیال کرتے ہیں کہ وہ راہِ ثواب پر ہیں۔ آگاہ رہو یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔ مجادلہ ۱۸) "لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

"يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ" (جو لوگ خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ مجادلہ۔۲۲) "قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ" (دشمنی تو ان کے منہ سے ٹپکتی ہے اور جو (بغض وحسد) ان کے دلوں میں بھرا ہے وہ کہیں اس سے بڑھ کر۔ آل عمران۔ آیت ۱۱۸) "يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ" (اپنے منہ سے وہ باتیں کہہ دیتے ہیں جو ان کے دل میں خاک نہیں ہوتی اور جسے وہ چھپاتے ہیں خدا اسے خوب جانتا ہے۔ آل عمران۔ آیت ۱۶۷)۔

ان کے علاوہ اور بھی آیتیں ہیں جنہیں پیش کیا جاسکتا ہے، خاص طور سے یہ آیتیں "قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" اگر اپنے دعوی میں سچے ہو تو دلیل لاؤ۔ نمل۔ آیت ۶۴) "فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ" (پھر جب تمہارے پاس علم (قرآن) آچکا اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی) عیسیٰ کے بارے میں حجت کرے تو کہو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو اس کے بعد سب مل کر خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ آل عمران۔ آیت ۶۱)۔

شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) کی اس بات کے جواب میں بعض علما نے کتنی اچھی بات کہی ہے کہ:

"عترت کی محبت کی رسی کو تھامنا بغیر ان کے دشمنوں سے برائت کئے ہوئے غیر معقول بات ہے جیسا کہ کہا گیا ہے: "تود عدوی ثم تزعم اننی صدیقک ان الرای عنک لعازب" (میرے دشمن سے محبت کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ میں تم کو دوست رکھتا ہوں یہ تمہاری خام خیالی ہے) کیونکہ صرف زبان سے اظہار محبت کو تمسک نہیں کہتے اور جس طرح بغیر عمل کئے قرآن کو گلے میں ٹانگنے اور حسبنا کتاب اللہ کہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے اسی طرح اہلبیتؑ۔ اس لئے کہ تمسک کے لحاظ سے قرآن وعترت یکساں ہیں، عترت ہی قرآن کے ہم پلہ ہیں، لہٰذا اہلسنت کا اہلبیتؑ کے ساتھ محبت کرنے اور ان کی پیروی کرنے کا دعویٰ طلحہ، زبیر

اور معاویہ جیسے ان کے دشمنوں اور ان کے ساتھ جنگ کرنے والوں سے محبت کرنے کے ساتھ اگر صحیح ہو تو پھر شیعوں کا دشمنان اہلبیت کے ساتھ محبت کرنے کے ساتھ ان پر لعن وطعن کا عمل جس کا ثبوت خود اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے، کیونکر صحیح نہ ہوگا؟۔

اہلبیتؑ کے بارے میں بے تکی باتوں کے نمونے

کتب اہلسنت میں اہلبیتؑ کے بارے میں ایسی باتیں نظر آتی ہیں جو ان کے اہلبیتؑ سے محبت کے بجائے ان سے دشمنی کو ثابت کررہی ہیں۔ یہاں مؤلف تحفہ اثناعشریہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کی توہین آمیز بعض عبارتیں نقل کی جارہی ہیں جو میرے مدعا کو صحیح ثابت کررہی ہیں، وہ "ازالۃ الخفا" کی پانچویں فصل کے پہلے مقصد میں لکھتے ہیں:

"تواتر سے پہنچنے والی حدیثوں کے مطابق، پیغمبرؐ اسلام نے قتل عثمان کے بارے میں پہلے ہی باخبر کردیا تھا اور کہا تھا کہ لوگوں کے حالات بدل جائیں گے اور ہر جگہ کو مشکلیں گھیر لیں گی۔ پیغمبرؐ اسلام نے قتل عثمان سے پہلے کے زمانے کی ستائش کی اور اس کے بعد کے زمانے کی مذمت۔ فتنے کے زمانے کے بارے میں بڑی تفصیل سے کہا ہے، آپ نے واضح لفظوں میں کہا کہ فتنوں کی وجہ سے بہت جلد خلافت ختم ہوجائے گی اور نبوت کی بچی برکتیں تمام ہوجائیں گی، فتنوں نے ایسا رخ اختیار کیا کہ علی مرتضی کے سابق الاسلامی، پائیداری، بیعت کے ہونے اور لوگوں پر آپ کی بیعت کے واجب ہونے کے باوجود آپ خلافت نہ سنبھال سکے اور آپ کے جاری کئے ہوئے فرامین عالم اسلام میں جاری نہ ہوسکے، لوگوں نے آپ کی حکومت کے سامنے سرنیاز خم نہ کئے، آپ کے زمانے میں جہاد نہیں ہوئے، مسلمانوں کا اتحاد ختم ہوگیا، لوگ آپ سے جنگ کرنے میں لگے رہے، بلاد اسلامی میں آپ کا دخل نہیں تھا اور واقعۂ تحکیم کے بعد تو آپ کی حکومت کا دائرہ اتنا تنگ ہوگیا تھا کہ آپ کی حکومت صرف کوفہ اور اس کے اطراف تک محدود ہوکر رہ گئی تھی۔ البتہ یہ ساری چیزیں آپ کی خوبیوں اور استحقاق خلافت میں اثر انداز نہیں ہوسکتیں مگر خلافت کے اہداف سے آپ دور رہے، لیکن

جب معاویہ بن ابی سفیان نے زمام حکومت ہاتھوں میں لی تو سبھی نے ان کی خلافت پر اتفاق کرلیا اور امت اسلامی سے فتنے ختم ہو گئے۔(۱)

نیز وہ اسی پہلے مقصد کے آخر میں لکھتے ہیں:

”خلافت کا ہدف لوگوں کی اصلاح اور ان کی راہنمائی کرنی ہے جو خلافت علی مرتضی میں دیکھی نہیں گئی اور امت اسلامی پر واجب نہیں تھا کہ ان کے پرچم تلے اکٹھا ہوں جب کہ ان پر خلفا ثلاثہ کے زمانے میں ایسا واجب تھا، خلفاء ثلاثہ کے زمانے کی عنایتوں، برکات کا نزول نیز خیر (اتحاد مسلمین) کا استمرار اس دور میں ختم ہوگیا تھا۔ قرآن نے تو کہا: ”و لیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم“ (اور جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے (اسلام) اس پر انھیں ضرور ضرور قدرت دے گا۔ نور۔ آیت ۵۴) مگر زمانہ علی مرتضی میں یہ پورا نہ ہوسکا کیونکہ ان کے پاس ایسی طاقت نہیں تھی جس سے وہ کفار کا جواب دیتے اور پرچم اسلام کو لہراتے، نہ ہی یہ آیت عملی جامہ پہن پائی: ”واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیرا“ (اور مجھے خاص اپنی بارگاہ سے ایک حکومت عطا فرما جس سے (ہر قسم کی) مدد پہونچے، اسراء۔ آیت ۸۰) کیونکہ ان کا حکم ساری امت پر نافذ نہ ہو پایا، جب کہ یہ زمانہ خلفا ثلاثہ میں پورا ہوا اور یہ خود ان کی افضلیت پر ایک قوی دلیل ہے۔(۲)

شاہ ولی دہلوی نے اپنی دوسری کتاب ”قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین“ میں بھی بے تکی باتوں کا سہارا لے کر شیخین کے حضرت علیؑ سے افضل ہونے کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اس کتاب سے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

جنھوں نے علی مرتضی کی مخالفت یا ان سے جنگ کی تھی وہ سب کے سب مجتہد تھے گرچہ ان سے اجتہاد کرنے میں غلطی ہوگئی تھی۔

۱۔ ازالۃ الخفاء، ج۱، ص۱۲۲۔

۲۔ ازالۃ الخفاء، ص۵۷۳۔۵۷۲۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

”جس چیز پر لوگ اجماع کرلیں دین وہی ہے جب کہ علی مرتضی کے اصحاب نے آپ کے بیان کو اپنی اپنی سمجھ کے مطابق سمجھا تھا اسی لئے ان میں اختلاف بھی ہوا تھا، بعض کا کہنا تھا کہ آپ نے اپنے کو خون عثمان سے بری کہا تھا، بعض کا کہنا تھا کہ آپ نے فرمایا تھا: خدا نے انھیں قتل کیا تھا اور میں ان کے ساتھ تھا، بعض کے بقول آپ قتل عثمان سے راضی تھے۔ اسی طرح دیگر فقہی اور غیر فقہی مسائل میں بھی آپ کی بات نہ سمجھ پائے اور ان میں اختلاف کر بیٹھے“۔(۱)

نیز وہ لکھتے ہیں:

”علی مرتضی نے اپنے زمانے میں اجتہاد کا دروازہ بند کردیا تھا اس لحاظ سے شیخین ان سے افضل ہوئے“۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

”مسلمانوں کا خون بہانے سے پرہیز کرنا ہی سب سے بڑی پرہیزگاری ہے جس کی شیخین کوشش کرتے رہے جب کہ مرتضی اس سے نہ بچ پائے۔۔۔“۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

”علی مرتضی سے ایک فقہی مسئلہ میں غلطی ہوگئی تھی، عکرمہ کا بیان ہے کہ علی نے مرتدوں (اسلام سے پلٹ جانے والوں) کو جلا دیا تھا، جب اس کی خبر ابن عباس تک پہنچی تو بولے اگر میرے اختیار میں ہوتا تو حکم نبیؐ کے مطابق انھیں (مرتدوں کو) قتل کرتا کیونکہ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا ہے: جو بھی دین اسلام سے پھر جائے اس کو قتل کر ڈالو اس لئے میں انھیں نہیں جلاتا کیونکہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ جس طرح خدا عذاب دیتا ہے اس طرح تم عذاب نہ دو، جیسے علی کو اس کی خبر ملی کہا: ابن عباس صحیح کہتا ہے، اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے“۔(۲)

۱۔ قرۃ العینین، ص۱۳۳۔ ۲۔ قرۃ العینین، ص۱۴۹۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

"خلافت (علیؑ) مرتضی میں لوگ چار گروہوں میں بٹ گئے تھے، ایک گروہ (علیؑ) مرتضی کا دوست تھا ان کا کہنا تھا کہ اس زمانے میں (علیؑ) مرتضی سب سے بہتر ہیں لہٰذا وہی مستحق خلافت ہیں اور جو لوگ ان کی مخالفت کر رہے ہیں غلط راستے پر ہیں، ایک گروہ آپ کا مخالف ہو گیا اور وہ جنگ پر اتر آیا، ان کا کہنا تھا کہ خلافت (علیؑ) مرتضی منعقد نہیں ہوئی تھی اہل مدینہ کی بیعت زبردستی والی تھی اور وہ اغراض کی وجہ سے تھی نہ کہ اجتہاد کی وجہ سے، کوفیوں کی بھی بیعت ایسی ہی تھی، اور وہ قتل عثمان میں شریک تھے اور ان کے قاتلوں کے ساتھ روابط تھے کہ جس سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور قضیہ تحکیم میں اپنے کو انھوں نے جدا کر لیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ علی مرتضی کا ہاتھ خون عثمان سے رنگین نہیں تھا مگر یہ شبہ ظاہر ہوتا تھا اس لئے وہ لوگ علی مرتضی کے مقابلے میں مجتہد مخطی تھے"۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

"صحابہ میں سے سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، ابوموسی اور ابومسعود جیسے فقہا نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی، ان کا کہنا تھا کہ آنحضرتؐ نے ایام فتنہ میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ حدیث متواتر ہے اور آپ نے مسلمانوں سے جنگ کرنے سے منع فرمایا ہے، اس کے باوجود یہ لوگ حضرت (علیؑ) مرتضی کی مدح وثنا کرتے تھے اور ان کے مناقب بیان کرتے تھے اور انھیں خلافت کے لئے سب سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے، البتہ بعض کی باتوں سے خود نصب خلافت کے بارے میں شک وشبہ کی جھلک آتی ہے "تنبیہ" اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ جن لوگوں نے جنگ نہیں کی ان کی دلیل وہ حدیث تھی جس میں مسلمانوں سے جنگ کرنے سے روکا گیا ہے، مگر اس حدیث کا ربط ان مسلمانوں سے جنگ کرنے سے ہے جو امام حق کے ساتھ ہوں گر چہ وہ لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے تھے، بلکہ ان لوگوں کی دلیل وہ متواتر حدیثیں تھیں جو ان صفات کے حامل لوگوں سے جنگ سے منع کرتی ہیں جو صفات ان لوگوں میں پائے جاتے تھے کہ ان احادیث کی تعداد دو سے زیادہ ہے، اور اگر اس وقت کے حالات

پر غور کیا جائے تو اس نتیجہ پر انسان پہنچے گا کہ جنہوں نے جنگ کی تھی قیاس ان کی دلیل تھی یعنی اگر ہم خلیفہ کی نصرت نہیں کریں گے تو اس سے عالم کا نظام درہم وبرہم ہو جائے گا جس کے روکنے کا شرع نے حکم دیا ہے اور وہ عام حکم تھا جو ظالموں سے قتل سے متعلق ہے اور علی مرتضی کے سوابق کو دیکھتے ہوئے انھیں مستحق خلافت سمجھتا تھا"۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

"شیخین (ابوبکر وعمر) کو اس لئے افضلیت حاصل ہے کہ ان کے بارے میں آنحضرت کو بشارت ہوئی تھی جب کہ علیؑ مرتضی کے بارے میں ایسی بشارت نہیں ہوئی اور جو حضرتؐ نے شیخین کے بارے میں بشارت دی کہ وہ خلیفہ ہوں گے، دینی امور ان سے منظم ہوں گے اور بہت سارے فتوحات ان کے ہاتھوں انجام پائیں گے وہ سب کے سب دیکھنے میں بھی آئیں جب کہ زمانہ خلافت علی مرتضی میں ایک بھی فتح نظر نہیں آتی اور جب ایسا نہیں ہونا تھا تو پھر حضرتؐ کیسے ان کے بارے میں بشارت دیتے"۔(۱)

نیز وہ لکھتے ہیں:

"زمانہ حضرت علیؑ مرتضی میں نہ اجماع منعقد ہوا نہ علما سے صلاح ومشورہ لیا گیا اور نہ ہی ان کا علم مسلمانوں کے سامنے آیا تھا، یہ بات آثار سلف سے واقف افراد پر پوشیدہ نہیں ہے"(۲)

نیز وہ لکھتے ہیں:

"سیاست مدن اور لشکری امور کی انجام دہی میں شیخین کی مثال نفس ناطقہ کی ہے یعنی جس طرح نفس ناطقہ اعضاء جسم کی نگرانی کرتا ہے اسی طرح شیخین ملکی اور فوجی امور کی نگرانی کرتے تھے، شیخین کے زمانے میں عالم اسلام ہم خیال تھے اور ان کے درمیان اختلاف نہیں تھا، بھی کفار سے مشغول جہاد تھے، ان ہی پر "اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" (الفتح۔آیت ۲۹) صادق آتا تھا جب کہ زمانہ حضرت علیؑ میں اختلاف ہو رہے تھے اور لوگ ٹکڑوں میں بٹ گئے تھے، مسلمانوں کی تلواریں کفار کے سروں پر پڑنے کے بجائے خود اپنوں

۱۔ قرۃ العینین، ص۱۳۰۔ ۲۔ قرۃ العینین، ص۱۳۲۔

کے سر پر پڑنے لگی تھیں اور بدامنی اتنی پھیل گئی تھی کہ علی مرتضیٰ کے ہاتھ میں سوائے کوفہ کے کچھ بھی نہیں بچا تھا''۔(۱)

نیز وہ لکھتے ہیں:

''شیخین کے اصحاب سب کے سب پابند شریعت تھے اور ان سے کوئی گری حرکت سرزد نہیں ہوئی جب کہ علی مرتضیٰ کے اکثر اصحاب میں حرص وطمع اور بغض وحسد پائے جاتے تھے، وہ لوگ علی مرتضیٰ سے خلوص سے نہیں ملتے تھے اسی لئے بارہا علی مرتضیٰ نے ان کے بارے میں گلہ کیا تھا کہ اے کاش کوفیوں کا شامیوں سے درہم ودینار کی طرح معاملہ کرتا دس دیتا اور ایک لیتا، ان لوگوں کی بے وفائی ضرب المثل بن گئی تھی ان لوگوں نے حسن مجتبیٰ اور حسین شہید کے ساتھ جو بے وفائی کی وہ محتاج بیان نہیں ہے اور جو لوگ آپ سے خلوص سے ملتے تھے ان کے اعتقاد میں فرق پایا جاتا تھا، بعض آپ کی تعظیم میں اتنا آگے بڑھ گئے اور آپ کو اس منزل تک پہونچا دیا جہاں غیر نبی نہیں پہنچ سکتا اور بعض نے آپ کے حق میں کوتاہی کی اور بعض معتدل تھے اور وہ عبداللہ ابن مسعود کے اصحاب تھے اسی طرح آپ کے کلام کے سمجھنے میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا، ایک گروہ آپ کی باتوں پر کان نہیں دھرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ شخص (حضرت علیؑ) جنگجو ہے اور جو بات زبان پر ہے وہ دل میں نہیں ہے اور ایک گروہ آپ کی باتوں کو ان معنی میں حمل کرتا تھا جو ان کے مفاد میں ہوتا تھا اور یہ عبداللہ بن مسعود کا گروہ ہے، پس اگر علیؑ مرتضیٰ کا ان لوگوں پر اثر ہوتا تو یہ اختلاف دیکھنے میں نہیں آتا جیسا کہ زمانہ پیغمبرؐ اور زمانہ شیخین میں ایسا ہوتے نہیں دیکھا''۔(۲)

نیز وہ لکھتے ہیں:

''علیؑ مرتضیٰ اپنے زمانہ خلافت میں داخلی اختلاف میں گرفتار رہے اور ایک بھی شہر فتح نہیں کر پائے بلکہ آپ کے زمانے میں جہاد کا دروازہ بالکل بند تھا، لہٰذا جہاد کے سلسلے میں شیخین افضل تھے''۔

۱۔قرۃ العینین، ص۱۳۵۔ ۲۔قرۃ العینین، ص۱۳۸۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

''علی مرتضیٰ کا زہد اولیاء کے زہد جیسا تھا جب کہ شیخین کا زہد انبیاء جیسا اسی طرح علی مرتضیٰ کا ورع اولیاء جیسا ورع تھا جب کہ شیخین کا ورع انبیاء کے ورع جیسا تھا، میرے دعوے کی دلیل وہ واقعات ہیں جنہیں مؤرخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ علی مرتضیٰ کا زہد خلافت کے عدم نظم وضبط کا باعث بنا جب کہ شیخین کا زہد خلافت کے نظم وضبط کا سبب بنا اور یہ بات واضح ہے کہ انبیاء کا زہد وورع ان کے امور ریاست کی انجام دہی میں مخل نہیں تھا جب کہ اولیاء کا زہد ان کے امور دینی کی انجام دہی میں مخل تھا، دوسری بات یہ ہے کہ سب سے عظیم زہد خلافت سے بے رغبتی ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو مخالفت نفس کو زہد کہتے ہیں پس اگر کسی کے نفس کا رجحان مال کی طرف ہو نہ جاہ ومقام کی طرف تو اس کا زہد ترک مال ہے نہ ترک جاہ ومقام، اسی طرح کسی کے نفس کا رجحان جاہ ومقام کی طرف ہو نہ کہ مال کی طرف تو اس شخص کا زہد ترکِ جاہ ومقام ہے نہ ترکِ مال، حضرت علی مرتضیٰ نے خلافت کے حصول کے لئے پوری تگ ودو کی اور اس کے لئے جنگیں لڑیں گرچہ یہ سب کچھ از روئے اجتہاد تھا اور اس کی شریعت نے اجازت دے رکھی تھی مگر وہ شخص جس سے یہ سب کچھ نہیں ہوا وہ بہرحال آپ سے افضل ہوگا۔ اسی طرح سب سے عظیم ورع مسلمانوں سے جنگ نہ کرنا ہے کیونکہ ان کے قتل میں مفسدہ اور گناہ زیادہ ہے لہٰذا شریعت کی طرف سے اجازت ملنے کی صورت میں تھوڑے سے شبہ کی وجہ سے اس کو ترک کر دینا چاہئے اور مسلمانوں سے شیخین نے جنگ نہیں کی تھی جب کہ علیؑ مرتضیٰ نے مسلمانوں سے جنگ کی تھی، اسی طرح اور بھی صفات ہیں جن میں کے اکثر کے شیخین حامل تھے''۔(۱)

نیز وہ لکھتے ہیں:

''آنحضرتؐ نے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے کسی کے ساتھ صیغۂ اخوت جاری نہیں کیا کیونکہ مہاجرین وانصار میں بہت سارے ان کی انجام دہی کے لئے حاضر تھے اور جب علی مرتضیٰ کو آپ نے روتے دیکھا تو دلجوئی کے لئے ان کے ساتھ صیغۂ اخوت پڑھ لیا''۔(۲)

۱۔قرۃ العینین، ص۱۴۵۔ ۲۔قرۃ العینین، ص۱۶۳۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

"علی مرتضی کی اولاد میں اگر اخیار پیدا ہوئے تو ایسے بھی پیدا ہوئے جو گمراہیوں کے سرچشمہ تھے۔ اسماعیلیہ، زیدیہ اور امامیہ ان ہی سے گمراہ ہوئے۔ تاریخ کے صفحات پر تقریبا سو علوی ایسے نظر آئیں گے جنہوں نے خروج کیا اور دنیا کو تباہ و بربادی کے دہانے پر لا کھڑا کیا اور خود بھی برباد ہو گئے، جب کہ شیخین کی اولاد میں سوائے ائمہ ہدیٰ کے کوئی پیدا نہ ہوا جیسے عبداللہ بن عمر، عائشہ، سالم، قاسم، عبداللہ بن عمر عمری وغیرہ، ان کے بعد شیخ شہاب الدین سہروردی جیسے ائمہ طریقت، امام رازی اور صاحب مشکوۃ جیسے مصنف پیدا ہوئے جو ایک بہت بڑی جماعت کی ہدایت کے باعث بنے، ان میں سے کسی نے خروج نہیں کیا نہ ہی ان کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان جنگیں ہوئیں"۔

حقیقت سے دور اس طرح کی نہ جانے کتنی باتیں ہیں جنہیں "قرۃ العینین" میں انہوں نے لکھی ہیں جو شخص ان کی مزید افترا پردازیوں کو دیکھنا چاہتا ہے وہ مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کرے۔

شاہ صاحب:

شیعوں کا یہ حال ہے کہ ان میں کا کوئی فرقہ تمام اہلبیت کو دوست نہیں رکھتا بعض ایک طائفہ سے دوستی رکھتے ہیں تو اوروں سے بغض و عداوت اور بعض دوسرے طائفہ سے دوستی رکھتے ہیں تو ان کے علاوہ سے بغض و عداوت۔

میر حامد حسینؒ:

میں نے واضح دلائل سے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ میں اہلبیتؑ سے مراد صاحبان عصمت وطہارت ہیں اور شیعہ اثنا عشری ہی سارے اہلبیت عصمت وطہارت کو تہہ دل سے دوست رکھتے ہیں اور انھیں مفترض الطاعۃ اور واجب الاتباع سمجھتے ہیں، رہی بات زیدیہ اور اسماعیلیہ کی جو اپنے کو شیعہ کہتے ہیں وہ بعض ائمہ اثنا عشر سے عداوت رکھنے اور ان کی پیروی کرنے والوں سے چشم پوشی کرنے اور معصومین کی جگہ غیر معصوم کو نصب کر کے حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے

شیعہ نہیں ہیں بلکہ وہ نواصب وخوارج جیسے ہیں اور ان کا اپنے کو شیعہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے اہلسنت اپنے کو شیعہ اولی کہتے ہیں اور شیعوں کی مدح وثنا میں وارد ہونے والی آیتوں کو اپنے بارے میں بتاتے ہیں۔

شاہ صاحب:

یہی حال ان کی پیروی کرنے والوں کا ہے، جب کہ اہلسنت میں یہ بات نظر نہیں آئے گی اور وہ سبھی سے روایتیں لیتے ہیں اور ان سے تمسک کرتے ہیں چنانچہ ان کی کتب تفسیر و فقہ و حدیث اس پر گواہ ہیں۔

میر حامد حسینؒ:

اہلسنت کا اہلبیتؑ کی پیروی کرنا منافقین کا پیغمبر اسلام کی پیروی کرنے جیسا ہے بلکہ اس سے بھی بدتر، کیونکہ اہلسنت، اہلبیتؑ کی پیروی کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اصول دین میں اشعری اور فروع دین میں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں جب کہ منافقین حضرتؐ کی مخالفت کے باوجود آپ کے دشمنوں سے وابستہ نہیں ہوئے تھے اور خود کو یہودی، نصرانی، وصابی اور مجوسی نہیں کہتے تھے۔ حضرات اہلسنت اہلبیتؑ کی تاسی کرنے کے دعوے کے ساتھ ساتھ آپ کے دشمنوں سے اپنے کو منسوب کرتے ہیں اور اصول دین اور فروع د میں ان ہی کی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔

اور شاہ صاحب کا یہ کہنا کہ اہلسنت کسی ایک سے وابستہ نہیں بلکہ سبھی سے روایتیں لیتے ہیں تو یہ غلط ہے کیونکہ دوسروں کی طرح اہلبیتؑ سے روایتیں لینا ان کی پیروی کی دلیل نہیں بن سکتی جب تک ان کو وہ لوگ قرآن کی طرح معصوم نہ جانیں اور ان کے حکم کو خدا اور رسولؐ کے حکم کی طرح واجب الاتباع نہ سمجھیں، اس مقام پر بعض علما نے کتنی اچھی بات کہی ہے کہ: "اگر کسی شخص سے نقل روایت دلیل محبت ہو اور اس کی پیروی کی علامت ہو تو بخاری جنہوں نے خوارج سے روایتیں نقل کی ہیں خوارج میں سے ہو جائیں گے اور ایسا شخص کبھی کشتی اہلبیت پر سوار نہیں ہو سکتا ورنہ اجتماع ضدین لازم آئے گا"۔

اس کے علاوہ خود علماء اہلسنت نے سارے اہلبیتؑ سے روایتیں نہیں لی ہیں بلکہ ان کے بارے میں ایسی باتیں کہی ہیں جن کو بیان نہیں کیا جا سکتا اور اگر انھیں جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے، میری بات کی شاہد ابن تیمیہ کی "منہاج السنۃ"، شاہ ولی اللہ دہلوی کی "ازالۃ الخفا" اور "قرۃ العینین" اور صاحب کی "تحفہ اثنا عشریہ" ہیں۔ نمونے کے طور پر چند عبارتیں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت علیؑ کے بارے میں علمائے اہلسنت کے نظریات:

ابن تیمیہ احکام زکوٰۃ پر مشتمل کتابوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"واما الکتاب المنقول من علی ففیه أشیاء لم یاخذ بها أحد من العلماء، مثل قوله فی خمس و عشرین، خمس شاة". (۱) (حضرت) علی سے ایسی باتیں منقول ہیں جنھیں کسی عالم دین نے بیان نہیں کی ہیں جیسے پچیس بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ پانچ بھیڑ بکریاں ہیں۔

نیز ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"وقد جمع الشافعی ومحمد بن نصر المروزی کتاباً کبیراً فی ما لم یأخذ به المسلمون من قول علی، لکون قول غیره من الصحابة اتبع لکتاب والسنة!!!" (۲) شافعی اور محمد بن نصر مروزی نے ایک ضخیم کتاب میں (حضرت) علی کے وہ اقوال نقل کئے ہیں جن پر مسلمانوں نے عمل نہیں کئے کیونکہ ان کے علاوہ دیگر اصحاب کے اقوال قرآن وحدیث سے زیادہ مطابقت رکھتے تھے۔

ابن تیمیہ ہی لکھتے ہیں:

"ولم یعرف لأبی بکر فتیا ولا حکم خالف نصا، وقد عرف لعمر وعثمان وعلی من ذالک الأشیاء والذی عرف لعلی أکثر مما عرف لهما" (۳) ابوبکر کا کوئی بھی فتویٰ یا حکم قرآن وحدیث کے خلاف نظر نہیں آتا؛ البتہ عمر، عثمان اور علی کے فتوے قرآن وحدیث کے خلاف نظر آتے ہیں مگر (حضرت) علی کے یہاں ایسی خامیاں ان دونوں سے زیادہ نظر آتی ہیں.....۔

۱۔ منہاج السنۃ، ج۴، ص۲۱۷۔
۲۔ منہاج السنۃ، ج۴، ص۲۱۷۔
۳۔ منہاج السنۃ، ج۴، ص۲۱۷۔

سبکی "طبقات الشافعیة" میں محمد بن نصر مروزی کے حالات میں لکھتے ہیں:

"و قال الشیخ ابو اسحاق الشیرازی: صنف محمد هذا کتباً ضمنها الآثار و الفقه و کان من اعلم الناس باختلاف الصحابة و من بعدهم فی الاحکام وصنف کتابا فیما خالف فیه ابو حنیفة علیاً و عبد الله رضی الله عنهما" (۱)

ابو اسحاق شیرازی کا بیان ہے کہ محمد نے حدیث اور فقہ میں ایک کتاب لکھی ہے اور وہ اقوال صحابہ اور ان کے بعد علما کے بیان کئے احکام کو سب سے زیادہ جانتے تھے، اسی طرح انھوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں علی اور عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ابو حنیفہ کی مخالفتیں بیان کی ہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی "قرۃ العینین" میں لکھتے ہیں:

"سارے علوم دینی کی نشر واشاعت شیخین کے ذریعے ہوئی تھی، مثلاً علم قرآن جس کا علوم میں سب سے زیادہ مرتبہ ہے اس کے جمع کرنے والے اور دنیا کے گوشہ وکنار میں قاریوں کو منصوب کرنے والے شیخین ہیں، (علی) مرتضی سے قرآن کے بارے میں روایت ہوئی ہے مگر آپ سے کوفیوں میں سوائے راویان عبد اللہ بن مسعود کے جیسے زر بن جیش اور ابو عبد الرحمٰن سلمی کسی اور نے روایت نہیں کی ہے، ان لوگوں نے پہلے عبداللہ بن مسعود کے سامنے قرآن کی قرائت کی پھر علی مرتضی کے سامنے کہ اگر دوبارہ علی مرتضی کے سامنے قرائت نہ کرتے تب بھی ان کی روایت صحیح مانی جاتی... قرآن کے بعد حدیث کا مرتبہ ہے، حضرت عمر نے دور دراز علاقے میں محدثین بھیجے اور ان لوگوں نے وہاں حدیثیں بیان کیں، عبداللہ بن مسعود کوفہ میں حدیثیں بیان کر رہے تھے اور ابوموسی اشعری اور دیگر افراد بصرہ میں اور کچھ صحابی شام میں اس فریضہ کو انجام دے رہے تھے جب کہ (علی) مرتضی نے کسی کو اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے مامور نہیں کیا، وہ (حضرت علی) حدیث کے سلسلے میں عبداللہ بن مسعود کے ہم مرتبہ ہیں البتہ ایک فرق ہے جس سے محدثین واقف ہیں اور وہ یہ کہ راویانِ عبداللہ بن

۱۔ طبقات الشافعیہ، ج۲، ص۲۴۷۔

مسعود ثقہ اور فقیہ تھے جب کہ راویانِ (علی) مرتضیٰ مجہول الحال تھے، (علی) مرتضیٰ کی صرف وہ حدیثیں صحیح ہیں جن کی راویان عبداللہ بن مسعود نے روایت کی ہے اور اہل مدینہ اور اہل شام نے آپ سے بہت کم روایت کی ہے، قرآن وحدیث کے بعد فقہ کا مرتبہ ہے اور فقہ کے اہم مسائل عمر فاروق کے بتائے ہوئے ہیں کیونکہ مسلمانوں کی اکثریت یا حنفی ہے یا مالکی ہے یا شافعی ہے اور مالک کی "موطا" اور ابوحنیفہ کی "مسند" اور شافعی کی "مسند" میں (علی) مرتضیٰ سے گنی چنی صرف چند حدیثوں کی روایت ہوئی ہے جب کہ باقی عمر فاروق سے، ان کے بعد مدینہ کے صحابی فقہا پر اعتماد کیا گیا ہے"۔(۱)

نیز وہ لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کی اکثریت حنفیوں کی، مالکیوں کی اور شافعیوں کی ہے اور وہ سب کے سب شیخین پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی باتوں پر عمل کرتے ہیں جب کہ (علی) مرتضیٰ کی بتائی ہوئی صرف چند باتوں کو وہ مانتے ہیں، اس کے علاوہ علی مرتضیٰ کے ہاتھوں کوئی فتح دیکھنے میں نہیں آئی اور وہ اپنی خلافت کو بھی نہ سنبھال سکے"۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کتاب قرۃ العینین کے آخر میں لکھتے ہیں:

"صحابہ اور تابعین کے زمانے میں نہ تو صوفی رسم ورواج تھے نہ ہی تصوف کا نام، صوفیوں کا کاروبار نہ کرنا، اچھے لباس نہ پہننا، شادی بیاہ نہ کرنا اور خانقاہوں میں بیٹھنا اس زمانے میں مرسوم نہیں تھے، وحدت وجود وغیرہ سے متعلق ان کے نظریات منظر عام پر نہیں آئے تھے، صرف اوقات عبادات اور تہذیب نفس سے متعلق ان کی اس قرن کی باتیں نقل ہوئی ہیں، لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ساری چیزیں حضرت امیر المومنین کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسنین کے زمانے سے رائج ہوئیں مگر یہ قابل غور بات ہے کیونکہ اہلسنت کی معتبر کتابوں پر نظر دوڑائی مگر اس سلسلے میں کوئی باب نظر نہیں آیا، خود حضرت حسنین اور امام زین العابدین سے بہت کم

۱۔ قرۃ العینین، ص۱۵۲۔۱۵۰۔

روایتیں نقل ہوئی ہیں اور اگر ان بزرگوار کے وعظ ونصیحت پر مشتمل کلمات لئے جائیں تو ان کا شمار لطیف وظریف نکتوں میں ہوگا جو صحابہ اور تابعین کے بیانات میں بھی نظر آتے ہیں اور اگر معجزات دیکھے جائیں تو وہ بھی اس طبقے میں بہت کم نظر آتے ہیں اور وہ حضرت امیر اور آپ کے فرزندوں سے مخصوص نہیں ہیں"۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بارے میں علمائے اہلسنت کے خیالات:

ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"وأما الحسن والحسين فمات النبي وهما صغيران في سن التمييز، فروايتهما عن النبي قليلة"(۱) "رہی بات حسنؑ وحسینؑ کی تو جب نبی کا انتقال ہوا تھا اس وقت یہ دونوں چھوٹے اور ممیز بچے تھے اور ان دونوں سے مروی نبی کی حدیثیں بہت کم ہیں"۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

"وأما كونهما أزهد الناس وأعلمهم في زمانهم فهذا قول بلا دليل، وأما قوله: وجاهدا في الله حق جهاده حتى قتلا فهذا كذب عليهما" (۲) اور یہ کہ یہ دونوں سب سے بڑے زاہد اور اپنے زمانے میں سب سے زیادہ جاننے والے (اعلم) تھے تو اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، اور یہ جوان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انھوں نے راہ خدا میں جہاد کا پورا حق ادا کرتے ہوئے جان دی تو یہ جھوٹی بات ہے۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے متعلق قرۃ العینین کی مذکورہ بالا آخری باتیں اہلسنت کے انحراف کا بین ثبوت ہیں۔

سبکی "ابہاج فی شرح المنہاج" میں لکھتے ہیں:

۱۔ منہاج السنۃ، ج۱، ص۳۰۷۔

۲۔ منہاج السنۃ، ج۲، ص۱۵۱۔

"لكن الحسن رضى الله عنه فلم تتسع مهلته ولم تبرز أوامره ولا عرفت طريقته لقلة المدة". (۱) "حسن رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ مہلت نہ مل سکی اور ان کے دستورات سامنے نہ آ سکے، چونکہ ان کی حکومت کا زمانہ بہت محدود تھا اس لئے ان کی روش حکومت معلوم نہ ہو سکی"۔

سبکی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اہلسنت امام حسنؑ کی روش حکومت معلوم نہ کر سکے، پھر کس طرح وہ کہتے ہیں کہ اہلسنت، اہلبیت کی پیروی کرتے ہیں؟

تعجب تو بعض اکابر علماء اہلسنت پر ہوتا ہے جو اپنے سنی ہونے کا اعتراف کرنے کے باوجود امام حسنؑ کے خلفا راشدین کی پانچویں فرد ہونے میں شک و تردید کرتے ہیں اور منافقانہ چال چل کر آپ کی خلافت سے انکار کر کے عمر بن عبدالعزیز کو خلفاء راشدین کی پانچویں فرد بتاتے ہیں، چنانچہ ابن حجر مکی "منح مکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ" میں لکھتے ہیں:

"ومما يبطل توجيه تلك الكلمة ما ذكرته فى مختصرى "تاريخ الخلفاء" للحافظ السيوطى أن رجلا سمى يزيد أمير المؤمنين فأمر عمر بن عبد العزيز -خامس أو سادس الخلفا الراشدين، ولا يرد الحسن "رضى الله تعالى عنه "على الذين عبروا بالأول فانه وان كان منهم بنص الحديث الصحيح على أن الخلافة بعده صلى الله عليه وسلم ثلاثون سنة ومدة خلافته ستة أشهر تكملة هذه الثلاثين لأنها لم تطل ولم يدن له ما دان للأربعة من جميع بلاد الاسلام، فكأنه اندرج فى خلافة أبيه فهما كرجل واحد، فهو من الأربعة وحينئذ تعين أن خامسهم عمر رضى الله عنه -بضربه عشرين سوطا ....". جو مطالب ان باتوں کو رد کرتے ہیں انھیں میں نے سیوطی کی تاریخ الخلفاء کے اختصار (مختصر تاریخ الخلفاء) میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے یزید کو امیرالمومنین

۱۔ الابھاج فی شرح المنھاج، ج ۲، ص ۳۶۷۔

کہا، عمر بن عبدالعزیز نے جو خلفا راشدین کے پانچویں یا چھٹے خلیفہ ہیں حکم دیا.... (سیوطی نے) حسن رضی اللہ تعالی عنہ کو خلفا راشدین میں ذکر نہیں کیا ہے اس لئے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد تیس سال تک خلافت کا سلسلہ رہے گا اور ان (امام حسن) کی خلافت کا زمانہ چھ (۶) مہینہ تھا جو اس تیس (۳۰) سال کا تکملہ ہے، اور چونکہ آپ (امام حسن) کی خلافت کا زمانہ طولانی نہیں تھا نہ ہی وہ چیزیں آپ کو ہاتھ آئیں یعنی بلاد اسلامی کی فتح جو آپ کے پہلے چار خلفاء کے ہاتھ آئی تھیں اس لئے گویا آپ کی خلافت کے زمانے کو آپ کے باپ علی بن ابی طالب کی خلافت میں شمار کیا گیا، لہٰذا آپ کا شمار ان ہی چار خلفا میں ہوتا ہے، اس لحاظ سے خلفا راشدین کی پانچویں فرد عمرو بن عبدالعزیز ہیں... بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا"۔

ابن الھمام "فتح القدیر" کے باب الطلاق میں لکھتے ہیں:

"واما وصفه فهو أبغض المباحات الى الله تعالىٰ، علىٰ ما رواه أبو داود وابن ماجه عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال: أن أبغض المباحات عند الله الطلاق، فنص على أباحته وكونه مبغوضا، وهو لا يستلزم ترتب لازم المكروه الشرعى الا لو كان مكروها بالمعنى الاصطلاحى، ولا يلزم ذالك من وصفه بالبغض الا لو لم يصفه بالأباحة، لكنه وصفه بها لأن أفعل التفضيل بعض ما أضيف اليه، وغاية ما فيه أنه مبغوض اليه سبحانه وتعالى ولم يترتب عليه ما رتب على المكروه. ودليل نفى الكراهة قوله تعالى: "لا جناح عليكم إن طلقتم النِساء ما لم تمسّوهنّ" وطلاقه صلى الله عليه وسلم حفصة ثم أمره سبحانه وتعالى أن يراجعها فانها صوّامة قوّامة. وبه يبطل قول القائلين: لا يباح الا لكبر، لطلاق سودة، أو ريبة، فان طلاقه حفصة لم يقرن بواحد منهما. وأما ما روى: لعن الله كل ذواق مطلاق، فحمله الطلاق بغير حاجة بدليل ما روى من قوله صلى الله عليه وسلم أيما امرأة اختلعت من زوجها بغير نشوز فعليها لعنة الله والملائكة والناس أجمعين. ولا يخفى أن

كلامهم فيما سيأتى من التعاليل يصرح بأنه محظور، لما فيه من كفران نعمة النكاح وللحديثين المذكورين وغيرهما. وانما أبيح للحاجة والحاجة ما ذكرنا فى بيان سببه، فبين الحكمين منهم تدافع. والاصح حظره الا لحاجة للادلة المذكورة، ويحمل لفظ المباح على ما ابيح فى بعض الاوقات اعنى اوقات تحقق الحاجة المبيحة وهو ظاهر فى رواية لأبى داود: ما احلّ اللّٰه شيئا أبغض اليه من الطلاق، وأن الفعل لا عموم له فى الزمان غير أن الحاجة لا تقتصر على الكبر والريبة، فمن الحاجة المبيحة أن يلقى اليه عدم اشتهائها بحيث يعجز أو يتضرر باكراهه نفسه على جماعها، فهذا اذا وقع فان كان قادرا على طول غيرها مع استبقائها ورضيت باقامتها فى عصمته بلا وطيء أو بلا قسم فيكره طلاقه كما كان بين رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وسودة، وان لم يكن قادرا على طولها أو لم ترض هى بترك حقها فهو مباح لان مقلب القلوب رب العالمين. وأما ما روى عن الحسن، وكان قيل له فى كثرة تزّوجه وطلاقه، فقال: أحب الغنى، قال اللّٰه تعالىٰ: ”وان يتفرّقا يغن اللّٰه كلا مِن سعته“ فهو رأى منه ان كان على ظاهره! وكل ما نقل عن طلاق الصحابة رضى اللّٰه عنهم كطلاق عمر رضى اللّٰه عنه أم عاصم وعبد الرحمن بن عوف تماضر، والمغيرة بن شعبة الزوجات الأربع دفعة واحدة فقال لهن: أنتن حسنات الاخلاق ناعمات الاطواق طويلات الأعناق، اذهبن فأنتن طلاق! فحمله وجود الحاجة مما ذكرنا. وأما اذا لم تكن حاجة فمحض كفران نعمة وسوء أدب فيكره، واللّٰه سبحانه وتعالىٰ أعلم“. مباح کاموں میں خدا کے نزدیک منفورترین فعل، طلاق ہے جیسا کہ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ خدا کے نزدیک منفورترین عملِ مباح، طلاق ہے۔ آنحضرتؐ نے جہاں اس کے مباح ہونے کی تصریح کی ہے وہیں اس کے مبغوض ومنفور ہونے کی بھی

وضاحت کی ہے، لیکن اس عبارت سے طلاق کا شرعی مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور اگر مکروہ ہوگا بھی تو وہ اصطلاحی معنی میں ہوگا اور چونکہ حدیث میں اباحہ (مباح) آیا ہے لہٰذا مبغوض ومنفور سے اس کا مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا گرچہ حدیث میں صیغہ تفضیل (ابغض) استعمال ہوا ہے، مگر حدیث سے صرف اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ طلاق مباح ہونے کے ساتھ ساتھ خدا کی نظر میں منفورترین عمل ہے اور دوسرے مکروہات کی طرح نہیں کہ اس پر مکروہ کے آثار مرتب ہوں، اس کے مکروہ نہ ہونے پر قرآن کی آیت دلالت کررہی ہے: ”لا جناح عليكم اِن طلقتم النِساء ما لم تمسّوهنّ“ (بقرہ، آیت ۲۳۶) طلاق کے مکروہ نہ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے حفصہ کو طلاق دیا تھا اور پھر دستور خداوندی کی وجہ سے ان کی طرف رجوع کیا تھا کیونکہ وہ بہت زیادہ روزہ دار اور شب زندہ دار تھیں۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ طلاق مباح نہیں ہے مگر پیرزن یا برے کردار والی عورت کے سوا جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ نے سودہ کو بوڑھی ہونے کی وجہ سے طلاق دیا تھا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرتؐ نے حفصہ کو طلاق دیا تھا اور مذکورہ دونوں باتوں (پیری اور مشکوک حرکتوں) میں سے کوئی بھی ان میں نہیں پائی جارہی تھی۔

رہی یہ روایت کہ: خدا نے ہر اس شہوت پرست انسان پر لعنت کی ہے جو زیادہ طلاق دیتا ہے، تو اس کو حمل کریں گے اس طلاق پر جو کسی ضرورت کے بغیر انجام پائے کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: جو عورت اپنے شوہر کو عدم رجحان کے بغیر چھوڑے اس پر خدا، ملائکہ اور سارے لوگوں کی لعنت ہو، واضح رہے کہ علماء نے طلاق کی جو علت بیان کی ہے اس سے طلاق کا ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے، اس پر مذکورہ دو حدیثیں دلالت کرتی ہیں، نیز اس سے ازدواج کا کفران نعمت لازم آتا ہے، البتہ طلاق جو مباح ہوا ہے وہ ان اسباب کی وجہ سے جنہیں اوپر بیان کیا گیا ہے، پس ان دونوں حکموں میں تعارض ہے اور میری نظر میں صحیح یہ ہے کہ طلاق بغیر ضرورت کے جائز نہیں ہے ان دلیلوں کی بنیاد پر جنہیں بیان کیا گیا ہے۔ اور روایت میں طلاق کو جو مباح قرار دیا گیا ہے وہ صرف ضرورت کی خاطر اور یہ ابوداؤد کی روایت سے واضح

ہے اس لئے کہ اس روایت میں آیا ہے کہ: خدا کی نظر میں حلال چیزوں میں منفور ترین چیز طلاق ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ فعل (اباحہ) میں عمومیت زمانی نہیں ہے (کہ جب چاہیں طلاق دے دیں) نہ ہی طلاق کی مجوز صرف بڑھاپا اور مشکوک حرکتیں ہیں؛ کیونکہ جن ضروریات کی بنا پر طلاق جائز ہوتا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ عورت مرد سے عدم تمائل کی نشاندہی کرے اس طرح کہ شوہر اس سے ہمبستری نہ کرسکے یا اگر اس کو اس فعل پر وادار کرے تو وہ اس کے لئے مضر ہو۔ اب اگر ایسی مشکل پیش آجائے اور شوہر اس کو اپنے گھر میں رکھ کر دوسری شادی کرلے اور وہ (زوجہ اولی) راضی ہو کہ شوہر کے گھر میں رہے بغیر اس کے کہ اس سے ہمبستری کرے یا اس کا کچھ حق رہے تو اس صورت میں اس کو طلاق دینا مکروہ ہے جیسا کہ رسولؐ خدا اور ان کی زوجہ سودہ کے درمیان ایسا ہوا تھا۔ لیکن اگر وہ اس کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا اور وہ اپنے حق سے دستبردار بھی نہیں ہونا چاہتی تو اس صورت میں طلاق مباح ہے کیونکہ خدا مقلب القلوب ہے۔

رہی بات (امام) حسن بن علی (علیہما السلام) کی تو مروی ہے کہ آپ سے آپ کے کثرت ازدواج وطلاق کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے جواب دیا میں چاہتا ہوں کہ ثروتمند ہو جاؤں کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: "وان یتفرقا یغنِ اللّٰہ کلا مِن سعتِہِ" (سورہ نسا، آیت ۱۳۰) مگر یہ نظریہ خود ان کا ہے اگر ظاہر روایت پر نظر کی جائے۔ اور جہاں تک صحابہ کے طلاق دینے کی بات ہے جیسے عمر نے ام عاصم کو طلاق دیا، عبدالرحمٰن بن عوف نے تماضر کو طلاق دیا اور مغیرہ بن شعبہ نے چار بیویوں کو ایک نشست میں یہ کہہ کر طلاق دیا کہ تم خوب سیرت، خوبصورت اور بلند گردنوں والی ہو تم جاؤ اور تم طلاق شدہ ہو، تو ایسے طلاق کو حمل کریں گے ان ضروریات پر جن کو بیان کیا ہے۔ لیکن اگر ضرورت نہ ہو تو یہ صرف کفران نعمت اور بدرفتاری ہے، اس صورت میں یہ فعل مکروہ ہوگا۔ واللہ اعلم"۔

ابن ہمام کی باتوں کا جواب اتنے شرح وبسط کے ساتھ علامہ محمد معین سندھی نے دیا ہے کہ پھر اس میں

کسی اور چیز کے اضافے کی ضرورت نہیں ہے، مگر ہم بقدر ضرورت اس سے نقل کر رہے ہیں۔ وہ "دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب" میں عمل اہلبیتؑ کے حجت ہونے کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وعلى هذا الذى أعتقد فى أهل بيت النبوة أنتقد على امام الحنفية كمال الدين ابن الهمام فى موضعين من كتابه "فتح القدير"، فقد احرق قلبى بما افرط فيهم مع وفور علمه وحسن سيرته وشمائله . فسترنا اللّٰه واياه بجميل عفوه ورحمته، بعزهم وجاههم، على جدهم وعليهم فضل الصلاة والتسليمات.

أحدهما فى مباحث الطلاق، حيث ذكر قوله صلى اللّٰه عليه وسلم: لعن اللّٰه كل ذواق مطلاق، وحرم بذلك فعله، ثم قال: وأما ما فعله الحسن (رض) فرأى منه !يعنى ما فعله رضى اللّٰه تعالى عنه من كثرة الطلاق فرأى منه فى مقابلة النص من غير تمسک بنص آخر !ولا جواب عن هذا فلا يقبل، فان ما يكون بتمسک من نص أو جواب عما يرد عليه ليس هذا عنوان ذكره، فيفيد عدم قبوله قوله(رض)، مع أن الحنفية يقبلون ألف رأى كذلک عن علمائهم، ويرتكبون لأقوالهم تأويل النصوص، بل يدعون نسخها حماية لهم، ولا يأتون فى آرائهم بمثل هذا القول الذى جاء به امام من أئمتهم فى رأى الحسن رضى اللّٰه تعالى عنه غير مبال لاصلاحه وطرحه محجوجا بالحديث !وثانيهما فى باب الغنائم....... فالفجيعة كل الفجيعة على الامة أن خلت كتب المذاهب الأربعة عن مذهب أئمة أهل البيت رضى اللّٰه تعالى عنهم أجمعين، ثم اذا وجد فيها شئ من ذالک يعارض بمثل هذا ! ولقد سبقت منا رسالة مفردة فى انتقاد الموضعين تكلمنا فيها على الثانى، واستوفينا الكلام فى الجواب عن الامام الحق رضى اللّٰه تعالى عنه، فلنكتف به ولنتكلم على الأول. فاعلم أن الأئمة الطاهرين رضى اللّٰه تعالى عنهم

يحرمون الرأى والقياس، ولهذا لما دخل أبو حنيفة على جعفر بن محمد رضى اللّه تعالىٰ عنه على ما حكاه الشعرانى فى "اللواقح" قال له: بلغنى انك تقيس، لا تقس، فان أول من قاس ابليس، فاستناد (فاسناد .ظ) ذلك الى الامام الحسن باطل وانما عملهم على النصوص والالهام والكشف والفهم من اللّه سبحانه فى معانيها. ثم ان النبى صلى اللّه عليه وسلم لعن فى هذا الحديث كل ذواق مطلاق، فخص ما عمّ، فأفاد النهى عن كثرة الطلاق المسبب بكثرة التلذذ من صاحبه بالنساء لردائة حاله فى شره شهوته المفضى الى ارتكاب أبغض المباحات الى اللّه تعالى، فالمطلاق لا للذوق بل لأمر يصح فى نفسه لا يتوجه اليه هذا اللعن كالذى اتفق له فى كل زوجة ما لم يضيق الشرع فى دفعه عن نفسه كالمرض السارى أو العقم ولم يكن قادرا الا على نفقة الواحدة أو النشوز أو الفسق أو غيرها، أو يكون طبيبا يريد الاطلاع على ما يختص بطبائعهن مما لا يتيسر من غير محرميّته نكاح بجماعة منهن، وهذا مما أخبر به بعض المتبصّرين بالطّبائع المختصة بهن عن نفسه وعمله، أو يكون فقيها يريد الاطلاع على دقائق مسائل الحيض مما يتوقف على المحرمية، وكل ذالك مقاصد صحيحة لكثرة الطلاق، ولا يصدق على أحد ممّن يطلق لما ذكر "ذوّاق" فأنه ظاهر فيمن حمله كثرة الذوق بعسيلة الجماع على كثرة الطلاق، فاذا كان اللفظ ظاهرا فى مثل هذا المحمل ولم يكن نصا فى معارضة العمل من مثله (رض) يجب أن يحمل على أحسن المحامل ولو على الارسال وعدم التعين لها، فيقال: النهى مخصوص بكل حريص شره لا يحمله على الطلاق الا الشهوة واللذة، وأدنىٰ المقبلين على الآخرين (الآخر -ظ) فضلا عن المتوجهين الى اللّه تعالى يستنكف أن يرتكب ذالك لذلك، كما لا يخفى هذا على من

شاهد بعده عن بعض المشتغلين بالخير فى زماننا، فما ظنك بالامام الحق سيد أقطاب اللّه فى أرضه. فكان الواجب أن يقول: وأما ما فعله الامام الحسن رضى اللّه تعالى عنه فله فى ذالك مقاصد حسنة لا ترد بها الحديث حجة، فما أحوجه الى ذالك وترك ما قال". (۱) اہلبیتؑ نبوت کے بارے میں اسی اعتقاد کی بناپر امام الحنفیہ کمال الدین بن الہمام کی کتاب ''فتح القدیر'' پر دو جگہوں پر تنقید کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ وفور علمی اور حسن سیرت کے باوجود اہلبیت کے بارے میں جو رویہ انھوں نے اختیار کیا ہے اس نے میرے دل کو جلا کر راکھ کردیا ہے، خدا اہلبیت کی عزت وآبرو کے طفیل میں ہمیں اور انھیں (ابن الہمام کو) اپنے عفو و رحمت کے ذریعے شاد کرے اور ان (اہلبیتؑ) کے جد اور خود ان پر بہترین درود وسلام ہو۔

قابل تنقید ان دو موارد میں سے ایک طلاق کی بحث ہے جس میں انھوں (ابن الہمام) نے کہا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ خدا نے شہوت پرستی کی وجہ سے زیادہ طلاق دینے والے پر لعنت کی ہے اور اس جملے سے اس جیسے انسان کے اس عمل کو حرام قرار دیا ہے اور اس کے بعد کہا ہے کہ جو عمل حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے انجام دیا ہے (یعنی معاذ اللہ کثرت طلاق) وہ ان کا ذاتی نظریہ تھا!! یعنی (ابن الہمام کے نظریہ کے مطابق) جو کام حضرت رضی اللہ عنہ نے انجام دیا وہ نص پیغمبرؐ کے مقابلہ میں اپنی رائے کے مطابق تھا بغیر اس کے کہ وہ کسی دوسری نص سے تمسک کرتے! اور چونکہ ابن الہمام کی نظر میں اس کا کوئی جواب نہیں ہے، لہٰذا اس کو قبول نہیں کیا؛ کیونکہ ان کا عنوان بحث نص سے تمسک یا اعتراضات کا جواب نہیں ہے۔ جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ابن الہمام نے حضرت کے نظریے کو قبول نہیں کیا جب کہ پیروان مذہب ابوحنیفہ اپنے علماء کے اس جیسے ہزاروں نظریوں کو قبول کرتے ہیں اور ان علماء کے کہنے کی وجہ سے رسولؐ خدا کی واضح حدیث کی تاویل کرتے ہیں، بلکہ اپنے علماء کے دفاع کی خاطر حدیث

۱۔ دراسات اللبیب فی الاسوۃ بالحبیب، ص ۴۳۷۔

کو منسوخ بتانے لگتے ہیں لیکن حسنؑ بن علیؑ کے بارے میں اپنے امام کا نظریہ نہیں بیان کرتے اور جو حدیث بیان کی گئی اس کا جواب نہیں دیتے، امت اسلامی کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ چاروں مذاہب کی کتابیں ائمہ اہلبیت کے بیانات سے خالی ہیں اور اگر کہیں ان کی بات نظر آ گئی تو اس کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اب میں اس موضوع کے بارے میں کچھ بیان کر رہا ہوں، یہ بات اچھی طرح جان جاؤ کہ ائمہ طاہرین رضی اللہ عنہم رائے اور قیاس کو حرام جانتے تھے اسی وجہ سے لواقع الانوار میں شعرانی کے بقول جب ابوحنیفہ (امام) جعفر بن محمد رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم قیاس کرتے ہو! قیاس نہ کیا کرو کیونکہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔ لہٰذا امام حسن کے بارے میں قیاس کی نسبت دینا غلط بات لگتی ہے بلکہ آپ نے نص والہام کے مطابق عمل کیا ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسولؐ خدا نے اس حدیث میں اس کثرتِ طلاق کی مذمت کی ہے جو شہوت کی بنیاد پر دی جائے لہٰذا اگر کوئی شہوت کی بنا پر کثرت سے طلاق نہ دے بلکہ کسی اور وجہ سے طلاق دے تو یہ لعنت اس کو شامل نہ ہوگی جیسے اگر کسی عورت میں سرایت کرنے والی بیماری جیسا عذر شرعی پیدا ہو جائے تو اس کو طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے یا عورت بانجھ ہو اور شوہر ایک سے زیادہ کا نفقہ نہ دے سکتا ہو یا طبیب عورتوں کے صرف داخلی مسائل کو جاننے کے لئے عقد کرے یا عورت کے خاص ایام کی باتوں کو جاننے کے لئے کوئی فقیہ محرم بننے کے لئے عقد کرے کہ یہ سب کثرت نکاح اور پھر کثرت طلاق کے باعث بنتے ہیں اور ان میں کسی مورد پر لذت کا اطلاق نہیں ہوتا، کیونکہ لفظ ذواق (زیادہ شہوت پرست) کا ربط اس شخص سے ہے جو ہمبستری (جماع) کے ذریعے لذت اٹھانے کے لئے ازدواج کا سہارا لے اور اس ازدواج کے بعد طلاق کی نوبت آئے۔ لہٰذا اگر حدیث کے الفاظ مذکورہ معنی کو بیان کریں اور کوئی حدیث نہ ہو جو (امام حسن کے) عمل کی معارض ہو تو اس صورت میں حضرت کے فعل کو اچھے کام پر حمل کرنا چاہئے اور کہنا چاہئے کہ کثرت طلاق سے ان حریص اور شہوت پرست افراد کو روکا گیا ہے جن کے طلاق دینے کی وجہ سے شہوت اور عورتوں سے لذت

اٹھانا ہے مگر جن کی تھوڑی سی بھی نظر آخرت پر ہوتی ہے وہ ایسا کام نہیں کرتے چہ جائیکہ جن کے سامنے ہمیشہ خدا ہو۔ میری بات ان لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہے جن کے سامنے ایسے افراد ہوتے ہیں جو آخرت سنوارنے میں مشغول رہتے ہیں اور جب ایسے افراد سے لذت کی خاطر کثرتِ طلاق کی امید نہیں رکھی جاسکتی تو پھر کس طرح امامِ برحق اور اقطاب ارض کے سردار (امام حسن) کے بارے میں ایسا خیال پیدا کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ کہیں کہ امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ نے جو کیا وہ اچھے مقاصد کے لئے تھا اور اس کی وجہ سے حدیث کی حجیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ پس کونسی چیز باعث بنی کہ ابن الہمام بجائے ان دقتوں کے غیر ذمہ دار باتیں کرنے لگیں؟!....۔(۱)

امام حسنؑ کے بارے میں حضرات اہلسنت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے قتل عثمان کے سلسلے میں حضرت علی پر اعتراض کیا تھا، چنانچہ شاہ ولی اللہ دہلوی ''قرۃ العینین'' میں لکھتے ہیں:

''جب قتل عثمان کی خبر دی گئی تو حسن بن علی نے (حضرت علیؑ سے) کہا: جب لوگ اس شخص (عثمان) کا محاصرہ کئے ہوئے تھے تو میں نے آپ کو حکم دیا کہ مکہ جایئے اور وہیں رہئے مگر آپ نے نافرمانی کی، اور جب اس (عثمان) کا قتل ہوگیا تو میں نے دستور دیا کہ گھر ہی میں رہئے تا کہ عربوں کو عقل آ جائے کیونکہ اس صورت میں اگر آپ چیونٹی کے سوراخ میں بھی رہتے تو باہر نکال کے آپ کے گرد جمع ہو جاتے مگر آپ نے (معاذ اللہ) نافرمانی کی اور اب آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ عراق نہ جایئے ورنہ بری حالت میں قتل کئے جائیں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر (حضرت) علی نے ان سے کہا یہ جو کہا کہ لوگوں نے عثمان کو قتل کیا تو جب لوگوں نے عثمان کو قتل کیا ہے تو اس میں میرا کیا گناہ ہے.....۔ اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے''۔ (۲) (ایسی بات تو ایک شریف بچہ بھی اپنے باپ سے نہیں کہہ سکتا)۔

۱۔ یہ ساری توجیہیں اس وقت درست مانی جائیں گی جب طلاق کی تعداد صحیح ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ چہرۂ امام حسنؑ کو خراب کرنے کے لئے دشمنان آل محمدؐ نے ایسا پروپیگنڈہ کیا تھا۔

۲۔ قرۃ العینین، ص۱۸۹.

ابن عربی (مؤلف ''العواصم والقواصم'' نہ کہ مؤلف فتوحات مکیہ) جیسے علماء اہلسنت نے اس سے بدتر یہ بات کہی ہے کہ ''حسین اپنے جد کی شمشیر سے قتل کیے گئے تھے'' چنانچہ ابن حجر مکی ''المنح المکیۃ فی شرح القصیدۃ الہمزیۃ'' میں یزید کے حالات میں لکھتے ہیں:

"بل قال أحمد بن حنبل بكفره، وناهيك به ورعا وعلما يقضيان بأنه لم يقل ذالك الا لقضايا وقعت منه صريحة في ذالك ثبت عنده، وان لم تثبت عند غيره كالغزالي فأنه أطال في رد كثير مما نسب اليه كقتل الحسين، فقال: لم يثبت من طريق صحيح انه قتله ولا أمر بقتله! ثم بالغ في تحريم سبه ولعنه. وكابن العربي المالكي فانه نقل عنه ما يقشعر منه الجلد، أنه قال: لم يقتل يزيد الحسين الا بسيف جده! أي بحسب اعتقاده الباطل أنه الخليفة والحسين باغ عليه والبيعة سبقت ليزيد، ويكفي فيها بعض أهل الحل والعقد وبيعته كذلك لأن كثيرين أقدموا عليها مختارين لها، هذا مع عدم النظر الى استخلاف أبيه له، أما مع النظر لذلك فلا يشترط موافقة أحد من أهل الحل والعقد على ذلك .....". احمد بن حنبل یزید کو کافر سمجھتے تھے مگر ان کے علم و ورع کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ یزید کے بارے میں ایسا نہیں کہتے۔ انھوں نے یزید کو کافر اس لئے کہا کہ ان کے نزدیک وہ باتیں ثابت تھیں جنھیں یزید نے علنی طور پر کہی تھیں، البتہ یہ غزالی جیسوں کی نظر میں ثابت نہیں تھیں اسی لئے غزالی نے بہت ساری وہ باتیں رد کیں جن کی یزید کی طرف نسبت دی جاتی ہے، مثلاً قتل حسین بن علی، چنانچہ انھوں نے لکھا ہے کہ صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے کہ یزید نے حسین بن علی کو قتل کیا تھا یا آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا پھر حرمت لعن و سب یزید کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے، اسی طرح ابن عربی (مؤلف العواصم القواصم) کی ایسی بات نقل کی گئی ہے جس سے بدن لرز جاتا ہے، ان کا کہنا ہے کہ یزید خلیفہ تھا اور حسین نے اس کی بغاوت کی جبکہ پہلے یزید کی بیعت ہو چکی تھی اور بیعت کے صحیح ہونے کے لئے بعض حل وعقد کا بیعت کر لینا کافی ہے اور ایسا یزید کی بیعت کے سلسلے

میں ہوا کیونکہ بہت ساروں نے اپنے اختیار سے اس کی بیعت کی تھی، اس کے علاوہ اس کے باپ (معاویہ) نے اس کو اپنا خلیفہ بنادیا تھا کہ اس چیز کے ہوتے ہوئے اہل حل وعقد کے بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔

ابن حجر ''منح مکیہ'' ہی میں لکھتے ہیں:

"وقول بعضهم: "لا ملام على قتلة الحسين، لأنهم انما قتلوه بسيف جده الآمر بسله على البغاة وقتالهم" لا يعول عليه ....". ''بعض علماء اہلسنت کا کہنا ہے کہ قاتلان حسین کی ملامت نہ کرو کیونکہ انھوں نے حسین کو ان کے جد کی تلوار سے قتل کیا تھا کیونکہ ان کے جد نے (رسولؐ خدا نے معاذ اللہ) حکم دیا تھا کہ باغیوں کے سامنے نیام سے تلوار نکالنا اور ان سے جنگ کرنا، لیکن یہ معقول بات نہیں ہے''۔

مناوی ''فیض القدیر'' میں لکھتے ہیں:

"قيل لابن الجوزي وهو على الكرسي: كيف يقال يزيد قتل الحسين وهو بدمشق والحسين بالعراق؟ فقال: سهم أصاب ورامیه بذی سلم - من بالعراق، لقد أبعدت مرماكا. وقد غلب على ابن العربي الغض من أهل البيت حتى قال: قتله بسيف جده". (۱) ''ابن جوزی سے جب وہ کرسیٔ وعظ پر بیٹھے ہوئے تھے پوچھا گیا کہ کیسے کہا جاتا ہے کہ یزید نے (امام) حسینؑ کو قتل کیا جب کہ یزید دمشق میں تھا اور حسینؑ عراق میں؟ جواب دیا: ذی سلم میں بیٹھا تیرانداز کا تیر اس شخص کو لگا جو عراق میں تھا، تم نے مکان تیراندازی کو دور کر دیا ہے۔ ابن عربی (مؤلف العواصم القواصم) پر دشمنی اہلبیت اتنی غالب ہوگئی تھی کہ کہا کہ حسینؑ اپنے جد کی شمشیر سے قتل کیے گئے تھے''۔

محمد بن ابی بکر شلی ''مشرع روی'' میں ذکر یزید میں لکھتے ہیں:

"و لقد وقع لابن العربي المالكي ما يقشعر منه الجلد فانه قال: لم يقتل يزيد

۱۔ فیض القدیر، ج۱، ص۲۶۵.

الحسين الا بسيف جده الآمر بسلّة على البغاة و قتالهم، والبيعة سبقت ليزيد، ويكفى فيها بعض أهل الحل والعقد وبيعته كذلك لان كثيرين أقدموا عليها مختارين لها، هذا مع عدم النظر الى استخلاف أبيه له، أما مع النظر لذالك فلا يشترط موافقة أحد من أهل الحل والعقد على ذلك.....''(۱) ''ابن عربی مالکی نے ایک ایسی بات کہی جس سے بدن لرز جاتا ہے اور وہ یہ کہ یزید نے حسین کو قتل نہیں کیا مگر ان کے جد کی شمشیر سے کیونکہ آپ نے باغیوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا اور یزید کی بیعت پہلے ہو چکی تھی اور بیعت کے صحیح ہونے کے لئے کافی ہے کہ بعض اہل حل وعقد بیعت کرلیں اور یزید کی بیعت ایسی ہوئی تھی کیونکہ بہت ساروں نے اپنے ارادے سے بیعت کی تھی، اس کے علاوہ یزید کو اس کے باپ نے اپنا جانشین بنا دیا تھا جس کے ہوتے ہوئے پھر اہل حل وعقد میں سے کسی کی بیعت کی ضرورت نہیں ہے....''۔

امام حسینؑ کی شان میں گستاخی کرنے والوں میں ایک ابن خلدون ہیں، اسی وجہ سے بعض اکابر حفاظ اہلسنت نے ان پر سب وشتم اور لعن وتشنیع کی تھی، چنانچہ سخاوی ''ضوء اللامع'' میں ابن خلدون کے حالات میں لکھتے ہیں:

''وقد كان شيخنا الحافظ أبو الحسن -يعنى الهيتمى- يبالغ فى الغض منه، فلما سألته عن سبب ذالك ذكر لى أنه بلغه أنه ذكر الحسين بن على رضى الله عنهما فى تاريخه فقال: قتل بسيف جده!، ولما نطق شيخنا بهذه اللفظة، أردفها بلعن ابن خلدون وسبه وهو يبكى. قال شيخنا فى "رفع الاصر" "ولم توجد هذه الكلمة فى التاريخ الموجود الآن، وكأنه ذكرها فى النسخة التى رجع عنها".(۲) ''مقریزی کا بیان ہے کہ ہمارے شیخ اور استاد حافظ ابوالحسن یعنی ہیثمی، ابن خلدون کو نظر میں نہیں لاتے تھے اور جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی

۱۔ شرح ردی، ج۱، ص۵۳.

۲۔ الضوء اللامع، ج۴، ص۱۴۷.

گئی تو انھوں نے جواب دیا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ اس (ابن خلدون) نے اپنی تاریخ میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ (امام حسین) اپنے جد کی شمشیر سے قتل کئے گئے تھے اور جیسے ہی یہ الفاظ ان کی زبان سے نکلے روتے ہوئے ابن خلدون پر لعن وطعن کرنے لگے، ہمارے استاد (ابن حجر عسقلانی) نے ''رفع الاصر'' میں لکھا ہے کہ ابن خلدون کی تاریخ کا جو نسخہ اس وقت موجود ہے اس میں یہ الفاظ نظر نہیں آتے گویا پہلے نسخے میں ابن خلدون نے یہ بات لکھی اور پھر اس پر تجدید نظر کی۔

اس عبارت سے یہ بات واضح ہے کہ حافظ ابوالحسن ہیثمی نے ابن خلدون کی اس حرکت کو بڑی گہری نظر سے دیکھا اور جب وجہ ان سے پوچھی گئی تو کہا کہ ابن خلدون نے امام حسینؑ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے جد کی شمشیر سے قتل کئے گئے تھے اور جب بھی ہیثمی کی زبان پر یہ جملہ آتا تھا تو ابن خلدون پر وہ لعن و طعن بھی کرتے تھے اور امام حسینؑ کی مظلومیت پر گریہ بھی کرتے تھے، اور ابن حجر عسقلانی نے ''رفع الاصر'' میں گرچہ یہ لکھا ہے کہ تاریخ ابن خلدون کے موجودہ نسخے میں یہ عبارت موجود نہیں ہے مگر جس نسخے کو انھوں نے دیکھا تھا اس میں یہ عبارت تھی۔

قارئین کو معلوم ہونا چاہئے کہ مقدمہ ابن خلدون میں یزید اور امام حسینؑ سے متعلق ایسی باتیں موجود ہیں جو مصنف کے کج فہمی کی نشاندہی کرتی ہیں، چنانچہ وہ اپنے مقدمہ میں ولایت عہد کی فصل میں لکھتے ہیں:

''وعرض هنا أمور تدعو الضرورة الى بيان الحق فيها. فالأول منها ما حدث فى يزيد من الفسق أيام خلافته، فاياك أن تظن بمعاوية رضى الله عنه أنه علم بذالك من يزيد فانه أعدل من ذالك وأفضل، بل كان يعذله أيام حياته فى سماع الغناء وينهاه عنه وهو أقل من ذالك، وكانت مذاهبهم فيه مختلفة، ولما حدث فى يزيد ما حدث من الفسق اختلف الصحابة حينئذ فى شأنه، فمنهم من رأى الخروج عليه ونقض بيعته من أجل ذلك، كما فعل الحسين وعبد الله بن الزبير رضى الله عنهما ومن اتبعهما فى ذلك، ومنهم من أباه لما فيه من اثارة الفتنة وكثرة القتل مع العجز عن الوفاء به،

لأن شوكة يزيد يومئذ هي عصابة بني أمية وجمهور أهل الحل والعقد من قريش وتتبع عصبية مضر أجمع وهي أعظم من كل شوكة ولا تطاق مقاومتهم، فأقصروا عن يزيد بسبب ذالك وأقاموا على الدعاء بهدايته والراحة منه، وهذا كان شان جمهور المسلمين. والكل مجتهدون ولا ينكر على أحد من الفريقين، فمقاصدهم في البر وتحري الحق معروفة، وفقنا الله للاقتداء بهم". (۱) ''اس سلسلے میں چند باتیں بیان کی گئی ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ حق کی وضاحت کی جائے۔ یزید کے فسق وفجور سے متعلق جو اس کی خلافت میں ظاہر ہوئیں، مگر ہرگز یہ خیال نہ آئے کہ معاویہ جانتے تھے کہ یزید ان کاموں کو انجام دے گا اس لئے کہ وہ اس سے بلند ہیں کہ یزید کے فسق کو جاننے کے بعد اس کو اپنا جانشین بنادیں، بلکہ انھوں نے جب یہ دیکھا کہ یزید گانا سن رہا ہے تو اس کو اس عمل سے منع کیا جب کہ گانے کا سننا اتنا بڑا گناہ نہیں ہے۔ یزید کے بارے میں مختلف نظریات پائے جاتے تھے، جب اس کا فسق وفجور ظاہر ہوا تو صحابہ نے اس کے بارے میں اختلاف کیا، ان میں بعض کہتے تھے کہ یزید کے خلاف خروج کیا جائے اور اس کی بیعت توڑ دی جائے، چنانچہ حسینؑ، عبداللہ بن زبیر اور دونوں کی پیروی کرنے والوں نے ایسا ہی کیا (امام حسینؑ نے کب بیعت کی تھی جو توڑتے۔) اور بعض صحابہ آشوب وفتنہ، بہت زیادہ خونریزی اور ناکامی کے خوف سے یزید پر خروج کو جائز نہیں سمجھتے تھے کیونکہ یزید کی قدرت وشوکت بنی امیہ، قریش کے اہل حل وعقد اور قبیلہ مضر کے افراد سے وابستہ تھی اور یہ سب کے سب قدرتمند تھے جن سے مقابلے کی کسی میں صلاحیت نہیں تھی، اسی لئے ان صحابہ نے یزید کی مخالفت نہیں کی اور فقط دعا پر اکتفا کیا اور اس کی ہدایت اور اس سے نجات کی خدا سے التجا کی۔

اس وقت مسلمانوں کی اکثریت نے ایسا ہی کیا تھا اور چونکہ وہ سب کے سب مجتہد تھے لہٰذا دونوں دھڑوں میں سے کسی پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان کے نیک مقاصد اور حق طلبی مشہور ہیں، خدا ہم سب کو ان کی پیروی کی توفیق عنایت کرے''۔

۱۔ مقدمہ ابن خلدون، ص ۲۱۲

ابن خلدون کی مذکورہ عبارت میں چند باتیں قابل غور ہیں:

۱۔ انھوں نے ادعا کیا ہے کہ یزید زمانہ خلافت میں فاسق ہوا، ایسا کہہ کر وہ زمانۂ ولایت عہدی میں اس کے دامن کو فسق سے پاک بتانا چاہ رہے ہیں (تاکہ خلافت کی شائستگی پر حرف نہ آنے پائے)

۲۔ قارئین کو متنبہ کیا کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ فسق یزید سے معاویہ آگاہ تھا۔

۳۔ معاویہ کی اعدل وافضل جیسے الفاظ سے توصیف کی۔

۴۔ یزید کو معاویہ گانا سننے سے منع کرتا تھا جبکہ گانا چھوٹا گناہ ہے۔

۵۔ دوبارہ فسق یزید کا اعتراف کیا اور کہا کہ جب یزید کا فسق ظاہر ہوا تو اس کے بارے میں صحابہ کے نظریات مختلف ہوگئے۔

۶۔ امام حسینؑ، ابن زبیر اور ان کے پیروں کے خروج کرنے اور ان کی بیعت شکنی کی وضاحت کی۔

۷۔ صحابہ کے ایک دھڑے کے بارے میں کہا کہ انھوں نے یزید کے خلاف خروج کرنے اور اس کی بیعت توڑنے سے انکار کیا اور اس کو فتنہ وفساد اور خونریزی کا سبب جانا۔

۸۔ قریش کے اکثر اہل حل وعقد کو یزید کا ہمدم بتایا۔

۹۔ صحابہ کا دوسرا دھڑا جو یزید سے مقابلے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا وہ یزید کی ہدایت اور اس سے نجات کا خواہاں تھا اور مسلمانوں کی اکثریت ان کے ہم خیال تھی۔

۱۰۔ صحابہ کے دونوں دھڑوں کو مجتہد کہا اور کسی کو قابل مذمت نہیں جانا اور کہا کہ ان کے نیک مقاصد اور حق طلبی مشہور ہیں اور خدا سے دعا کی کہ اپنے اور اپنے جیسوں کو ان کی اقتدا کی توفیق دے۔

ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں کچھ اور باتیں لکھی ہیں جو بہت سارے راز کا پردہ فاش کرتی ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''وأما الحسين فإنه لما ظهر فسق يزيد عند الكافة من أهل عصره وبعثت شيعة أهل البيت بالكوفة للحسين أن يأتيهم فيقوموا بأمره، فرأى الحسين أن الخروج على يزيد متعين من أجل فسقه لا سيما من له القدرة على ذالك وظنها من نفسه بأهليته وشوكته، فأما الأهلية فكانت ما ظن وزيادة،

وأما الشوكة فغلط يرحمه الله فيها! لأن عصبية مضر كانت في قريش، وعصبية قريش في عبد مناف، وعصبية عبد مناف انما كانت في بني أمية تعرف ذالك لهم قريش وسائر الناس ولا ينكرونه، وانما نسى ذالك أول الاسلام لما شغل الناس من الذهول بالخوارق وأمر الوحي وتردد الملائكة لنصرة المسلمين، فأغفلوا أمور عوائدهم وذهبت عصبية الجاهلية ومنازعها ونسيت، ولم يبق الا العصبية الطبيعية في الحماية والدفاع ينتفع بها في أقامة الدين وجهاد المشركين، والدين فيها محكم والعادة معزولة، حتى اذا انقطع أمر النبوة والخوارق المهولة تراجع الحكم بعض الشي للعوائد فعادت العصبية كما كانت ولمن كانت، وأصبحت مضر أطوع لبني أمية من سواهم بما كان لهم من ذالك قبل. فتبين لك غلط الحسين! الا أنه في أمر دنيوى لا يضره الغلط فيه!، وأما الحكم الشرعي فلم يغلط فيه لأنه منوط بظنه وكان ظنه القدرة على ذلك. ولقد عذله ابن العباس وابن الزبير وابن عمر وابن الحنفية أخوه وغيره في مسيره الى الكوفة وعلموا غلطه في ذالك! ولم يرجع عما هو بسبيله لما أراده الله. وأما غير الحسين من الصحابة الذين كانوا بالحجاز ومع يزيد بالشام والعراق ومن التابعين لهم فرأوا أن الخروج على يزيد وان كان فاسقا لا يجوز، لما ينشأ من الهرج والدماء فأقصروا عن ذالك ولم يتابعوا الحسين ولا أنكروا عليه ولا أثموه لأنه مجتهد وهو أسوة المجتهدين. ولا يذهب بك الغلط أن تقول بتأثيم هؤلاء بمخالفة الحسين وقعودهم عن نصره، فأنهم اكثر الصحابة وكانوا مع يزيد ولم يروا الخروج عليه، وكان الحسين يستشهد بهم وهو يقاتل بكربلاء على فضله وحقه ويقول: سلوا جابر بن عبد الله وأبا سعيد الخدري وأنس بن مالك وسهل بن سعيد (سعد. ظ) وزيد بن ارقم وامثالهم، ولم

ينكر عليهم قعودهم عن نصره، ولا تعرض لذلك لعلمه انه عن اجتهاد منهم كما كان فعله عن اجتهاد منه. وكذلك لا يذهب بك الغلط أن تقول بتصويب قتله لما كان عن اجتهاد وان كان هو على اجتهاد، ويكون ذالك ما يحد الشافعي والمالكي والحنفي على شرب النبيذ!. وأعلم أن الأمر ليس كذلك وقتاله لم يكن عن اجتهاد هؤلاء وان كان خلافه عن اجتهادهم، وانما انفرد بقتاله يزيد وأصحابه، ولا تقولن ان يزيد وان كان فاسقا ولم يجز هؤلاء الخروج عليه فأفعاله عندهم صحيحة. واعلم أنه انما ينفذ أعمال الفاسق ماكان مشروعا، وقتال البغاة عندهم من شرطه أن يكون مع الامام العادل وهو مفقود في مسئلتنا، فلا يجوز قتال الحسين مع يزيد ولا ليزيد، بل هي من فعلاته المؤكدة لفسقه، والحسين فيها شهيد مثاب وهو على حق واجتهاد، والصحابة الذين كانوا مع يزيد على حق أيضا واجتهاد!. وقد غلط القاضي أبو بكر بن العربي المالكي في هذا فقال في كتابه الذي سماه "بالعواصم والقواصم" ما معناه: أن الحسين قتل بشرع جده، وهو غلط حملته عليه الغفلة عن اشتراط الامام العادل، ومن أعدل من الحسين في زمانه في امامته، وعدالته في قتال أهل الآرا". (۱)

رہی (امام) حسینؑ کی بات تو جب یزید کا فسق و فجور سب پر آشکار ہوگیا تو کوفہ میں موجود حسینؑ کے چاہنے والوں نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ کوفہ آئیں اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں، یزید کے فسق و فجور کی وجہ سے اس پر خروج کو حسینؑ واجب سمجھتے تھے خاص طور سے ایسے شخص کے لئے جو صاحب قدرت ہو اور (خروج کرنے والا) خود کو اس کے لئے شائستہ دیکھتا ہو، البتہ یہ شائستگی و اہلیت جیسا وہ (حسینؑ) سمجھے تھے اچھی طرح ان میں پائی جاتی

۱۔ مقدمہ ابن خلدون، ص ۲۱۶۔

تھی بلکہ ضرورت سے زیادہ تھی، لیکن شکوہ وجلالت کے سلسلے میں (معاذ اللہ) ان سے غلطی ہوگئی تھی کیونکہ قبیلۂ مضر کی وابستگی قریش سے تھی اور قریش کی عبدمناف سے اور عبدمناف کی وابستگی بنی امیہ سے تھی۔ قریش اور دیگر افراد اس خصوصیت کو فقط بنی امیہ میں جانتے تھے جس کا کوئی منکر نہیں تھا۔

صدر اسلام میں معجزات، وحی اور مسلمانوں کی مدد کے لئے ملائکہ کی رفت وآمد کی وجہ سے لوگ بنی امیہ کی شان وشکوت کو بھول گئے تھے اور دور جاہلیت کا جو اثر ان کے ذہنوں پر تھا محو ہوگیا تھا، صرف عہد وپیمان کی وجہ سے رابطہ تھا جس سے دین کے دفاع اور مشرکوں سے جنگ کے لئے استفادہ کیا جاتا تھا، اس وقت دینی جذبہ غالب تھا اور قبائلی تعصب سرد پڑ چکا تھا، مگر سلسلۂ نبوت اور معجزات کے ختم ہوتے ہی خود خواہی کی فطرت پلٹ آئی اور قبائلی تعصب پہلے کی طرح ان پر غالب ہوگیا، چنانچہ قبیلۂ مضر پہلے کی طرح سب سے زیادہ بنی امیہ کا مطیع ہوگیا، اس بات کو دیکھتے ہوئے واضح ہوگیا کہ (معاذ اللہ) (امام) حسین سے غلطی ہوئی تھی، البتہ یہ غلطی دنیاوی امور سے متعلق تھا جس کا ضرر کسی اور چیز کو نہیں پہنچتا لیکن شرعی امور میں غلطی نہیں کی اس لئے کہ ان کا فیصلہ ان کے گمان کے مطابق تھا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس کام کو انجام دے سکتے ہیں، البتہ جب وہ کوفہ کی سمت جارہے تھے تو ابن عباس، ابن زبیر، ابن عمر، ان کے بھائی ابن حنفیہ اور دوسرے افراد نے ان کو اس اقدام سے روکا تھا اور وہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ وہ (امام حسینؑ) غلط قدم اٹھارہے ہیں لیکن وہ اپنے ارادے سے نہیں ہٹے اور جس مسیر کا خدا نے ارادہ کیا تھا اس کی طرف چل پڑے، مگر حسین کے علاوہ دوسرے صحابہ جو حجاز میں تھے اور شام وعراق میں یزید کے ہمراہ تھے اسی طرح وہ تابعین جو ان کے صحابہ کے پیرو تھے وہ یزید پر خروج کو گرچہ وہ (یزید) فاسق تھا، جائز نہیں سمجھتے تھے کیونکہ اس سے ہرج ومرج اور خونریزی ہوتا لہٰذا ایسا اقدام اٹھانے سے پیچھے رہے اور (امام) حسین کی پیروی نہیں کی اور نہ ہی ان لوگوں نے (امام حسینؑ) کے اس اقدام کی مذمت کی اور نہ ہی ان کو گنہگار سمجھا اس لئے کہ وہ (امام حسینؑ) مجتہد تھے بلکہ مجتہدوں کے لئے اسوہ تھے۔

کسی کو غلط فہمی نہ ہو کہ جن افراد نے (امام) حسین کی مخالفت کی اور ان کی نصرت کے لئے نہیں گئے وہ گنہگار تھے اس لئے کہ ان میں کی اکثریت صحابہ کی تھی اور وہ یزید کے ہمراہ تھے اور اس پر خروج کو جائز نہیں سمجھتے تھے، حسین ان سارے فضائل وکمالات کے باوجود جب کربلا میں جنگ کررہے تھے تو ان لوگوں کی باتوں سے استشہاد کرتے تھے اور کہتے تھے جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، انس بن مالک، سہل بن سعد اور زید بن ارقم وغیرہ سے پوچھ لو، حضرت نے نصرت نہ کرنے پر ان لوگوں پر اعتراض نہیں کیا نہ ہی آپ کا ساتھ دینے پر ان کی مذمت کی، اور کیوں ایسا کرتے اس لئے کہ آپ جانتے تھے کہ اپنے اجتہاد کی بنیاد پر وہ لوگ ایسا کررہے ہیں جیسا کہ انھوں (امام حسینؑ) نے اپنے اجتہاد کی بنیاد پر ایسا قدم اٹھایا تھا۔

اسی طرح یہ غلط فہمی بھی پیدا نہ ہو کہ جنھوں نے آپ کو قتل کیا تھا انھوں نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا تھا لہٰذا ان کا یہ عمل درست تھا، گرچہ انھوں نے اجتہاد کیا ہوگا مگر وہ ایسے ہی ہے جیسے شافعی اور مالکی جو کی شراب پینے کی وجہ سے ایک حنفی پر حد جاری کرتے ہیں (گرچہ حنفی اپنے اجتہاد کی بنیاد پر جو کی شراب کو حرام نہیں جانتا اس کے باوجود شافعی ومالکی کی نظر میں اس پر حد جاری ہونی چاہئے!!!)

جاننا چاہئے کہ وہ لوگ اپنے اجتہادی نظریئے کے مطابق (امام) حسین سے جنگ کرنے نہیں آئے تھے گرچہ آپ کی مخالفت میں ان لوگوں نے اجتہاد کیا تھا، صرف یزید اور اس کے لشکر والوں نے آپ کو قتل کیا تھا، البتہ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ یزید گرچہ فاسق تھا لیکن ان لوگوں نے اس پر خروج کو جائز نہیں جانا لہٰذا اس (یزید) کا فعل ان لوگوں کی نظر میں درست تھا۔

نیز جاننا چاہئے کہ فاسق کے اعمال میں وہی دستور لائق عمل ہیں جو جائز ہیں اور باغیوں سے جنگ کرنے کی شرط یہ ہے کہ امام عادل کی رہبری میں لڑی جائے اور یہ شرط یہاں نہیں پائی جارہی تھی، لہٰذا یزید کی طرف سے، یا اس کی مدد کی خاطر حسین سے جنگ کرنا جائز نہیں تھا بلکہ یہ جنگ یزید کے فاسق ہونے پر بہت بڑی دلیل ہے، اس جنگ میں حسین شہید ہوئے اور ان کو اس کا اجر ملا ہوگا کیونکہ ان کا اقدام حق واجتہاد کی بنیاد پر تھا، لیکن جو صحابہ یزید کے ساتھ تھے

وہ بھی حق پر تھے اور ان کا اقدام اجتہاد کی اساس پر تھا، البتہ یہاں ابوبکر ابن عربی مالکی نے اپنی کتاب "العواصم والقواصم" میں بڑی غلط بات کہی ہے کہ حسینؑ اپنے جد کی شریعت سے قتل ہوئے، یہ غلطی ان سے غفلت کی وجہ سے ہوئی تھی اور اس پر انھوں نے دھیان نہیں دیا تھا کہ جنگ کے لئے امام عادل کی رہبری شرط ہے اور اس زمانے میں امامت و رہبری کے لئے (امام) حسینؑ سے زیادہ عادل کون تھا اور ان کی عدالت میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے جو ان افراد سے جنگ کر رہے تھے جو اپنی ذاتی رائے پر عمل کر رہے تھے؟!

ابن خلدون کی مذکورہ عبارتوں میں چند باتیں ایسی ہیں جن کی طرف توجہ دلانی ضروری ہے:

۱۔ امام حسینؑ کی طرف خروج کرنے کی نسبت دی

۲۔ اپنی شان وشوکت کے سلسلے میں (معاذ اللہ) غلط فہمی کے شکار تھے

۳۔ اس بات کی تصریح کی ہے کہ ابن عباس، ابن زبیر، ابن عمر اور ابن حنفیہ نے آپ کے اقدام کی مذمت کی اور ان لوگوں کی نظر میں کوفہ کی سمت آپ کا جانا غلط قدم تھا

۴۔ اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جو صحابہ حجاز میں اور جو صحابہ شام میں یزید کے ہمراہ تھے اور جو صحابہ عراق میں تھے اور ان اصحاب کے تابعین، یزید پر خروج کو جائز نہیں سمجھتے تھے اسی لئے ان لوگوں نے امام حسینؑ کا ساتھ نہیں دیا تھا

۵۔ واضح لفظوں میں کہا ہے کہ جن لوگوں نے امام حسینؑ کی مخالفت کی اور آپ کی نصرت نہیں کی اور یزید پر خروج کرنے کو ناجائز کہا وہ گنہگار نہیں ہیں

۶۔ امام حسینؑ کو باغی کہا، مگر چونکہ امام حسینؑ سے جنگ کرنے والوں کے پاس امام عادل نہیں تھا اس لئے آپ سے جنگ کرنا جائز نہیں تھا اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام حسینؑ کے مدمقابل کے ہمراہ اگر امام عادل ہوتا تو حضرت سے جنگ کرنا جائز ہوتا

۷۔ اس بات کا اعتراف کیا کہ جو صحابہ یزید کے ہمراہ تھے وہ حق پر تھے اور مجتہد تھے

۸۔ امام حسینؑ کے بارے میں ابن عربی مالکی کی گستاخی کو صرف غلط فہمی سے تعبیر کیا جب کہ ان کی یہ حرکت کفر والحاد کی منزل تک پہنچی ہوئی ہے

۹۔ ابن عربی مالکی کی گستاخی کو غفلت پر حمل کیا اور کہا کہ وہ اس بات سے غافل تھے کہ باغی سے جنگ کرنے کی شرط یہ ہے کہ امام عادل کی سرپرستی میں کی جائے، یہ سب کچھ پینترے بازی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

سفر حسینؑ کے بارے میں ابن عمر کا نظریہ:

بزرگان اہلسنت کے انحراف کی واضح دلیل یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر نے امام حسینؑ کی طرف جب آپ عراق کی سمت جا رہے تھے، دنیا طلبی کی نسبت دی اور اس بات کا اظہار کیا کہ حضرتؑ دنیا خواہی کی خاطر عراق کی طرف جا رہے ہیں، اس بات کو متعدد مورخین نے نقل کیا ہے، سیوطی لکھتے ہیں:

"وقال له ابن عمر: لا تخرج! فان رسول الله صلى الله عليه وسلم خيّره الله بين الدنيا والآخرة، فاختار الآخرة، وانك بضعة منه ولا تنالها يعني الدنيا! واعتنقه وبكى وودّعه. فكان ابن عمر يقول: غلبنا حسين بالخروج ولعمري لقد رأى في أبيه وأخيه عبرة". عبداللہ بن عمر نے ان (امام حسینؑ) سے کہا: مدینہ سے نہ جائیں اس لئے کہ اللہ نے رسولؐ اللہ سے دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے لئے کہا تھا اور آپ نے آخرت کا انتخاب کیا تھا اور آپ آنحضرتؐ کے پارہ تن ہیں اس لئے دنیا تک آپ نہیں پہنچ سکتے، پھر گلے لگایا اور روتے ہوئے انھیں (امام حسینؑ کو) رخصت کیا، ابن عمر برابر کہا کرتے تھے کہ حسینؑ نے ہماری بات نہیں مانی اور عراق کی سمت چل پڑے، میری جان کی قسم وہ اپنے باپ اور بھائی کے واقعے سے عبرت حاصل کر سکتے تھے۔(۱)

سمہودی لکھتے ہیں:

"جاء ابن عمر للحسين (الى الحسين. ظ) رضى الله عنهم و قد بلغه مسيره و هو بمال له و لحقه على مسيرة يومين أو ثلاث و لامه على المسير و ذكر

۱۔ تاریخ الخلفاء، ص۲۰۶۔

ما قاله ابن عباس. فلمّا راه مصّرا على المسير قبّل ما بين عينيه و بكى و قال: استودعك اللّه من قتيل. و في رواية للشعبي ان ابن عمر قال للحسين: ان رسول اللّه صلى الله عليه وسلم خيّر بين الدنيا و الآخرة فاختار الآخرة، وانكم بضعة من رسول الله صلى الله عليه وسلم و في رواية انه لاينالها -يعني الدنيا- و لايتها احد منكم فارجع !فابى فاعتنقه وقال: استودعك اللّه من مقتول، والسلام. وقد أخرجه البزار برجال ثقات عن الشعبي الا انه قال: فقال: اى الحسين -أني أريد العراق فقال: لا تفعل !فان رسول اللّه صلى الله عليه وسلم قال: خُيّرت بين أن أكون نبيا ملكا أو نبيا عبدا. فقيل لي: تواضع !فاخترت أن أكون نبيا عبدا وانك بضعة من رسول اللّه صلى الله عليه وسلم فلا تخرج، فأبى، فودّعه وقال: استودعك الله من مقتول".(۲) جب ابن عمر کو (امام) حسین کے مدینہ سے کوچ کرنے کی خبر ملی تو دو تین دن کا راستہ طے کر کے آپ سے ملے اور اس سفر کرنے پر آپ کی سرزنش کی اور جو ابن عباس نے کہا تھا اس کو بیان کیا مگر جب دیکھا کہ وہ (حسینؑ) اپنے ارادے پر اٹل ہیں تو پیشانی کا بوسہ دیا اور روتے ہوئے بولے: میں آپ کو جو قتل کر دیئے جائیں گے خدا کے حوالے کرتا ہوں، روایت شعبی میں ہے کہ ابن عمر نے حسین سے کہا کہ رسول خداؐ سے دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے لئے کہا گیا اور حضرتؐ نے آخرت کا انتخاب کیا اور آپ رسول خداؐ کے پارہ جگر ہیں لہٰذا آپ دنیا تک نہیں پہنچ سکتے اس لئے واپس چلے جایئے مگر انھوں (امام حسینؑ) نے انکار کیا، چنانچہ ابن عمر نے گلے لگا کر کہا آپ کو جو قتل کیے جائیں گے خدا کے سپرد کیا، اس روایت کو بزار نے موثق راویوں کے طریق سے شعبی سے نقل کیا ہے مگر اس فرق کے ساتھ کہ: (امام) حسین نے ابن عمر سے کہا میں عراق جانا چاہتا ہوں، ابن عمر نے

۱۔ جواہر العقدین، ج۲، القسم الثانی، ص۳۶۲۔

کہا ایسا نہ کیجئے اس لئے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا کہ میں بادشاہ نبی بنوں یا نبیؐ عبد اور مجھ سے کہا گیا کہ تواضع کرو چنانچہ میں نے نبی عبد بننا گوارا کیا، اور آپ (امام حسینؑ) رسول خداؐ کے پارۂ تن ہیں لہٰذا عراق نہ جایئے مگر جب انھوں نے بات ٹھکرا دی تو ابن عمر نے ان سے خدا حافظی کی اور کہا آپ کو جو قتل کر دیئے جائیں گے خدا کے حوالے کیا۔

شیخ بن عبداللہ بن عیدروس یمنی عقد نبوی میں لکھتے ہیں:

"جاء ابن عمر الى الحسين لما توجه الى العراق فادركه بعد مسير ليلتين أو ثلاث فقال: ناشدتك اللّه !ان اهل العراق قوم قتلوا أباك و خذلوا اخاك. فلما ينس منه عانقه و قبل بين عينيه و قال: استودعك الله من قتيل ! سمعت رسول اللّه صلعم يقول: ان الله عزوجل أبى لكم الدنيا".

"جب حسین عراق کی طرف چلے تو دو تین راتوں کی مسافت طے کر کے ابن عمر آپ کے پاس پہنچے اور آپ سے کہا کہ میں آپ سے خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ عراقی ایسے ہیں جنھوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا اور آپ کے بھائی کا ساتھ چھوڑا مگر جب (ابن عمر روکنے میں) ناکام ہو گئے تو گلے لگایا اور پیشانی کا بوسہ دے کر کہا: میں آپ کو خدا کے حوالے کرتا ہوں، میں نے رسول خداؐ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ خدا نے آپ سے دنیا کو الگ رکھا ہے"۔

عیدروس "عقد نبوی" ہی میں لکھتے ہیں:

"و قال ابن عمر للحسين: لاتخرج فان رسول الله صلى الله عليه وسلم خيّره اللّه بين الدنيا والآخرة فاختار الآخرة وانك بضعة من رسول الله صلى اللّه عليه وسلم وانه لن تنالها - يعني الدنيا -و ولايتها احد منكم فارجع! فابى فاعتنقه و بكى وودّعه وقال: استودعتك الله من مقتول، والسلام وكان ابن عمر يقول: غلبنا حسين بالخروج ولعمري لقد رأى في أبيه وأخيه عبرة. ورأى من الفتنة وخذلان الناس لهم ما كان ينبغي له أن لا يتحرّك ما عاش، وأن يدخل في صالح ما دخل فيه الناس، فان الجماعة

خیر". "ابن عمر نے حسین سے کہا آپ عراق نہ جایئے اس لئے کہ رسول خدا کو خدا نے دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے لئے کہا اور حضرت نے آخرت اختیار کی اور آپ تو رسول خدا کے پارہ تن ہیں اس لئے دنیا آپ کو نہیں مل سکتی لہٰذا پلٹ جایئے، مگر بات نہیں مانی جس پر گلے لگا کر روتے ہوئے رخصت کیا اور کہا آپ کو جو قتل کر دیئے جائیں گے خدا کے سپرد کیا۔ ابن عمر کہتے تھے: حسین عراق جا کر اپنی ہی بات پر باقی رہے جب کہ میری جان کی قسم وہ اپنے باپ اور بھائی کے واقعے سے عبرت حاصل کر سکتے تھے کیونکہ انھوں نے دیکھا تھا کہ لوگوں نے کس طرح ان کو تن تنہا چھوڑ رکھا تھا، یہ واقعات ایسے عبرتناک تھے کہ جب تک وہ (امام حسینؑ) زندہ رہتے اپنی جگہ سے ہٹتے نہیں اور اس راہ کو اختیار کرتے جس کو لوگوں نے اختیار کیا تھا کیونکہ جماعت کا کام بہر حال بہتر ہوتا ہے"۔

اس واقعہ کو شیخ محمد صبان مصری نے اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار صفحہ ۱۸۷ پر اور محمد بن ابی بکر شبلی حضرمی نے مشرع روی ج۱، ص۴۵ پر نقل کیا ہے، خود شاہ صاحب نے اس واقعے کو سر الشہادتین ص۳۱ پر ذکر کیا ہے جب کہ انھوں نے تحفہ اثنا عشریہ میں ادعا کیا ہے کہ اہلسنت سے زیادہ اہلبیتؑ کی پیروی کوئی نہیں کرتا، باتوں میں تضاد کی حد ہوگئی

قیامت کی بات یہ ہے کہ حضرات اہلسنت کی روایتوں میں بزرگ صحابی ابوسعید خدری کی طرف نسبت دی گئی ہے کہ انھوں نے (معاذ اللہ) یزید کو امام حسینؑ کا امام کہا تھا اور آپ کو یزید پر خروج کرنے سے منع کیا تھا، چنانچہ شیخ بن عبد عیدروس یمنی "عقد نبوی" میں لکھتے ہیں:

"وقال أبو سعيد الخدري: غلبني الحسين على الخروج، وقد قلت له: اتق الله في نفسك والزم بيتك فلا تخرج على امامك". ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ حسین نے عراق جا کر اپنی بات کو عملی جامہ پہنا دیا تھا جب کہ میں نے ان سے کہا تھا کہ اپنے بارے میں خدا سے ڈریں اور اپنے گھر میں بیٹھے رہیں اور اپنے امام پر خروج نہ کریں۔

وصیت امام حسنؑ کی طرف غلط بات کی نسبت:

اہلسنت حضرات کے امام حسینؑ سے منحرف ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ انھوں نے امام حسنؑ کی طرف غلط بات کی یہ نسبت دی ہے کہ آپ نے امام حسینؑ کو وصیت کی تھی کہ عراق کی طرف نہ جائیں جیسا کہ ابن عبدالبر "الاستیعاب" میں حالات امام حسنؑ میں لکھتے ہیں:

"وروينا من وجوه: أن الحسن بن علي لما حضرته الوفاة قال للحسين أخيه: يا أخي! ان أبانا رحمه الله تعالى لما قبض رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم استشرف لهذا الأمر ورجا أن يكون صاحبه فصرفه الله عنه ووليها أبو بكر، فلما حضرت أبا بكر الوفاة تشوّف اليها فصرفت عنه الى عمر، فلمّا احتضر عمر جعلها شورىٰ بين ستة هو أحدهم فلم يشك أنها لا تعدوه فصرفت عنه الى عثمان، فلما هلك عثمان بويع ثم نوزع حتى جرّد السيف وطلبها فما صفا له شي منها. واني والله ما أرى أن يجمع الله فينا أهل البيت النبوة والخلافة!!! فلا عرفن ما استخفك سفهاء أهل الكوفة فأخرجوك" ہم سے کئی طریق سے روایت کی گئی ہے کہ جب حسن بن علی کی وفات (شہادت) کا وقت قریب آیا تو اپنے بھائی حسین سے کہا میرے بھائی جب رسول خدا اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ہمارے باپ نے خلیفہ بننا چاہا اور امید تھی کہ حکومت ان کو مل جائے گی مگر خدا نے ان کے بجائے ابوبکر کے حوالے کیا، جب ابوبکر کا انتقال ہوا تو ان کو امید تھی کہ خلافت مل جائے گی مگر وہ عمر تک پہونچی، جب عمر کے مرنے کا وقت قریب آیا تو انھوں نے خلافت کو چھے رکنی کمیٹی کے حوالے کر دیا جس میں ایک وہ (حضرت علیؑ) بھی تھے اور ان کو یقین تھا کہ ان کے سوا کسی اور کے پاس یہ خلافت نہیں جائے گی مگر وہ عثمان تک پہونچی، اور جب وہ ہلاک کر دیئے گئے تب ان کی بیعت کی گئی مگر بعد میں ان (حضرت علیؑ) کی مخالفت شروع ہوگئی اور نیام سے تلواریں نکل آئیں اور لوگوں نے چاہا کہ اس کو ان سے واپس لے لیں، لہٰذا حالات ان کے لئے سازگار نہیں تھے اور حکومتی امور کو جس طرح انجام دینا چاہئے تھا انجام نہ دے سکے، خدا کی قسم

ہم نہیں سمجھتے کہ نبوت اور خلافت ہمارے خاندان میں جمع ہو پائیں گی نیز میں جان رہا ہوں کہ کوفہ کے نادان تمھاری ہتک حرمت کر کے گھر سے بے گھر بنا دیں گے۔

ابن عبدالبر کی مذکورہ عبارت کو خود ان ہی سے سیوطی نے تاریخ الخلفا ص ۱۹۳ پر اور سمہودی نے جواہر العقدین، ج ۲، ص ۲۰۱ پر اس اضافے کے ساتھ کہ شب شہادت، حسین نے حسن کی بات یاد کی اور ان پر درود وسلام بھیجا، اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اور شیخ بن عبداللہ بن شیخ بن عبداللہ عیدروس یمنی نے عقد نبوی میں نقل کیا ہے۔

ابن حجر مکی "صواعق محرقہ" میں امام حسینؑ کے حالات میں لکھتے ہیں:

"ومر قول أخيه الحسن له: اياك وسفهاء الكوفة أن يستخفوك فيخرجوك ويسلّموك فتندم ولات حين مناص، وقد تذكّر ذالك ليلة قتله فترحّم على أخيه الحسن رضى الله عنهما". (۱) ان کے بھائی حسن کی بات پہلے بیان ہو چکی ہے جس میں انھوں نے کہا تھا کہ نادان کوفیوں سے ہوشیار رہنا، ایسا نہ ہو کہ تم کو (معاذ اللہ) ذلیل وخوار اور بے گھر کر دیں اور تم سے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈلوا دیں، اس وقت پشیمان ہونے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، چنانچہ شب شہادت اس بات کو حسین نے یاد کیا اور بھائی حسن پر درود وسلام بھیجا۔

ابن حجر مکی "منح مکیہ" میں امام حسنؑ کے حالات میں لکھتے ہیں:

"ومن جملة كلامه لأخيه لما احتضر: يا أخي ! ان أباك استشرف لهٰذا الأمر المرّة بعد المرّة، فصرفه الله الى الثلاثة قبله، ثم ولى فنوزع حتى جرّد السيف فما صفت له، وانى والله ما أرى أن يجمع الله فينا النبوة والخلافة، وربما يستخفنك سفهاء الكوفة فيخرجونك". انتقال کے وقت بھائی (امام حسینؑ) سے جو باتیں کہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میرے بھائی! تمھارے باپ نے کئی بار

۱۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۱۹۶۔

حکومت لینی چاہی مگر خدا نے تین مرتبے کے بعد ان تک اس کو پہنچایا، اور جب حکومت ان تک پہونچی تو اختلافات شروع ہو گئے یہاں تک کہ تلواریں نکل آئیں جس کی وجہ سے سکون سے کچھ نہ کر سکے، خدا کی قسم میں نہیں دیکھ رہا ہوں کہ خلافت اور نبوت ہمارے خاندان میں جمع ہو سکیں، ہوسکتا ہے کہ کوفہ کے نادان تمھاری ہتک حرمت کر کے تمھیں گھر سے بے گھر بنا دیں۔

محمد بن ابی بکر شبلی حضرمی "مشرع روی" میں امام حسینؑ کے حالات میں لکھتے ہیں:

"وقد كان فيما قاله الحسن عند ما احتضر لاخيه الحسين: ابى الله أن يجعل فينا أهل البيت النبوة والدنيا و الخلافة والملك فاياك و سفهاء أهل الكوفة أن يستخفوك فيخرجوك و يسلّمون (يسلّموك .ظ) فتندم ولات حين مناص !يا أخي !أن اباك حين قبض رسول الله صلى الله عليه و آله استشرف لهٰذا الأمر ورجا أن يكون صاحبه فصرفه الله عنه ووليه أبو بكر رضى اللّه عنه، فلما حضرت الوفاة ابابكر تشوق (تشوف .ظ) لها ايضاً فصرفت عنه الى عمر، فلمّا احتضر عمر جعلها شورى بين ستة هو أحدهم فلم يشك أنها لا تعدوه فصرفت عنه الى عثمان، فلما هلك عثمان بويع له ثم نوزع حتى جرّد السيف وطلبها فما صفا له شئ منها. وانى واللّه ما أرى أن يجمع الله فينا أهل البيت النبوة والخلافة!! فلا عرفن ما استخفك سفهاء أهل الكوفة. و قدتذكر ذالك الحسين ليلة قتله فكان يترحم على أخيه الحسن". (۱) وقت وفات (امام) حسن نے اپنے بھائی (امام) حسین سے کہا: خدا نہیں چاہتا کہ ہم اہلبیت میں نبوت و دنیا اور خلافت و پادشاہی کو جمع کرے، تم نادان اہل کوفہ سے ہوشیار رہنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو (معاذ اللہ) ذلیل وخوار کر کے بے گھر اور دشمن کے سامنے تسلیم ہونے پر مجبور کر دیں اس وقت تمھاری پشیمانی سودمند نہ ہوگی،

۱۔ مشرع الراوی، ص ۴۵۔

اے میرے بھائی جب رسول خداؐ کا انتقال ہوا تو تمھارے باپ نے حکومت حاصل کرنی چاہی مگر خدانے ان کے بجائے اسے ابوبکر کے حوالے کردی، جب ابوبکر کا انتقال ہوا تو اس وقت بھی اس کے خواہاں تھے مگر وہ عمر تک پہنچی، جب عمر کا انتقال ہوا تو انھوں نے حکومت چھے رکنی کمیٹی میں محصور کردی تھی کہ ان ہی میں ایک وہ بھی تھے اور ان کو یقین تھا کہ اب وہ ان کو مل جائے گی مگر وہ عثمان تک پہنچی، جب عثمان ہلاک کردیئے گئے تب وہ ان تک پہونچی لیکن بعد میں ان کی مخالفت شروع ہوگئی یہاں تک کہ نوبت شمشیر تک پہونچ گئی اور ان سے اس کو لینے کی کوشش کی گئی جس کی وجہ سے حکومتی امور کو جس طرح انجام دینا چاہتے تھے انجام نہ دے سکے، خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ کوفہ کے نادان تم کو ذلیل ورسوا کررہے ہیں، شب قتل (شب شہادت) حسین نے اس بات کو یاد کیا اور اپنے بھائی حسن پر درود وسلام بھیجا۔

حضرمی نے ''مشرع روی'' ہی میں اسے امام حسنؑ کے حالات میں لکھا ہے اور محمد صبان مصری نے اسعاف الراغبین برحاشیہ نورالابصار، ص۱۸۳ پر اس کو نقل کیا ہے۔

روزۂ عاشورہ کے بارے میں عبدالقادر جیلانی کا نظریہ:

حضرات اہلسنت کی دشمنی اہلبیت پر جو چیز دلالت کرتی ہے ان میں ایک روز عاشورہ کے روزے سے متعلق ان کے نظریات ہیں، غوث اعظم ''غنیۃ الطالبین'' میں عاشورہ کے روزہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''فصل: وقد طعن قوم على من صام هذا اليوم العظيم وما ورد فيه من التعظيم وزعموا أنه لا يجوز صيامه لأجل قتل الحسين بن على رضى اللّٰه عنهما، وقالوا: ينبغى أن تكون المصيبة فيه عامة لجميع الناس لفقده فيه، وأنتم تتخذونه يوم فرح وسرور، وتأمرون فيه بالتوسعة على العيال والنفقة الكثيرة والصدقة على الفقراء والضعفاء والمساكين، وليس هذا من حق الحسين رضى اللّٰه عنه على جماعة المسلمين. وهذا القائل خاطئ ومذهبه قبيح فاسد، لأن اللّٰه تعالى اختار لسبط نبيه صلى اللّٰه عليه وسلم الشهادة فى أشرف الأيام وأعظمها وأجلها وأوقعها عنده، ليزيده بذلك رفعة فى

درجاته وكراماته مضافة الى كرامته، وبلغه منازل الخلفاء الراشدين الشهداء بالشهادة، ولو جاز أن نتخذ يوم موته يوم مصيبة لكان يوم الاثنين أولى بذلك لأن قبض اللّٰه تعالى نبيه صلى اللّٰه عليه وسلم فيه، وكذلك ابو بكر الصديق رضى اللّٰه عنه قبض فيه، وهو ما روى هشام بن عروة عن عائشة رضى اللّٰه عنهما قالت: قال ابو بكر رضى اللّٰه عنه: اى يوم توفى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فيه؟ قلت: يوم الاثنين، قال رضى اللّٰه عنه: انى أرجو أن موت فيه: فمات رضى اللّٰه عنه فيه، وفقد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وفقد ابى بكر رضى اللّٰه عنه أعظم من فقد غيرهما، وقد اتفق الناس على شرف يوم الاثنين، وفضيلة صومه وأنه تعرض أعمال العباد فيه، وفى يوم الخميس ترفع الأعمال كذالك يوم عاشورا لا يتخذ يوم مصيبة، ولان يوم عاشوراء ان اتخذ يوم مصيبة ليس بأولى من أن يتخذ يوم فرح وسرور لما قدّمنا ذكره، وفضله من أنه يوم نجى اللّٰه تعالىٰ فيه أنبيائه من أعدائهم وأهلك فيه أعداء هم الكفار من فرعون وقومه وغيرهم، وأنه تعالى خلق السماوات والأرض والأشياء الشريفة فيه وآدم عليه السلام وغير ذلك، وما أعد اللّٰه تعالى لمن صامه من الثواب الجزيل والعطاء الوافر وتكفير الذنوب وتمحيص السيئات، فصيام عاشوراء بمثابة بقية الأيام العيدين والجمعة وعرفة وغيرهما. ثم لو جاز أن يتخذ هذا اليوم يوم المصيبة لاتخذ الصحابة والتابعون رضى اللّٰه عنهم، لأنهم أقرب اليه منا وأخص به، وقد ورد عنهم الحث على التوسعة على العيال فيه والصوم فيه، من ذالك ما روى عن الحسن رحمة اللّٰه تعالى عليه أنه قال: كان صوم يوم عاشوراء فريضة وكان على رضى اللّٰه عنه يأمر بصيامه فقالت لهم عائشة رضى اللّٰه عنها: من يأمركم بصوم يوم عاشوراء؟ قالوا: على رضى اللّٰه عنه. قالت: انه أعلم من بقى بالسنة، وروى عن على رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه

صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من أحیاء لیلة عاشورا أحیاه اللّٰه تعالی ما شاء. فدل علی بطلان ما ذهب الیه هذا القائل، والله أعلم". (۱) عاشور کے دن جولوگ روزہ رکھتے ہیں ان پر ایک گروہ اعتراض کرتا ہے اور اس دن کی تعظیم کو جائز نہیں سمجھتا ہے، وہ خیال کرتا ہے کہ اس دن قتل حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی وجہ سے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور اس حادثے کی وجہ سے سب کو عزادار رہنا چاہئے جب کہ تم لوگ (روزہ رکھنے والے) اس دن کو خوشی کا دن سمجھتے ہو اور اہل وعیال پر مال کثیر خرچ کرنے کا حکم دیتے ہو اور کہتے ہو کہ فقراء ومساکین اور تہی دست پر انفاق کرو، جبکہ یہ سب کچھ مسلمانوں کی گردن پر جو حسین رضی اللہ عنہ کا حق ہے اس کے منافی ہے۔

(غوث اعظم کہتے ہیں:) ایسا جو شخص بھی کہتا ہے غلط کہتا ہے اور اس کا مذہب بہت غلط مذہب ہے، اس لئے کہ خدا نے نواسۂ رسول کی شہادت کے لئے بہترین اور عظیم دن کا انتخاب کیا تھا تا کہ اس کے ذریعے ان کے درجات اور کرامات میں اضافہ کرے اور ان کے مقام کو ان خلفاء راشدین کے مقام تک پہنچادے جو ان کے پہلے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے ہیں، اگر یہ بات صحیح ہو کہ ان (امام حسینؑ) کے مرنے کے دن کو روز مصیبت مانا جائے تو دوشنبہ کا دن اس کے لئے زیادہ سزاوار ہے اس لئے کہ اسی دن خدا نے اپنے نبی کی روح قبض کی تھی اور اسی دن ابوبکر صدیق بھی اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے، چنانچہ ہشام بن عروہ نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ ان (عائشہ) سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا نبیؐ نے کس دن وفات پائی تھی؟ میں (عائشہ) نے جواب دیا: دوشنبہ کے دن، ابوبکر نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اسی دن میں بھی اس دنیا سے رخصت ہوں اور اسی دن ان کو موت آئی اور فقدان رسولؐ خدا اور فقدان ابوبکر دوسروں کے فقدان سے اہم ہیں جب کہ سارے لوگ دوشنبہ کی عظمت، اس دن کے روزہ کی فضیلت اور اس دن اور پنجشنبہ کے دن آنحضرتؐ کے حضور لوگوں کے اعمال پیش ہونے پر اتفاق نظر رکھتے ہیں، اسی طرح عاشور کے دن کو بھی مصیبت کا دن نہیں کہنا چاہئے اور مذکور

۱۔ غنیۃ الطالبین، ص ۶۸۷۔۶۸۴

فضیلتوں کو دیکھتے ہوئے اس دن کے لئے روز خوشی کے بجائے روز مصیبت کہنا سزاوار نہیں ہے کیونکہ اسی دن آسمانوں اور زمین اور ان میں موجود اشیا اور حضرت آدم وغیرہ کو خلق کیا، اس دن روزہ رکھنے والے کو خدا بے پناہ اجر دیتا ہے اور بہت سارے گناہوں کو محو کرتا ہے، لہٰذا عاشور کے دن کا روزہ عید فطر، عید قربان، جمعہ اور عرفہ وغیرہ کے روزوں کے برابر ہے اس کے علاوہ اگر اس دن کو روز مصیبت کہنا صحیح ہوتا تو صحابہ اور تابعین اس کو روز مصیبت کہتے کیونکہ زمانے کے لحاظ سے ہم سے قریب تر اور اس دن کی معرفت کے سلسلے میں ہم سے آشنا تر تھے، جب کہ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات اس دن اپنے اہل وعیال پر فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے تھے اور اس دن روزہ رکھتے تھے۔

حسن بصری سے مروی ہے کہ عاشور کا روزہ واجب تھا اور علی رضی اللہ عنہ اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے، چنانچہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں سے پوچھا تم کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم کس نے دیا ہے؟ تو جواب ملا علی رضی اللہ عنہ نے، عائشہ نے کہا جو افراد بچے ہیں ان میں سب سے زیادہ سنت کو جاننے والے وہی ہیں۔ اور علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جو شخص شب عاشور شب بیداری کرے تو جب تک وہ چاہے گا خدا اس کو زندہ رکھے گا۔ یہ حدیث ان لوگوں کے نظریات کو باطل کر دیتی ہے جو عاشور کے دن کو مصیبت کا دن سمجھتے ہیں، واللہ اعلم۔

امام زین العابدینؑ کے بارے میں غلط باتیں:

شاہ ولی اللہ دہلوی (پدر شاہ عبدالعزیز دہلوی مؤلف تحفہ اثنا عشریہ) نے "قرۃ العینین" (۱) میں اس بات کا اعتراف تو کیا ہی ہے کہ اہلسنت نے حضرت (امام زین العابدینؑ) سے بہت کم حدیثیں نقل کی ہیں مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ حضرات اہلسنت نے آپ کی طرف یہ نسبت دی ہے کہ آپ نے اپنے سے

۱۔ قرۃ العینین، ص ۲۴۵۔

پست افراد سے کسب فیض کیا تھا وہ بھی دینی امور میں چنانچہ ابن حجر عسقلانی ''تہذیب التہذیب'' میں امام زین العابدینؑ کے حالات میں لکھتے ہیں:

''وقال مالک: قال نافع بن جبیر بن مطعم لعلی بن الحسین: انک تجالس أقواما دونا؟! فقال علی بن الحسین: انی أجالس من أنتفع بمجالسته فی دینی''. (۱) ''مالک کا بیان ہے کہ نافع بن جبیر بن مطعم نے (چوتھے امام) علی بن الحسین سے کہا: آپ پست لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں؟! علی بن الحسین نے جواب دیا: میں اس کے پاس بیٹھتا ہوں جس کی نشست سے دینی امور میں استفادہ کرسکوں''۔

حضرات اہلسنت نے امام زین العابدینؑ کی تنقیص کے لئے آپ پر یہ بہتان باندھا کہ آپ نے مروان بن حکم سے روایت کی ہے۔ محی الدین نووی ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں امام زین العابدینؑ کے حالات میں لکھتے ہیں:

''سمع أباه وابن عباس والمسور وأبا رافع وعائشة وام سلمة وصفية ازواج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ومروان بن الحكم! وسعيد بن المسيب و آخرين من التابعين'' (۲) انھوں نے اپنے باپ، ابن عباس، مسور، ابورافع، عائشہ اور ام سلمٰی اور صفیہ ازواج پیغمبر، مروان بن حکم، سعید بن مسیب اور دوسرے تابعین سے استماع حدیث کی تھی۔

ابن تیمیہ ''منہاج السنۃ'' میں امام زین العابدینؑ کے حالات میں لکھتے ہیں:

''أخذ عن ابيه و ابن عباس و المسور بن محزمة و أبی رافع مولی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و عائشة و أم سلمه و صفية أمهات المومنين و عن مروان بن حكم و سعيد بن المسيب و عبد اللّٰه بن عثمان و ذكوان مولى عائشة و غيرهم''. انھوں نے اپنے باپ، ابن عباس، مسور بن مخرمہ، نبی کے غلام ابورافع، امہات

۱۔ تہذیب التہذیب، ج۷، ص۳۰۵، نمبر۵۲۰۔

۲۔ تہذیب الاسماء واللغات، ج۱، ص۳۴۳، نمبر۴۲۷۔

المومنین عائشہ وام سلمٰی وصفیہ، مروان بن حکم، سعید بن مسیب، عبداللہ بن عثمان اور عائشہ کے غلام ذکوان وغیرہ سے حدیثیں لی تھیں۔

ذہبی الکاشف میں لکھتے ہیں:

''مروان بن الحكم الاموی ولد سنة اثنتين و لم يصحّ له سماع و له عن عثمان و سبرة، و عنه عروة و مجاهد و علی بن الحسين''. (۱) مروان بن حکم اموی دو ہجری میں پیدا ہوا، اس کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں، اس نے عثمان اور سبرہ سے اور اس سے عروہ، مجاہد اور علی بن الحسین نے روایت کی ہے۔

ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں:

''علی بن الحسين بن علی بن أبی طالب الهاشمی، أبو الحسين ويقال أبو الحسن ويقال أبو محمد ويقال أبو عبد اللّٰه المدنی زين العابدين، روى عن أبيه وعمّه الحسن وأرسل عن جده علی بن أبی طالب، وروى عن ابن عباس والمسور بن محزمة وأبی هريرة وعائشة وصفية بنت حيی وأم سلمة وبنتها زينب بنت أم سلمة وأبی رافع مولى النبی صلى اللّٰه عليه وسلم وابنه عبيد اللّٰه بن أبی رافع ومروان بن الحكم وعمرو بن عثمان وذكوان أبی عمرو مولى عائشة وسعيد بن المسيب وسعيد بن مرجانة وبنت عبد اللّٰه بن جعفر'' (۲) علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی کی کنیت ابوالحسین، ابوالحسن، ابومحمد اور ابوعبداللہ مدنی زین العابدین تھی، انھوں نے اپنے والد اور چچا حسن سے بلا واسطہ اور دادا علی بن ابی طالب سے مرسل روایت کی ہے۔ نیز انھوں نے ابن عباس، مسور بن مخرمہ، ابوہریرہ، عائشہ، صفیہ بنت حیی، ام سلمٰی، زینب بنت ام سلمٰی، خادم نبی ابورافع، عبید اللہ بن رافع،

۱۔ الکاشف، ج۳، ص۱۱۳، نمبر۵۴۳۲۔

۲۔ تہذیب التہذیب، ج۷، ص۳۰۴، ص۵۲۰۔

مروان بن حکم، عمرو بن عثمان، غلامِ عائشہ ذکوان ابوعمرو، سعید بن مسیب، سعید بن مرجانہ اور عبداللہ بن جعفر کی بیٹی سے روایت کی ہے۔

نیز وہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

"مروان بن الحكم بن أبي العاص بن امية بن عبد شمس بن مناف بن قصى الأموى أبو عبد الملك ويقال أبو القاسم ويقال أبو الحكم، أمه آمنة بنت علقمة بن صفوان الكنانى وتكنىٰ أم عثمان المدنى، ولد بعد الهجرة بسنتين وقيل بأربع وروى عن النبى صلى الله عليه وسلم ولا يصح له منه سماع، وروى أيضاً عن عثمان وعلى وزيد بن ثابت وأبى هريرة وبسرة بنت صفوان وعبد الرحمن بن الأسود بن عبد يغوث. روى عنه ابنه عبد الملك وسهل بن سعد الساعدى وهو اكبر منه وسعيد بن المسيب وعلى بن الحسين !وعروة بن الزبير وأبو بكر بن عبد الرحمن بن الحارث وعبيد الله بن عبد الله بن عتبة ومجاهد وأبو سفيان مولى ابن أبى احمد". (۱) مروان بن حکم بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن مناف بن قصی اموی کی کنیت ابوعبدالملک تھی، ابوالقاسم اور ابوالحکم بھی اس کی کنیت بتائی جاتی ہے۔ اس کی ماں آمنہ بنت علقمہ بن صفوان کنانی تھی جس کی کنیت ام عثمان مدنی تھی۔ مروان ۲ ہجری میں پیدا ہوا تھا، ۴ ہجری بھی کہا گیا ہے، اس نے نبیؐ سے روایت کی ہے مگر اس کے آنحضرتؐ سے سماعِ حدیث والی بات صحیح نظر نہیں آتی ہے۔ اسی طرح اس نے عثمان، علی، زید بن ثابت، ابوہریرہ، بسرہ بنت صفوان اور عبدالرحمٰن بن اسود بن عبدی غوث سے روایت کی ہے اور اس سے اس کے بیٹے عبدالملک اور بڑے بیٹے سہل بن سعد ساعدی، نیز سعید بن مسیب، (چوتھے امام) علی بن الحسین، عروہ بن زبیر، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، مجاہد اور ابواحمد کا غلام ابوسفیان نے روایت کی ہے۔

۱۔ تہذیب التہذیب، ج۱۰ص۹۱، نمبر ۱۶۶۔

خطیب تبریزی "رجال مشکوٰۃ" میں مروان کے حالات میں لکھتے ہیں:

"و روى عن نفر من الصحابة منهم عثمان و على، و عنه عروة بن الزبير و على بن الحسين رضى الله تعالى عنهم". اس نے کئی صحابہ سے روایت کی ہے جن میں عثمان اور علی بھی ہیں اور مروان سے عروہ بن زبیر اور علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کی ہے۔

عبدالحق دہلوی "رجال مشکوٰۃ" میں مروان کے حالات میں لکھتے ہیں:

"و روى عن نفر من الصحابة منهم عثمان و على، و روى عنه عروة بن الزبير و على بن الحسين اعنى الامام الجليل زين العابدين وغيرهما" عثمان اور علی جیسے کئی صحابہ سے اس نے روایت کی اور اس سے عروہ بن زبیر اور علی بن الحسین یعنی امام جلیل زین العابدین وغیرہ نے روایت کی ہے۔

بلکہ اکابر اہلسنت کا خیال ہے کہ امام زین العابدینؑ نے دیگر افراد کی طرح علماءِ علمِ حدیث سے کسبِ علمِ حدیث کیا تھا، ابن تیمیہ "منہاج السنۃ" میں لکھتے ہیں:

"وأما قوله: وأخذوا أحكامهم الفروعية عن الائمة المعصومين الناقلين عن جدهم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم....، فيقال أولا: القوم المذكورون انما كانوا يتعلمون الحديث من العلماء به كما يتعلم سائر المسلمين وهذا متواتر عنهم، فعلى ابن الحسين يروى تارة عن أبان بن عثمان بن عفان عن أسامة بن زيد مولى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم"، رواه البخارى ومسلم، وأبو جعفر محمد بن على يروى عن جابر بن عبد الله حديث مناسك الحج الطويل، وهو أحسن ما روى فى هذا الباب، ومن هذا الطريق رواه مسلم فى صحيحه من حديث جعفر ابن محمد عن جابر". (۱) ان (علامہ حلی) کا یہ کہنا کہ

۱۔ منہاج السنۃ، ج۱ص۳۰۶۔

انھوں (شیعوں) نے احکام شرعیہ ائمہ معصومین سے حاصل کیا ہے اور ائمہ معصومین نے اپنے جد رسولؐ خدا سے حاصل کیا تھا.... تو اس کے جواب میں کہوں گا کہ وہ (ائمہ معصومینؑ) بھی دیگر مسلمانوں کی طرح حدیث کو علماء علم حدیث سے سیکھتے تھے اور یہ بات (معاذ اللہ) شیعوں کے نزدیک تواتر سے ثابت ہے جیسا کہ (امام) علی بن الحسین نے ابان بن عثمان بن عفان سے اور انھوں نے غلامِ نبی، اسامہ بن زید سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ اس حدیث کی بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے۔ اور ابوجعفر محمد بن علی (امام محمد باقرؑ) نے مناسک حج سے متعلق ایک طویل حدیث نقل کی ہے اور اس بارے میں سب سے بہترین حدیث یہی ہے۔ اس حدیث کی مسلم نے اپنی صحیح میں جعفر بن محمد کے توسط سے جابر سے روایت کی ہے۔

حضرات اہلسنت کے اہلبیتؑ سے منحرف ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ امام زین العابدینؑ کی طرف اس غلط بات کی نسبت دی ہے کہ آپ چار سے زیادہ شادیوں کے قائل تھے، جیسا کہ ابن حجر عسقلانی "فتح الباری" میں "صحیح بخاری" کی اس عبارت "وقال علی بن الحسین: یعنی مثنی أو ثلاث أو رباع" کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وهذا من أحسن الادلة فی الرد علی الرافضة لکونه من تفسیر زین العابدین، وهو من أئمتهم الذین یرجعون الی قولهم ویعتقدون عصمتهم". (۱) رافضیوں کی رد میں یہ بہترین دلیل ہے کیونکہ (فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع نسا، آیت ۴ کی) تفسیر (امام) زین العابدینؑ نے بیان کی ہے جو رافضیوں کے امام ہیں اور ان ہی کی طرف وہ رجوع کرتے ہیں اور ان کی عصمت کے قائل ہیں۔

قسطلانی (۲) نے عسقلانی ہی کی عبارت نقل کی ہے۔

۱۔ فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، ج۱۱، ص۴۲۔۴۱۔

۲۔ ارشاد الساری فی شرح صحیح البخاری، ج۸، ص۲۷۔

عینی "عمدة القاری" میں لکھتے ہیں:

"واستدلاله بقول علی بن الحسین زین العابدین، رضی الله عنه، من أحسن الادلة فی الرد علی الروافض لکونه من أئمتهم الذین یرجعون الی قولهم ویدعون أنهم معصومون". (۱) علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہ کی بات سے استدلال رافضیوں کی رد میں بہترین دلیل ہے کیونکہ وہ ان کے اماموں میں سے ایک ہیں جن کے فرامین کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کی عصمت کے قائل ہیں۔

ابن حجر عسقلانی، عینی اور قسطلانی کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ بزرگان اہلسنت نہ امام زین العابدینؑ کی امامت کے قائل ہیں نہ ان کے ارشادات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی عصمت کے معتقد ہیں کہ یہ ساری باتیں شاہ صاحب (صاحب تحفہ) کے اس ادعا کو غلط ثابت کرتی ہیں کہ اہلسنت اہلبیتؑ کی پیروی کرتے ہیں۔

بیان حقیقت:

حقیقت یہ ہے کہ آیہ "فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع" کے ذیل میں کسی بھی شیعہ فقیہ نے ایسی بات نہیں کہی ہے جو امام زین العابدینؑ کے ارشاد کے برخلاف ہو، حضرتؑ کی طرف چار سے زیادہ شادیوں کے جائز ہونے کی نسبت دینا سراسر غلط بات ہے، لہٰذا ابن حجر عسقلانی، عینی اور قسطلانی کا صحیح بخاری سے امام زین العابدینؑ کے بیان کو نقل کر کے یہ کہنا کہ یہ بات رافضیوں کی رد میں بہترین دلیل ہے، غلط ہے، بلکہ برعکس خود بزرگ علماء اہلسنت نے مذکورہ آیت "فانکحوا ما طاب ...." سے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے کو جائز کہا ہے، ملاحظہ کیجئے:

فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی "تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق" میں لکھتے ہیں:

"وقال القاسم بن أبراهیم: یجوز التزوج بالتسع، لأن الله تعالی أباح نکاح ثنتین بقوله "مثنی" ثم عطف علیه " ثلاث ورباع" بالواو وهی للجمع،

۱۔ عمدة القاری، ج۲۰، ص۹۱۔

فیکون المجموع تسعا، ومثله عن النخعي وابن أبي ليلى". (۱) قاسم بن ابراہیم کا کہنا ہے کہ نوعورتوں سے شادی کی جاسکتی ہے کیونکہ خدا نے دوعورتوں سے نکاح کرنے کو لفظ "مثنیٰ" کہہ کر جائز کہا اور پھر اس مثنیٰ (دو) پر واؤ کے ذریعے ثلاث ورباع (تین اور چار) کو عطف کیا ہے اور واؤ جمع کے لئے ہے لہٰذا مجموعاً نو ہوئے (یعنی نوعورتوں سے شادی کی جاسکتی ہے) یہی نظریہ نخعی اور ابن ابی لیلی نے پیش کیے ہیں۔

بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی "رمز الحقائق شرح کنز الدقائق" میں لکھتے ہیں:

"وقال القاسم بن أبراهيم: يجوز التزوّج بالتسع، ومثله عن النخعي وابن أبي ليلى، لأن الواو للجمع". (۲) قاسم بن ابراہیم کا کہنا ہے کہ نوعورتوں سے شادی کرنا جائز ہے۔ نخعی اور ابن ابی لیلی کا یہی نظریہ ہے کیونکہ واؤ جمع کے لئے ہوتا ہے۔

قاضی القضاۃ شوکانی "نیل الاوطار" میں لکھتے ہیں:

"وذهبت الظاهرية الى أنه يحل للرجل أن يتزوج تسعا! ولعل وجهه قوله تعالى: مثنىٰ وثلاث ورباع، ومجموع ذالک لا باعتبار ما فيه من العدل تسع، وحكي ذالک عن ابن الصباغ والعمراني". (۳) فرقہ ظاہریہ کے نزدیک نوعورتوں سے مرد شادی کرسکتا ہے، شاید یہ نظریہ اس آیت کی بنیاد پر ہو "مثنی وثلاث ورباع" (نساء، آیت ۴) کہ ان کا مجموعہ نو ہوتا ہے البتہ عدالت کی رعایت کرتے ہوئے کیونکہ آیت میں عدالت کا ذکر ہے، ابن صباغ (م ۴۷۷ھ) اور عمرانی (م ۵۵۸ھ) کا بھی یہی نظریہ بیان کیا گیا ہے۔

نظام الدین نیشاپوری کی "تفسیر غرائب القرآن" سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد نو سے زیادہ شادیاں کرسکتا ہے وہ آیہ "فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

۱۔ تبیین الحقائق، ج۲، ص۱۱۲۔

۲۔ رمز الحقائق، ج۱، ص۱۴۳۔

۳۔ نیل الاوطار، ج۴، ص۱۷۲۔

"ذهب جماعة الى أنه يجوز التزوج بأى عدد اريد، لأن قوله "فانكحوا ما طاب لكم من النساء" اطلاق فى جميع الاعداد، لصحة استثناء كل عدد منه، وقوله "مثنىٰ وثلاث ورباع" لا يصلح مخصصا لذلك العموم، لأن تخصيص بعض الأعداد بالذكر لا ينافى ثبوت الحكم فى الباقى، بل نقول: ذكرها يدل على نفى الحرج والحجر مطلقا، فان من قال لولده: افعل ما شئت، اذهب الى السوق والى المدرسة والى البستان، كان تصريحا فى أن زمام الاختيار بيده ولا يكون تخصيصا، وأيضاً ذكر جميع الأعداد متعذر، فذكر بعضها تنبيه على حصول الاذن فى جميعها ! ولئن سلمنا لكن الواو للجمع المطلق فيفيد الاذن فى جمع تسعة بل ثمانية عشر لتضعيف كل منها. وأما السنة فلما ثبت بالتواتر أنه صلى الله عليه وسلم مات عن تسع وقد أمرنا باتباعه فى قوله "فاتبعوه" وأقل مراتب الأمر الأباحة، وقد قال صلى الله عليه وسلم "فمن رغب عن سنتي فليس مني ..."۔(۱) ایک گروہ قائل ہے کہ مرد جتنی چاہے شادی کرسکتا ہے اس لئے کہ آیہ "فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع" ساری اعداد کو شامل ہے (اور اس کا اطلاق سب پر ہوتا ہے) اور جتنی چاہیں شادیاں کرسکتے ہیں اور آیت میں "مثنیٰ وثلاث ورباع" اس کے عموم کو تخصیص نہیں دے سکتا کیونکہ بعض عدد کو ذکر کرنے سے (یعنی دو، تین، چار سے) دیگر عدد کی نفی نہیں ہوتی، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسا کرنا منع مطلق کی نفی کرتا ہے اس لئے کہ اگر باپ بیٹے سے کہے کہ جو چاہو کرو مدرسہ جاؤ، بازار جاؤ، باغ میں جاؤ تو ایسا کہنا اس بات کی وضاحت ہے کہ کام کا اختیار بیٹے کے اختیار میں ہے (یہ بطور مثال ہیں) اس کے اختیار کو محدود نہیں کرتا ہے اور چونکہ سارے نام نہیں بتا سکتا اس لئے چند نام بتادیئے تاکہ محدود اختیار کو

۱۔ غرائب القرآن، ج۴، ص۱۷۲۔

نہ سمجھے، اس کے علاوہ حرف واو جمع کے لئے استعمال ہوتا ہے اس لحاظ سے نو شادیوں بلکہ اٹھارہ شادیوں کی اجازت دی گئی ہے کیونکہ ہر عدد دوگنی ہوگی، رہی سنت سے دلیل تو تواتر سے ثابت ہے کہ وفات پیغمبرؐ کے وقت آپ کی نو بیویاں تھیں اور ہم کو بھی آپ کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ''فاتبعوہ'' (پیغمبر کی پیروی کرو) اور صیغۂ امر کم سے کم فعل کے مباح ہونے پر دلالت کرتا ہے اور رسولؐ خدا نے فرمایا ہے جو میری سنت سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

امام محمد باقرؑ کے بارے میں توہین آمیز باتیں:

امام محمد باقرؑ کے بارے میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

''واما سائر الاثنی عشر فلم یدرکوا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فقول النبی انہم نقلوا عن جدھم ان أراد بذلک أنہ أوحی الیھم ما قال جدھم فھذہ نبوۃ کما کان یوحی الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما قالہ غیرہ من الأنبیاء، وان أراد أنھم سمعوا ذالک من غیرھم فیمکن أن یسمع من ذالک الغیر الذی سمعوہ منھم، سواء کان ذالک من بنی ھاشم أو غیرھم، فأی مزیۃ لھم فی النقل عن جدھم الا بکمال العنایۃ والاھتمام؟ فان کل من کان أعظم اھتماما وعنایۃ بأحادیث النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم وتلقیھا من مظانھا کان أعلم بھا، ولیس من خصائص ھؤلاء بل فی غیرھم من ھو أعلم باالسنۃ من أکثرھم کما یوجد فی کل عصر من غیر بنی ھاشم أعلم بالسنۃ من أکثر بنی ھاشم، فالزھری أعلم بأحادیث النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وأحوالہ وأقوالہ باتفاق أھل العلم من أبی جعفر محمد بن علی!!! وکان معاصرا لہ''.(۱) رہی بارہ اماموں میں سے دیگر اماموں کی بات تو انھوں نے نبی کو درک نہیں کیا تھا، لہٰذا ان کا یہ کہنا

۱۔ منہاج السنۃ، ج۱، ص۳۰۷.

کہ وہ اپنے جد (رسولؐ خدا) سے نقل کرتے ہیں اگر اس سے مراد ان کی یہ ہے کہ ان کے جد (رسولؐ خدا) کی باتیں ان پر وحی ہوتی تھیں تو یہ نبوت ہے کہ جیسے رسولؐ خدا پر انبیا ماسبق کی باتیں وحی ہوتی تھیں، لیکن اگر ان کی مراد یہ تھی کہ انھوں نے دوسروں سے اپنے جد کی باتیں سنی تھیں تو جن سے انھوں نے سنا تھا ان لوگوں نے بھی ان باتوں کو سنا تھا خواہ وہ لوگ بنی ہاشم سے ہوں یا غیر بنی ہاشم سے، اس صورت میں اپنے جد سے ان کا نقل کرنا امتیاز کا باعث نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ اس کے حاصل کرنے میں دقت سے کام لیتے ہوں گے، اس بنا پر جو شخص بھی احادیث پیغمبرؐ کے سلسلے میں دقت سے کام لے اور اس کو صحیح جگہ سے حاصل کرے وہ حدیث میں اعلم ہے لہٰذا یہ بات بنی ہاشم سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ ایسے افراد بنی ہاشم سے نہ ہوں مگر حدیث میں بنی ہاشم سے اعلم ہوں بلکہ ہر زمانے میں غیر بنی ہاشم میں ایسے افراد تھے جو بنی ہاشم سے اعلم تھے جیسا کہ سارے علماء کے نزدیک پیغمبرؐ اسلام کی حدیث کے بارے میں ابو جعفر محمد بن علی (امام محمد باقرؑ) کے مقابلے میں زہری اعلم تھے اور زہری ان کے معاصر تھے۔

ابن تیمیہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ احادیث پیغمبرؐ کے بارے میں (معاذ اللہ) امام محمد باقرؑ سے زہری اعلم تھے جب کہ (عبقات الانوار کی مجلد) حدیث مدینہ میں زہری کے بارے میں محدثین اہلسنت کے اقوال نقل کئے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ ہر مسئلہ میں خاص طور سے نقل احادیث میں غیر معتبر ہیں پھر کس طرح ایسے شخص کو شیخ الاسلام (ابن تیمیہ) نے کہہ دیا کہ امام محمد باقرؑ سے اعلم زہری تھے، اس پر طرّہ یہ کہ آپ کی پیروی ومحبت کا دم بھی بھرتے ہیں۔

ابن تیمیہ ''منہاج السنۃ'' ہی میں امام محمد باقرؑ کے فضائل سے یوں انکار کرتے ہیں:

''واما کونہ أعلم أھل زمانہ فھذا یحتاج الی دلیل، والزھری من أقرانہ وھو عند الناس أعلم منہ، ونقل تسمیتہ بالباقر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا أصل لہ عند أھل العلم بل ھو من الأحادیث الموضوعۃ، وکذلک حدیث تبلیغ جابر لہ السلام ھو من الموضوعات عند أھل العلم

بالحدیث". (۱) رہی یہ بات کہ وہ (امام محمد باقرؑ) اپنے زمانے میں اعلم تھے تو اس کے ثبوت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، اور زہری جو ان کے ہم عصر تھے وہ لوگوں کی نظر میں ان سے اعلم تھے، اور یہ جو کہا ہے کہ رسولؐ خدا نے آپ کا نام باقر رکھا تھا تو علما کی نظر میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ حدیث گڑھی ہوئی ہے اور (جناب) جابر کے ذریعے آپ (امام محمد باقرؑ) تک سلام پہونچانے والی حدیث بھی محدثین کی نظر میں جعلی ہے۔

اس کے پہلے علامہ محمد معین سندھی کی کتاب "دراسات اللبیب" سے نقل کیا ہے کہ ابن الہمام نے "فتح القدیر" میں اہلبیتؑ کے بارے میں دو مقامات پر ایسی بات لکھی ہے، جس نے علامہ سندھی کے دل کو جلا کر رکھ دیا تھا ایک امام حسنؑ سے متعلق یہ بات کہ آپ نے جو کثرت سے طلاق دی تھی وہ (معاذ اللہ) نص کے مقابلے آپ کی ذاتی رائے تھی اور دوسری بات امام محمد باقرؑ سے متعلق یہ ہے کہ آپ نے اپنے جد علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ حق ذوی القربی کے قائل تھے مگر ان کو اس خوف سے وہ حق نہیں دیا کہ کوئی آپ کے بارے میں یہ نہ کہنے لگے کہ آپ نے سیرت ابوبکر وعمر کے خلاف عمل کیا ہے، ابن ہمام نے اس روایت کے ذیل میں جو بات کہی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ (امام محمد باقرؑ نے) حضرت علیؑ سے جو روایت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا وہ (معاذ اللہ) مذہب حضرت علیؑ سے آگاہی نہیں رکھتے تھے یا اس بارے میں ان سے سہو ہو گیا یا اپنے اور اپنی اولاد کے مذہب کی ترویج کی خاطر حضرت علیؑ کی طرف (معاذ اللہ) جھوٹی نسبت دی، (علامہ سندھی لکھتے ہیں) امام محمد باقرؑ کے بارے میں ابن الہمام کی عبارت پڑھ کر ہر اس شخص کا رونگٹا کھڑا ہو جائے اور بدن لرز جائے گا جس میں خشیت الٰہی ہوگی۔ اگر امام محمد باقرؑ کا یہ اپنا نظریہ تھا تو ابن الہمام کے لئے بہتر تھا کہ بجائے حضرت علیؑ کی روایت رد کرنے کے امام محمد باقرؑ کی بات دلائل سے رد کرتے۔ ملت اسلامیہ کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کی کتابیں اہلبیت رضی اللہ عنہم کی احادیث سے خالی ہیں۔ (۲)

۱۔ منہاج السنۃ، ج۲، ص۱۵۳۔

۲۔ دراسات اللبیب، ص۲۳۷۔

امام جعفر صادقؑ کے بارے میں توہین آمیز باتیں:

امام جعفر صادقؑ کے بارے میں ابن تیمیہ کی باتیں پڑھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کتنا آپ سے بغض و کینہ رکھتے تھے، "منہاج السنۃ" میں وہ لکھتے ہیں:

"وبالجملة، فهؤلا الأئمة الاربعة ليس منهم من أخذ عن جعفر شيئا من قواعد الفقه، لكن رووا عنه الأحاديث كما رووا عن غيره، وأحاديث غيره أضعاف أحاديثه، وليس بين حديث الزهري وحديثه نسبة لا في القوة ولا في الكثرة!!!. وقد استراب البخاري في بعض حديثه لما بلغه عن يحيىٰ بن سعيد القطان فيه كلام، فلم يخرج له، ويمتنع أن يكون حفظه للحديث كحفظ من يحتج بهم البخاري". (۱) ائمہ اربعہ (مالک، ابوحنیفہ، شافعی، احمد) میں سے کسی نے بھی قواعد فقہیہ کو (امام) جعفر (صادق) سے اخذ نہیں کیا تھا، لیکن جس طرح دوسروں سے حدیث کی روایت کی ہے ان (امام جعفر صادقؑ) سے بھی حدیثوں کی روایت کی ہے اور ان (امام جعفر صادقؑ) سے زیادہ دوسروں سے ان لوگوں نے روایت کی ہے، اور اگر دیکھا جائے تو زہری اور ان (امام جعفر صادقؑ) کی حدیثوں میں کوئی تناسب نہیں ہے نہ اعتبار کے لحاظ سے نہ کثرت کے لحاظ سے۔ بخاری نے ان (امام جعفر صادقؑ) کی بعض حدیثوں پر شک وتردید کا اظہار کیا ہے اس لئے کہ انھوں نے یحییٰ بن سعید سے ان (امام) کے متعلق کچھ باتیں سنیں لہٰذا ان کی حدیثیں نقل نہیں کیں اور میں اس بات کو نہیں مانتا کہ وہ (امام) حفظ حدیث میں ان لوگوں کی طرح تھے جن سے بخاری نے احتجاج کیا ہے۔

ذہبی "میزان الاعتدال" میں حضرتؑ کے حالات میں لکھتے ہیں:

"لم يحتج به البخاري، قال يحيىٰ بن سعيد: مجالد أحب اليّ منه!، في نفسي منه شيء! وقال مصعب عن الدراوردي قال: لم يرو مالك عن جعفر حتّىٰ

۱۔ منہاج السنۃ، ج۱، ص۲۲۹۔

ظهر امر بنی العباس. عن مصعب بن عباس: کان مالک لا یروی عن جعفر حتیٰ یضمه الی أحد !وقال أحمد ابن سعد بن أبی مریم: سمعت یحییٰ یقول: کنت لا أسئل یحییٰ بن سعید عن جعفر بن محمد فقال لی: لم لم تسألنی عن حدیث جعفر؟ قلت: لا أریده!فقال لی: ان کان یحفظ فحدیث أبیه المسند". (۲) بخاری نے ان کی حدیثوں سے احتجاج نہیں کیا ہے، یحیٰ بن سعید کا کہنا ہے کہ میری نظر میں ان (امام) سے زیادہ مجالد محبوب ہے، میرے ذہن میں ان سے متعلق کچھ ایسی باتیں ہیں جن سے میں بدبین ہوں، مصعب نے دراوردی سے نقل کیا ہے کہ مالک نے (امام) جعفر (صادق) سے اس وقت تک کسی حدیث کی روایت نہیں کی جب تک بنی عباس برسراقتدار نہ آگئے۔ مصعب بن عباس کا بیان ہے کہ مالک (امام) جعفر (صادق) سے اس وقت تک کسی حدیث کی روایت نہیں کرتے تھے جب تک ان کے ساتھ کسی کو شامل نہیں کر لیتے تھے۔ احمد بن سعید بن ابی مریم کا کہنا ہے کہ میں یحیٰ بن سعید سے احادیث (امام) جعفر بن محمد کے بارے میں کچھ نہیں پوچھتا تھا، انھوں نے کہا تم (امام) جعفر (صادق) کی حدیث کے بارے میں کیوں نہیں پوچھتے ہو؟ میں نے جواب دیا ان کو میں نہیں چاہتا، انھوں نے مجھ سے کہا اگر وہ حفظ کئے ہوں تو ان کے باپ (امام محمد باقرؑ) کی حدیث مستند ہے۔

ذہبی ''مغنی'' میں آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

"لم یخرج له البخاری، وقد وثّقه ابن معین وابن عدی، وأما القطان فقال: مجالد أحب الیّ منه" (۲) بخاری نے ان سے حدیث نقل نہیں کی ہے، ابن معین اور ابن عدی نے ان کی توثیق کی ہے لیکن قطان کا کہنا ہے کہ میری نظر میں مجالد ان سے زیادہ محبوب ہیں۔

۱۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۱۴.

۲۔ المغنی فی الضعفاء، ص۱۳۴، نمبر۱۱۵۶.

ذہبی ''تذہیب'' میں آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

"قال ابن المدینی: سئل یحییٰ القطان عن الجعفر بن محمد فقال: فی نفسی منه شیٔ". ابن مدینی کا بیان ہے کہ جب یحییٰ قطان سے (امام) جعفر بن محمد کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ان (امام جعفر صادقؑ) کے بارے میں شک و تردید میں ہوں۔

ذہبی ''کاشف'' میں لکھتے ہیں:

"سمع أباه والقاسم وعطا، وعنه شعبة والقطان وقال: فی نفسی منه شیٔ". (۱) انھوں نے اپنے باپ، قاسم اور عطا سے اور ان سے شعبہ اور قطان نے حدیث سنی تھی اور قطان کا کہنا ہے کہ میں ان (امام جعفر صادقؑ) کے بارے میں اچھے خیالات نہیں رکھتا۔

ابن حجر عسقلانی ''تہذیب التہذیب'' میں آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

"قال الدراوردی: لم یرو مالک عن جعفر حتی ظهر امر بنی العباس. و قال مصعب الزبیری: کان مالک لایروی عنه حتی یضمّه الی آخر. و قال ابن المدینی: سئل یحییٰ بن سعید عنه فقال: فی نفسی منه شیٔ و مجالد احب الیّ منه ... و قال سعید بن ابی مریم قیل لأبی بکر بن عیّاش: مالک لم تسمع من جعفر و قد أدرکته؟ قال سئلناه عما یتحدث به من الاحادیث اشیٔ سمعته؟ قال لا، و لکنها روایة رویناها عن آبائنا .... وقال احمد بن سعد بن أبی مریم عن یحیی: کنت لا أسئل یحییٰ بن سعید عن حدیثه فقال لی: لم لاتسئلنی عن حدیث جعفر بن محمد؟ قلت: لا أریده! فقال لی أنه کان یحفظ ...... وقال ابن سعد: کان کثیر الحدیث ولا یحتج به ویستضعف! سئل مرة: هذه الأحادیث من أبیک؟ فقال: نعم! وسئل مرة فقال: انما وجدتها فی کتبه. قلت: یحتمل أن یکون السؤالان وقعا عن أحادیث

۱۔ الکاشف، ج۱، ص۱۳۹، نمبر۸۰۷.

مختلفة فذكر فيما سمعه أنه سمعه وفيما لم يسمعه أنه وجده، وهذا يدل علىٰ تثبته". (۱)

مالک نے (امام) جعفرؑ سے اس وقت تک روایت نہیں کی جب تک بنی عباس نے حکومت نہ سنبھال لی، مصعب زبیری کا بیان ہے کہ مالک اس وقت تک ان (امام جعفر صادقؑ) سے روایت نہیں کرتے تھے جب تک کسی اور کو ان کے ساتھ شامل نہیں کر لیتے تھے (گویا امام تنہا ان کی نظر میں معتبر نہیں تھے) ابن مدینی کا کہنا ہے کہ یحییٰ بن سعید سے جب ان (امام) کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا: وہ مجھے نہیں بھاتے ان سے زیادہ مجالد مجھے محبوب ہیں.....۔سعید بن مریم کا بیان ہے کہ ابوبکر بن عیاش سے پوچھا گیا کہ مالک نے (امام) جعفر (صادق) سے حدیث نہیں سنی جب کہ ان کو درک کیے تھے؟ جواب دیا: ہم نے مالک سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا جن سے وہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ کیا ان (امام) سے حدیثیں سنی ہیں؟ جواب دیا نہیں، ہم نے اپنے آبا و اجداد سے روایت کی ہے......۔احمد بن سعد بن ابی مریم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ میں (یحییٰ) یحییٰ بن سعید سے ان (امام) کی حدیث کے بارے میں نہیں پوچھتا تھا، انھوں نے مجھ سے کہا تم (امام) جعفر بن محمد کی حدیثیں کیوں مجھ سے دریافت نہیں کرتے؟ میں (یحییٰ) نے جواب دیا میں انھیں نہیں چاہتا......۔ابن سعد کا بیان ہے کہ وہ (امام) بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتے تھے لیکن ان سے احتجاج نہیں کیا جاتا تھا اور انھیں ضعیف شمار کیا جاتا تھا، ایک مرتبہ ان (امام) سے پوچھا گیا کہ کیا یہ حدیثیں آپ کے والد (امام محمد باقرؑ) کی ہیں؟ جواب دیا: ہاں، اور دوسری مرتبہ ان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا: میں نے ان حدیثوں کو اپنے باپ کی کتابوں میں پایا ہے۔ میں (ابن حجر عسقلانی) کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ یہ سوال مختلف احادیث کے بارے میں ہوا ہو لہٰذا جن حدیثوں کو انھوں (امام) نے سنا تھا ان کے بارے

۱۔تہذیب التہذیب، ج۲، ص۱۰۴-۱۰۳، نمبر۱۵۶۔

میں کہا میں نے سنا ہے اور جن کو نہیں سنا تھا ان کے بارے میں کہا کہ اپنے باپ کی کتاب میں ان کو دیکھا ہے اور ایسا کرنا احادیث کے بارے میں ان کے دقت کرنے کی علامت ہے۔

مناوی "فیض القدیر" میں اس حدیث "أدبوا أولادكم على ثلاث خصال: حب نبيكم وحب أهل بيته وقرائة القرآن" کی شرح اور رد میں لکھتے ہیں:

"لم يرمز له بشيء وهو ضعيف لأن فيه صالح بن أبي الأسود، له مناكير. وجعفر بن محمد الصادق قال في الكاشف عن القطان: في النفس منه شيء!". (۱) اس حدیث کی صحت کی نسبت کوئی اشارہ نہیں ملتا اور یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ اس کے سلسلۂ سند میں صالح بن ابی الاسود ہے جس کے بارے میں غیر مناسب باتیں نقل ہوئی ہیں اور (امام) جعفر بن محمد ہیں جن کے بارے میں (ذہبی کی کتاب) الکاشف میں قطان کا یہ بیان ہے کہ ان (امام) پر مجھ کو اطمینان نہیں ہے۔

امام موسیٰ کاظمؑ کے بارے میں توہین آمیز باتیں:

امام موسیٰ کاظمؑ کے بارے میں ابن تیمیہ "منہاج السنۃ" میں لکھتے ہیں:

"وأما موسىٰ بن جعفر وعلي بن موسى ومحمد بن علي فلا يستريب من له من العلم نصيب أن مالك بن أنس وحمّاد بن زيد وحمّاد بن مسلمة والليث بن سعد والأوزاعي ويحيىٰ بن سعيد ووكيع بن الجراح وعبد الله بن المبارك والشافعي وأحمد بن حنبل واسحاق بن راهويه وأمثالهم أعلم بأحاديث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من هؤلاء!!! وهذا أمر تشهد به الآثار التي تعاين وتسمع، كما تشهد الآثار بأن عمر بن الخطاب رضى الله عنه كان أكثر فتوحا وجهادا بالمؤمنين، وأقدر على قمع الكفار والمنافقين من غيره مثل عثمان وعلي رضى الله عنهم أجمعين! ومما يبين ذالك أن

۱۔فیض القدیر، ج۱، ص۲۹۲، شرح حدیث ۳۱۱۔

"القدر الذی ینقل عن ھؤلاء من الأحکام المسندة الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینقل عن أولئک ما ھو أضعافہ". (۱) جس کو تھوڑی سی بھی معلومات ہوگی اس کو اس میں شک وشبہ نہیں ہوگا کہ احادیث پیغمبرؐ کی نسبت (ساتویں امام) موسی بن جعفر اور (آٹھویں امام) علی بن موسی اور (نویں امام) محمد بن علی سے، مالک بن انس، حماد بن زید، حماد بن مسلم، لیث بن سعد، اوزاعی، یحییٰ بن سعید، وکیع بن جراح، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ اور ان جیسے زیادہ معلومات رکھتے تھے، ان لوگوں کی حدیثیں جنھیں ہم دیکھ رہے ہیں یا سن رہے ہیں اس مدعی پر اسی طرح گواہ ہیں جس طرح عمر بن خطاب کی فتوحات اور مومنین کے دفاع اور کفار ومنافقین کو قلع وقمع کرنے کے لئے جہاد کرنا عثمان وعلی جیسے دیگر افراد پر برتری کی علامت ہیں، ہمارے مدعی (یعنی مذکورہ دس افراد مالک و حماد.... ساتویں، آٹھویں اور نویں امام سے معاذ اللہ اعلم تھے) پر دلیل یہ ہے کہ مذکورہ دس افراد کی پیغمبرؐ سے منقول حدیثیں ان تینوں (ساتویں، آٹھویں اور نویں امام) کی حدیثوں سے زیادہ ہیں۔

ذہبی "میزان الاعتدال" میں آپ کے شرح حال میں لکھتے ہیں:

"روی عنہ بنوہ علی الرضا وابراھیم واسماعیل وحسین وأخواہ علی ومحمد، وانما أوردتہ لأن العقیلی ذکرہ فی کتابہ وقال: حدیثہ غیر محفوظ، یعنی فی الایمان، قال: الحمل فیہ علی أبی الصلت الھروی. قلت: فاذا کان الحمل فیہ علی أبی الصلت فما ذنب موسیٰ تذکرہ". (۲) آپ (ساتویں امام) سے آپ کے بیٹے (امام) علی رضا، ابراہیم، اسماعیل اور حسین نے اور آپ کے بھائی علی اور محمد نے روایت کی ہے۔ میں نے یہاں ان (ساتویں امام) کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ عقیلی نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ قسم سے متعلق ان کی حدیثیں معتبر نہیں ہیں لہٰذا ان حدیثوں کو ابوصلت ہروی کی طرف منسوب کرنا چاہئے۔ میں

۱۔ منہاج السنۃ، ج۱، ص۳۰۷۔ ۲۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۰۱۔

(ذہبی) عقیلی کو جواب دوں گا کہ حدیثوں کو اگر ابوصلت کی طرف منسوب کرنا ہو تو پھر (امام) موسی (کاظم) نے کیا گناہ کیا ہے جو ان کا نام لے رہے ہو۔

ابن حجر عسقلانی آپ کے شرح حال میں لکھتے ہیں:

"روی عن أبیہ وعبد اللہ بن دینار وعبد الملک بن قدامة الجمحی". انھوں نے اپنے والد، عبداللہ بن دینار اور عبدالملک بن قدامہ جمحی سے روایت کی ہے۔

ابن حجر عسقلانی "تہذیب التہذیب" میں آپ کے سن ولادت ۱۲۸ھ کو لکھنے کے بعد لکھتے ہیں:

"قلت: ان ثبت أن مولدہ سنة ثمان فروایتہ عن عبد اللہ بن دینار منقطعة، لأن عبد اللہ بن دینار توفی سنة سبع وعشرین". (۱) میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ آپ ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے تھے تو آپ کی روایت منقطع ہوگی کیونکہ عبداللہ بن دینار نے ۱۲۷ھ میں وفات پائی تھی۔

ابن حبان "الثقات" میں آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

"یحتج بروایتہ ما کان من غیر روایة أولادہ عنہ! لأن فی حدیث ولدہ عنہ مناکیر کثیرة! وانما مرّض القول فیہ من مرّض من أئمتنا، لما روی فی حدیثہ من روایة أولادہ، وقد اعتبرت حدیثہ من حدیث الثقات عن مثل ابن جریج والثوری ومالک وشعبة وابن عیینة ووھب ابن خالد وذویھم، فرئیت أحادیث مستقیمة لیس فیھا شیء یخالف حدیث الاثبات، ورئیت فی روایة ولدہ عنہ أشیاء لیست من حدیثہ ولا من حدیث أبیہ ولا من حدیث جدّہ، ومن المحال أن یلزق بہ ما جنت ید غیرہ". (۲) ان کی روایتوں سے احتجاج کیا جاسکتا ہے سوائے ان روایتوں کے جن کو ان کی اولاد نے نقل کیا ہے، اس لئے کہ ان کے بیٹے سے مروی ان کی حدیثوں میں بہت زیادہ غیر مناسب باتیں نظر آتی ہیں، یہ سب اس لئے کہ ہمارے

۱۔ تہذیب التہذیب، ج۱۰، ص۳۴۰-۳۳۹، نمبر۵۹۷۔ ۲۔ الثقات، ج۶، ص۱۳۱۔

ائمہ کے اقوال کو ضعیف سمجھتے تھے لیکن جو حدیثیں ان (چھٹے امام) سے مورد وثوق افراد نقل کریں جیسے ابن جریج، ثوری، مالک، شعبہ، ابن عیینہ اور وہب بن خالد وغیرہ وہ معتبر ہیں کیونکہ ان کی روایتوں میں قابل اعتراض باتیں نظر نہیں آتیں، لیکن ان کے بیٹے (ساتویں امام) کی روایتوں میں ایسی چیزیں نظر آتی ہیں جو نہ ان (چھٹے امام) کی حدیث میں نظر آتی ہیں نہ ان کے باپ کی اور نہ ہی ان کے دادا کی اور یہ بات صحیح نہیں ہے کہ دوسروں کی باتیں ان کی طرف منسوب کی جائیں۔

ابن حجر عسقلانی نے "تہذیب التہذیب" میں امام جعفر صادقؑ کے شرح حال میں ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ:

"یحتج بحدیثه من غیر روایة اولاده عنه". (۱) ان کی حدیثوں سے اس صورت میں احتجاج کیا جاسکتا ہے جب ان کو ان کی اولاد نے نقل نہ کیا ہو۔

امام علی رضاؑ کے بارے میں توہین آمیز باتیں:

علامہ حلی نے امام علی رضاؑ کے بارے میں "منہاج الکرامۃ" میں لکھا ہے کہ آپ لوگوں کے درمیان سب سے بڑے زاہد اور سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ ابن تیمیہ، علامہ کی اس بات کی رد میں لکھتے ہیں:

"اما قوله: کان أزهد الناس وأعلمهم، فدعوىٰ مجردة بلا دلیل، فکل من غلا فی شخص أمکنه أن یدّعیٰ له هذه الدعوىٰ، کیف والناس یعلمون أنه کان فی زمانه من هو أعلم منه وأزهد منه! کالشافعی واسحاق بن راهویه وأحمد بن حنبل وأشهب ابن عبد العزیز وأبی سلیمان الدارانی ومعروف الکرخی وأمثال هؤلاء، هذا ولم یأخذ عنه أحد من أهل العلم بالحدیث شیئا ولا روى له حدیثا فی کتب السنة، وانما یروی له أبو الصلت الهروی وأمثاله نسخا عن آبائه فیها من الأکاذیب ما نزة الله عنه الصادقین منهم.

۱۔ تہذیب التہذیب، ج۲، ص۱۰۳، نمبر ۱۵۶۔

وأما قوله: أنه أخذ عنه الفقهاء المشهورون کثیراً، فهذا من أظهر الکذب! هؤلاء فقهاء الجمهور المشهورون لم یأخذوا عنه ما هو معروف، وان أخذ عنه بعض من لا یعرف من فقهاء الجمهور فهذا لا ینکر. فان طلبة الفقهاء قد یأخذون عن المتوسطین فی العلم ومن هم دون المتوسطین". (۱) ان (علامہ حلیؒ) کا یہ کہنا کہ آپ سب سے بڑے زاہد اور سب سے زیادہ جاننے والے تھے تو یہ دعویٰ بغیر دلیل کے ہے، بلکہ جو شخص کسی کے بارے میں غلو کرسکتا ہے وہی ان (آٹھویں امام) کے بارے میں ایسا ادعا کرسکتا ہے، کیسے ان (آٹھویں امام) کو اعلم کہیں جب کہ لوگ جانتے ہیں کہ ان (آٹھویں امام) کے زمانے میں ان سے اعلم تھے جیسے شافعی، اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل، اشہب بن عبدالعزیز، ابوسلیمان دارانی، معروف کرخی وغیرہ، اس کے علاوہ کسی بھی محدث نے ان سے حدیث نہیں لی نہ ہی حدیث کی کتابوں میں ان سے حدیث نقل ہوئی ہے البتہ ابوصلت ہروی جیسوں نے ان کے آباواجداد کی جھوٹ سے بھری کتاب سے نقل کیا ہے، خدا اس خاندان کے سچوں کو ان جھوٹوں سے پاک ومنزہ کرے، اور ان (علامہ حلیؒ) کا یہ کہنا کہ مشہور فقہا نے ان (آٹھویں امام) سے کسب فیض کیا تھا تو یہ بھی کھلا جھوٹ ہے کیونکہ مشہور فقہاء اہلسنت میں سے کسی نے ان سے کسب فیض نہیں کیا تھا، البتہ ہوسکتا ہے کہ بعض غیر معروف فقہا نے ان سے کچھ حاصل کیا ہو مگر اس کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے متوسط یا اس سے کمتر فقیہ سے طلاب کسب علم کیا کرتے ہیں۔

محمد بن طاہر مقدسی نے "تذکرالموضوعات" میں بنفشہ کے متعلق ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد (اس کی تضعیف میں) لکھا ہے کہ:

"رواه علی بن موسى الرضا عن آبائه، ان یأتی عنهم بالعجائب". اس کی (آٹھویں امام) علی بن موسیٰ رضا نے اپنے آباء واجداد سے روایت کی ہے اور انھوں نے تو اپنے آباواجداد سے کئی عجیب وغریب روایتیں نقل کی ہیں۔

۱۔ منہاج السنۃ، ج۲، ص۱۵۶۔

(میر حامد حسینؒ نے مذکورہ روایت کے علاوہ مقدسی کی ''تذکرۃ الموضوعات'' سے چھینک، معراج، انار، ادائے فریضہ، ایمان، مہندی اور سنیچر سے متعلق سات اور روایتیں نقل کی ہیں جنھیں مقدسی نے امام علی رضاؑ سے نقل کرنے کے بعد ہر روایت کے آخر میں کہا ہے کہ اس روایت میں علی بن موسیٰ الرضاؑ ہیں اور وہ تو اپنے آباء واجداد کی عجیب وغریب روایتیں بیان کرتے تھے)۔

سمعانی ''الانساب'' میں لکھتے ہیں:

"الرضا بكسر الراء وفتح الضاد المعجمة، هذا لقب أبي الحسن علي بن موسىٰ بن جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي ابن أبي طالب الهاشمي المعروف بالرضا، قال أبو حاتم ابن حبان البستي: يروي عن أبيه العجائب روى عنه أبو الصلت وغيره، كأنه كان يهم ويخطي". (۱) رضا، ابوالحسن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کا لقب ہے، وہ اسی لقب سے مشہور ہیں، ابوحاتم ابن حبان البستی کا کہنا ہے کہ انھوں (آٹھویں امام) نے اپنے والد سے عجیب وغریب روایتیں نقل کی ہیں، ابوصلت وغیرہ نے ان سے روایتیں نقل کی ہیں، ان کے بیان میں (معاذ اللہ) خامیاں پائی جاتی ہیں۔

ذہبی ''میزان الاعتدال'' میں امام علی رضاؑ کے شرح حال میں لکھتے ہیں:

"قال ابن طاهر: يأتي عن أبيه بعجائب. قلت: انما الشان في ثبوت السند اليه والا فالرجل قد كُذب عليه ووُضع عليه نسخة سائرها الكذب على جدّه جعفر الصادق، فروى عنه أبو الصلت الهروي أحد المتهمين، ولعلي بن مهدي القاضي عنه نسخة ولأبي أحمد عامر بن سليمان الطائي عنه نسخة كبيرة، ولداؤد بن سليمان القزويني عنه نسخة، مات سنة ثلاث ومائتين، قال أبو الحسن الدارقطني: انا ابن حبان في كتابه قال: علي بن موسى الرضا يروي عن أبيه عجائب، يهم ويخطي". (۲) ابن طاہر کا کہنا ہے کہ

۱۔ الانساب الرضا، ج ۶، ص ۱۳۴۔
۲۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۵۸۔

انھوں (آٹھویں امام) نے اپنے والد سے عجیب وغریب روایتیں نقل کی ہیں، مگر میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ پہلے تو یہ ثابت ہو کہ وہ روایت ان ہی (آٹھویں امام) کی ہے کیونکہ ان سے منسوب جھوٹی روایتیں بیان ہوئی ہیں اور ان کے نام سے کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں ان کے جد (چھٹے امام) جعفر صادق سے منسوب گڑھی ہوئی حدیثیں پیش کی گئی ہیں، ان متہمین میں ایک ابوصلت ہروی ہیں جنھوں نے ان سے روایت کی ہے، ان کی کتاب کا ایک نسخہ علی بن مہدی قاضی کے پاس ہے، اسی طرح ابواحمد عامر بن سلیمان طائی کے پاس ایک بزرگ نسخہ ہے، داؤد بن سلیمان قزوینی کے پاس بھی ایک نسخہ ہے، ۲۰۳ھ میں ان کا انتقال ہوا، ابوالحسن دارقطنی کا بیان ہے کہ ابن حبان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ (آٹھویں امام) علی بن موسیٰ رضا نے اپنے والد سے عجیب وغریب حدیثوں کی روایت کی ہے جن میں غلطیاں پائی جاتی ہیں۔

ذہبی نے ''المغنی'' میں حضرتؑ کے شرح حال میں لکھا ہے:

"قال ابن طاهر: يأتي عن أبائه بعجائب. قلت: الشان في صحة الاسناد اليه فانه كذب عليه وعلى جدّه". (۱) ابن طاہر کا بیان ہے کہ انھوں (آٹھویں امام) نے اپنے آباء واجداد سے عجیب وغریب حدیث کی روایت کی ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ بات اس وقت درست ہوگی جب ثابت ہو جائے کہ وہ روایت خود ان ہی نے بیان کی ہے کیونکہ ان کی اور ان کے جد کی طرف غلط حدیثوں کی نسبت دی گئی ہے۔

ابن حجر عسقلانی ''تہذیب التہذیب'' میں لکھتے ہیں:

"و قال ابو سعد بن السمعاني في الانساب: قال ابو حاتم بن حبان: يروى عن أبيه العجائب كانه كان يهم ويخطي". (۲) ابوسعد سمعانی نے ''الانساب'' میں ابوحاتم ابن حبان کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ وہ اپنے والد سے عجیب وغریب حدیثوں کی روایت کرتے تھے جن میں غلط باتیں نظر آتی ہیں۔

۱۔ المغنی، ص ۴۵۶، نمبر ۴۳۲۵۔
۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۸۸، نمبر ۶۲۷۔

سارے ائمہ معصومینؑ کے بارے میں توہین آمیز باتیں:

دیگر ائمہ معصومینؑ کے بارے میں بھی علماء اہلسنت کے بیانات ملاحظہ فرمائیے:

فخر الدین رازی ''نہایۃ العقول'' میں لکھتے ہیں:

''والعجب أنهم يزعمون فى التقى والنقى والحسن العسكرى أنهم كانوا عالمين بجميع المسائل الأصولية والفروعية جملها وتفاصيلها، مع أنهم كانوا فى زمان كثر خوض العلماء فى اصناف العلوم وكثرة تصانيفهم ومع ذالک فلم يظهر من أحد منهم شئ من العلوم لا بالقليل ولا بالكثير !ولم يحضروا محفلا! ولا تكلّموا فى شئ من المسائل مع المخالفين !ولم يظهر منهم تصنيف منتفع به !كما ظهر من الشافعى رضى الله عنه ومحمد بن الحسن رحمة الله عليه وغيرهما من الفقهاء والمتكلمين والمفسرين!'' ان (شیعوں) پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ (امام) تقی (امام) نقی اور (امام) حسن عسکری کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ وہ اصول وفروع کے سارے مسائل اجمال وتفصیل کے ساتھ جانتے تھے، جب کہ وہ ایسے دور میں تھے جس میں مختلف علوم وفنون کے جاننے والے موجود تھے اور ان کی بہت زیادہ تصنیفات وتالیفات ہیں جب کہ ان (مذکورہ اماموں) کے کوئی بھی علمی کارنامے سامنے نہیں آئے، نہ کسی علمی محفل میں حاضر ہوئے، نہ علمی مسائل میں اپنے مخالفین سے گفتگو کی اور نہ ہی شافعی ومحمد بن حسن اور دیگر فقہا ومتکلمین ومفسرین کی طرح ان کی مفید تصنیف دیکھنے میں آئی۔

ابن تیمیہ ''منہاج السنۃ'' میں لکھتے ہیں:

''الثالث أن يقال: القول بالرأى والاجتهاد والقياس والاستحسان خير من الأخذ بما ينقله من يعرف بكثرة الكذب عمن يصيب ويخطئ نقل غير مصدق عن قائل غير معصوم، ولا يشك عاقل أن رجوع مثل مالک وابن أبى ذئب وابن الماجشون والليث بن سعد والأوزاعى والثورى وابن أبى

ليلى وشريک وأبى حنيفة وأبى يوسف ومحمد بن الحسن وزفر والحسن بن زياد واللؤلؤى والشافعى والبويطى والمزنى وأحمد بن حنبل وأبى داؤد السجستانى والاثرم وابراهيم الحربى والبخارى وعثمان بن سعيد الدارمى وأبى بكر بن خزيمة ومحمد بن جرير الطبرى ومحمد بن نصر المروزى وغير هؤلاء الى اجتهادهم واعتبارهم، مثل أن يعلموا سنة النبى صلى الله عليه وسلم الثابتة عنه ويجتهدوا فى تحقيق مناط الأحكام وتنقيحها وتخريجها، خير لهم من أن يتمسكوا بنقل الروافض عن العسكريين وأمثالهما !فان الواحد من هؤلاء لا علم بدين الله ورسوله من العسكريين أنفسهما !فلو أفتاه أحدهما بفتيا كان رجوعه الى اجتهاده أولى من رجوعه الى فتيا أحدهما، بل ذالک هو الواجب عليه، فكيف اذا كان ذالک نقلا عنهما من مثل الرافضة والواجب عل مثل العسكريين وأمثالهما أن يتعلموا من الواحد من هؤلاء!!! ''.(۱) رائے، اجتہاد، قیاس اور استحسان پر عمل کرنا اس روایت پر عمل کرنے سے بہتر ہے جو ایسے شخص سے نقل ہوئی ہو جو دروغگوئی میں مشہور ہو اور وہ ایسی فرد سے نقل کرے جو کبھی صحیح بات کہتا ہو تو کبھی غلط، یعنی غیر معصوم سے غیر مصدقہ بات نقل ہو، حقیقت یہ ہے کہ مالک، ابن ابی ذئب، ابن ماجشون، لیث بن سعد، اوزاعی، ثوری، ابن ابی لیلی، شریک، ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد بن حسن، زفر، حسن بن زیاد، لؤلؤی، شافعی، بویطی، مزنی، احمد بن حنبل، ابی داؤد سجستانی، اثرم، ابراہیم، حربی، بخاری، عثمان بن سعید دارمی، ابوبکر بن خزیمہ، محمد بن جریر طبری، محمد بن نصر مروزی وغیرہ اگر اجتہاد کریں اور احادیث پیغمبرؐ سے استنباط کریں تو ان کے لئے بہتر ہے اس سے کہ وہ رافضیوں کے توسط سے عسکریین (امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ) اور ان جیسوں کی روایت سے تمسک کریں، کیونکہ دین خدا ورسولؐ

۱۔ منہاج السنۃ، ج۱، ص۳۱۰۔

کے بارے میں مذکورہ افراد میں سے ہر فرد ان دونوں (دسویں اور گیارہویں امام) سے زیادہ جاننے والے ہیں، اگر وہ دونوں ان (مذکور افراد) کے بارے میں فتوا دیں تو ان افراد کا اپنے اجتہاد پر عمل کرنا بہتر ہے اس سے کہ وہ ان دونوں میں سے کسی کے فتوے پر عمل کریں، بلکہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنا واجب ہے، رافضیوں کا اپنے ان دو اماموں سے نقل کرنے کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے، بلکہ (معاذ اللہ) عسکریین (دسویں اور گیارہویں امام) جیسوں پر تو واجب ہے کہ کسب علم کے کے لئے مذکورہ بالا افراد میں سے کسی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کریں!۔

ابن تیمیہ "منہاج السنۃ" ہی میں لکھتے ہیں:

"الثانی أن یقال: القیاس ولو أنه ضعیف هو خیر من تقلید من لم یبلغ فی العلم مبلغ المجتهدین، فانّ کلّ من له علم وانصاف یعلم أن مثل مالک واللیث ابن سعد والاوزاعی وابی حنیفة والثوری وابن ابی لیلی، ومثل الشافعی واحمد واسحاق وابی عبید وأبی ثوراً علم وأفقه من العسکریین وأمثالهما! وایضاً فهؤلاء خیر من المنتظر الذی لا یعلم ما یقول!!!". (۱) قیاس گرچہ ضعیف ہے لیکن اس شخص کی تقلید سے بہتر ہے جس کا پایۂ علمی مجتہدین تک نہ پہنچا ہو، ہر صاحب علم جانتا ہے کہ مالک، لیث بن سعد، اوزاعی، ابوحنیفہ، ثوری، ابن ابی لیلی، شافعی، احمد، اسحاق، ابوعبید اور ابوثور (معاذ اللہ) عسکریین (دسویں اور گیارہویں امام) اور ان جیسوں سے اعلم وافقہ تھے، نیز وہ افراد اس منتظر (امام زمانہ) سے بہتر تھے جس کے بارے میں نہیں معلوم کہ وہ کیا کیا کہتے ہیں۔

ابن تیمیہ اسی کتاب میں فضائل ائمہ معصومین علیہم السلام کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وأما من بعد موسی فلم یؤخذ عنهم من العلم ما یذکر به أخبارهم فی کتب المشهورین وتواریخهم، فان اولئک الثلاثة توجد أحادیثهم فی الصحاح

۱۔ منہاج السنۃ، ج۲، ص۱۱۰۔

والسنن والمساند، وتوجد فتاویهم فی الکتب المصنفة فی فتاوی السلف مثل کتب ابن المبارک وسعید بن منصور وعبد الرزاق وأبی بکر بن ابی شیبة وغیر هؤلاء، وأما من بعدهم فلیس له روایة فی الکتب الأمهات من الحدیث، ولا فتاوی فی الکتب المعروفة التی نقل فیها فتاوی السلف ولا لهم تفسیر ولا غیره ولا لهم أقوال معروفة". (۱) (ساتویں امام) موسی کے بعد کسی سے اخذ علم نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے تاریخ کی مشہور کتابوں میں ان کا ذکر نہیں ملتا، اسی وجہ سے ان تینوں اماموں (پانچویں، چھٹے اور ساتویں امام) کی حدیثیں تو صحیح وسنن ومسانید میں پائی جاتی ہیں اور ابن مبارک، سعید بن منصور، عبدالرزاق، ابوبکر ابن ابی شیبہ وغیرہ کی کتابوں میں ان کے فتاوے نظر آتے ہیں، لیکن ان (ساتویں امام) کے بعد نہ تو حدیث کی اہم کتابوں میں ان کی روایتیں نظر آتی ہیں نہ فقہی کتابوں میں ان کے فتاوے دیکھنے میں آتے ہیں نہ ہی تفسیر وغیرہ کی کتابوں میں ان کے نظریات نقل ہوئے ہیں۔

ابن جوزی "الموضوعات" میں باب فضل فاطمہؑ میں روایت نقل کرنے کے بعد اس کو اس لئے جعلی کہتے ہیں کہ اس کے راوی امام حسن عسکریؑ ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"الحدیث الثانی فی ذکر حسن فاطمة قال: أخبرنا أبو بکر محمد بن أبی طاهر البزار قال: أنبا القاضی أبو الحسین بن المهتدی قال: حدثنا أبو الفرج الحسن ابن أحمد، قال: حدثنا عبد الله بن محمد بن جعفر بن شاذان، قال: ثنا أحمد بن محمد بن مهران الجمّال، قال: حدثنی الحسن بن علی صاحب العسکر، قال: حدثنی علی بن محمد، قال: حدثنی أبی محمد بن علی، قال: حدثنی أبی علی بن موسی الرضا، قال: حدثنی أبی موسی بن جعفر، قال: حدثنی أبی جعفر بن محمد، عن أبیه محمد بن علی عن جابر

۱۔ منہاج السنۃ، ج۲، ص۱۵۵۔

بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: لما خلق الله آدم عليه السلام وحواء تبخترا فى الجنة وقالا: ما خلق الله خلقاً أحسن منا، فبينا هما كذلك اذا هما بصورة جارية لم ير الراؤون أحسن منها، لها نور شعشعانى يكاد يطفئ الابصار، على رأسها تاج وفى أذنيها قرطان، فقالا: يا رب! ما هذه الجارية؟! قال صورة فاطمة بنت محمد سيدة ولدى، (ولدك.ظ) فقال: ما هذا التاج على رأسها؟ قال: هذا بعلها على بن أبى طالب. قال: فما هذا القرطان؟ قال ابناها الحسن والحسين وجد ذالك فى غامض علمى قبل أن أخلقك بألفى عام. قال المصنف هذا حديث موضوع والحسن بن على صاحب العسكر هو الحسن بن على بن محمد بن على بن موسى بن جعفر أبو محمد العسكرى احد من يعتقد فيه الشيعة الامامة. روى هذا الحديث عن آبائه وليس بشئ". (۱)

دوسری حدیث حسن فاطمہ سے متعلق ہے، ہم سے ابوبکر محمد بن ابی طاہر بزار نے بیان کیا، انھوں نے قاضی ابوالحسین بن مہتدی سے، انھوں نے ابوالفرج بن احمد سے، انھوں نے (گیارہویں امام) حسن بن علی صاحب عسکر (عسکری) سے، انھوں نے (دسویں امام) علی بن محمد سے، انھوں نے (نویں امام) محمد بن علی سے، انھوں نے (آٹھویں امام) علی بن موسی سے، انھوں نے (ساتویں امام) موسی بن جعفر سے، انھوں نے (چھٹے امام) جعفر بن محمد سے، انھوں نے (پانچویں امام) محمد بن علی سے اور انھوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خدا نے آدم اور حوا کو جب خلق کیا تو انھوں نے جنت میں بڑے فخر سے کہا: ہم سے بہتر کسی کو خدا نے خلق نہیں کیا ہے مگر اسی وقت ان کی نظر ایسے حسین چہرے پر پڑی جس سے بہتر انھوں نے نہیں دیکھا تھا، اس سے ایسا نور ساطع تھا جس سے آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں، اس کے سر پر تاج اور کانوں میں گوشوارے تھے، آدم وحوا نے کہا: اے پروردگار!

۱۔ الموضوعات، ج۱، ص۴۱۵.

یہ کون ہے؟ جواب ملا: یہ تمھاری اولاد کی سردار فاطمہ بنت محمد کا چہرہ ہے، پوچھا ان کے سر پر تاج کیسا ہے؟ جواب ملا: یہ ان کے شوہر علی بن ابی طالبؑ ہیں، سوال کیا: دونوں گوشوارے کیسے ہیں؟ ارشاد الٰہی ہوا: یہ ان کے بیٹے حسن وحسین ہیں انھیں تمھاری خلقت سے دو ہزار سال قبل خلق کیا ہے۔ مصنف (ابن جوزی) کہتا ہے کہ یہ حدیث جعلی ہے کیونکہ اس کے راوی (گیارہویں امام) حسن بن علی صاحب عسکر (عسکری) ہیں جن کی امامت کے شیعہ قائل ہیں، اس حدیث کی انھوں نے اپنے آبا واجداد سے روایت کی ہے مگر اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

سیوطی "لآ لی مصنوعۃ" میں لکھتے ہیں:

"أبو الحسين بن المهتدى بالله فى فوائده: انا ابوالفرج الحسن بن احمد بن على الهمانى، ثنا عبد الله بن محمد بن جعفر بن شاذان، ثنا احمد بن محمد بن مهران بن جعفر الرازى بحضرة ابى خيثمة، حدثنى مولاى الحسن بن على صاحب العسكر، حدثنى ابى على بن محمد، حدثنى ابى محمد بن على، حدثنى ابى على بن موسى الرضا، حدثنى ابى موسى بن جعفر، حدثنى ابى جعفر بن محمد، عن أبيه محمد بن على عن جابر بن عبد الله مرفوعا: لما خلق الله آدم وحوا تبخترا فى الجنة وقالا: ما خلق الله خلقا أحسن منا، فبينما هما كذلك اذا هما بصورة جارية لم ير الراؤن أحسن منها، لها نور شعشعانى يكاد يطفئ الابصار، على رأسها تاج وفى أذنيها قرطان، فقالا: يارب! ما هذه الجارية؟ قال: صورة فاطمة بنت محمد سيدة ولدك! فقال: ما هذا التاج على رأسها؟ قال: هذا بعلها على بن أبى طالب. قالا: فما هذا القرطان؟ قال ابناها الحسن والحسين وجد ذالك فى غامض علمى قبل أن أخلقك بألفى عام. موضوع. الحسن العسكرى ليس بشئ!!!". (۱)

۱۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۳۹۶.

ابوالحسین بن مہتدی باللہ نے اپنے فوائد میں لکھا ہے کہ مجھ سے ابوالفرج حسن بن احمد بن علی ہمانی نے بیان کیا، انھوں نے عبداللہ بن محمد بن جعفر بن شاذان سے، انھوں نے احمد بن محمد بن مہران بن جعفر رازی سے ابوخیثمہ کے حضور میں بیان کیا، انھوں نے (گیارہویں امام) حسن بن علی صاحب عسکر (عسکری) سے، انھوں نے (دسویں امام) علی بن محمد سے، انھوں نے (نویں امام) محمد بن علی سے، انھوں نے (آٹھویں امام) علی بن موسی سے، انھوں نے (ساتویں امام) موسی بن جعفر سے، انھوں نے (چھٹے امام) جعفر بن محمد سے، انھوں نے (پانچویں امام) محمد بن علی سے اور انھوں نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خدا نے آدم وحوا کو جب خلق کیا تو انھوں نے جنت میں فخریہ لہجے میں کہا: خدا نے کسی کو ہم سے بہتر خلق نہیں کیا، ابھی یہ کہہ ہی رہے تھے کہ ان کی نظر ایسی حسین صورت پر پڑی جس سے خوبصورت چہرے پر ان کی نظر نہیں پڑی تھی، اس سے چکا چوند کرنے والا نور ساطع تھا اور اس کے سر پر تاج اور کانوں میں گوشوارے تھے، یہ دیکھ کر انھوں نے عرض کیا: پروردگارا یہ کون ہیں؟ جواب ملا: یہ تمھاری اولاد کی سردار فاطمہ بنت محمد کا چہرہ ہے، پوچھا سر پر کیسا تاج ہے؟ آواز آئی: ان کے شوہر علی بن ابی طالب ہیں، آدم وحوا نے سوال کیا: یہ گوشوارے کیسے ہیں؟ جواب آیا: ان کے بیٹے حسن وحسین ہیں، انھیں تمھاری خلقت سے دو ہزار سال پہلے خلق کیا ہے۔ مگر یہ حدیث گڑھی ہوئی ہے کیونکہ یہ (امام) حسن عسکری سے مروی ہے جن کی (معاذ اللہ) کوئی حیثیت نہیں ہے۔

شیخ "رحمۃ اللہ سندھی" "مختصر تنزیہ الشریعۃ" میں مذکورہ حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ابن المهتدى فى فوائده: فيه عبد الله والحسن ولعله من وضع احدهما!!!". (۱) ابن مہتدی نے اپنے فوائد میں لکھا کہ اس کے سلسلۂ سند میں عبداللہ اور حسن (عسکری) ہیں اور شاید ان ہی دونوں میں سے کسی ایک نے اس کو گڑھا ہے۔

۱۔ تنزیہ الشریعۃ، ج۱، ص۴۱۰۔

محمد طاہر گجراتی "قانون الموضوعات" میں امام حسن عسکریؑ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"الحسن ابن على صاحب العسكر، ليس بشئ". (۱) حسن بن علی عسکری (اعتبار کے لحاظ سے معاذ اللہ) کچھ بھی نہیں ہیں۔

عبدالوہاب بن محمد بن غوث مدراسی نے "کشف الاحوال فی نقد الرجال" میں امام حسن عسکریؑ کا ذکر کیا ہے جس میں صرف ضعفاء اور متروکین کا تذکرہ ہے، وہ لکھتے ہیں:

"الحسن بن على صاحب العسكر، ليس بشئ، سمع على بن محمد، روى عنه احمد بن محمد مهران الرازى فى مناقب اهل البيت". حسن بن علی عسکری (اعتماد و اعتبار کے لحاظ سے معاذ اللہ) کچھ بھی نہیں ہیں۔ انھوں نے (دسویں امام) علی بن محمد سے سمع حدیث کیا تھا اور ان سے احمد بن محمد بن مہران رازی نے مناقب اہلبیت میں روایت کی ہے۔

ابن تیمیہ "منہاج السنۃ" میں فضائل ائمہ اطہارؑ کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"واما قوله: وكان ولده الحسن العسكرى عالما زاهدا فاضلا عابدا أفضل أهل زمانه وروت عنه العامة كثيرا. فهذا من غلط ما قبله من الدعاوى المجردة والأكاذيب المثبتة، فان العلماء المعروفين بالرواية الذين كانوا فى زمن هذا الحسن بن على العسكرى ليست لهم عنه رواية مشهورة فى كتب أهل العلم، وشيوخ أهل كتب السنة البخارى ومسلم وأبى داؤد والترمذى والنسائى وابن ماجة كانوا موجودين فى ذالك الزمان وقريبا منه قبله وبعده. وقد جمع الحافظ أبو القاسم ابن عساكر أسماء شيوخ الكل، يعنى شيوخ هؤلاء الائمة، فليس فى هؤلاء الائمة من روى عن الحسن بن على العسكرى مع روايتهم عن ألوف مؤلفة من أهل الحديث، فكيف يقال: روت عنه العامة كثيرا! وأين هذه الروايات؟! وقوله: "انه كان أفضل أهل زمانه"، هو من هذا النمط". (۲)

۱۔ قانون الموضوعات، ص۲۴۴، حرف حاء۔

۲۔ منہاج السنۃ، ج۲، ص۱۶۴۔

ان (علامہ حلیؒ) کا یہ کہنا کہ (امام) حسن عسکری عالم، زاہد، فاضل، عابد اور اپنے زمانے میں سب سے افضل تھے اور ان سے بہت سارے محدثین اہلسنت نے روایت کی ہے، تو ان (علامہ حلیؒ) کا یہ دعویٰ غلط ہے کیونکہ (امام) حسن بن عسکری کے زمانے کے جو مشہور راوی تھے ان کی ان سے حدیث کی کتابوں میں کوئی مشہور روایت نہیں ہے، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے شیوخ اس زمانے میں یا اس کے قبل و بعد تھے اور حافظ ابوالقاسم ابن عساکر نے ان (مؤلفین صحاح ستہ) کے شیوخ واساتذہ کی جمع آوری بھی کی ہے مگر ان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس نے (امام) حسن عسکری سے روایت کی ہو جب کہ ان لوگوں نے محدثین کی ہزاروں کتابوں سے روایت کی ہے، پس کیسے کہا جاسکتا ہے کہ بہت سارے محدثین اہلسنت نے ان (امام حسن عسکریؑ) سے روایت کی ہے؟ یہ روایتیں کہاں ہیں؟ اور ان (علامہ حلیؒ) کا یہ دعویٰ بھی اسی طرح ہے کہ وہ (امام حسن عسکریؑ) اپنے زمانے میں سب سے افضل تھے۔

ابن تیمیہ امام زمانہؑ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وهذا لو كان موجودا معلوما لكان الواجب في حكم الله الثابت بنص القرآن والسنة والاجماع أن يكون محضونا عند من يحضنه في بدنه، كأمه وأم أمه ونحوهما من أهل الحضانة، وأن يكون ما له عند من يحفظه اما وصي أبيه ان كان له وصي، واما غير الوصي اما قريب واما نائب لدى السلطان فانه يتيم لموت أبيه، والله تعالى يقول: "وابتلوا اليتامىٰ حتى إذا بلغوا النكاح فإن آنستم منهم رشدا فادفعوا إليهم أموالهم ولا تأكلوها إسرافا وبدارا أن يكبروا" (النساء، آیت ٦) فهذا لا يجوز تسليم ماله اليه حتىٰ يبلغ النكاح ويؤنس منه الرشد كما ذكر الله تعالى ذالك في كتابه. فكيف يكون من يستحق الحجر عليه في بدنه وماله اماما لجميع المسلمين معصوما لا يكون أحد مؤمنا الا بالايمان به. ثم هذا باتفاق منهم سواء قدّر

وجوده أو عدمه لا ينتفعون به لا في الدين ولا في الدنيا، ولا علّم أحدا شيئا ولا عرف له صفة من صفات الخير ولا الشر فلم يحصل به شئ من مقاصد الامامة ومصالحها لا الخاصة ولا العامة. بل ان قدّر وجوده فهو ضرر على أهل الأرض بلا نفع أصلا، فان المومنين به لم ينتفعوا به أصلا ولا حصل لهم به لطف ولا مصلحة، والمكذبون به يعذبون عندهم على تكذيبهم به، فهو شرّ محض لا خير فيه! وخلق مثل هذا ليس من فعل الحكيم العادل". (۱)

اگر ان (امام زمانہ) کا وجود ثابت بھی ہوجائے تو قرآن وحدیث واجماع کی رو سے خدا پر واجب ہے کہ ان کی دیکھ بھال کے لئے ایسے افراد کو رکھے جو ان کی حفاظت کرسکیں جیسے ماں اور نانی وغیرہ، نیز ان کا مال بھی ایسے کے پاس رہے جو تلف نہ ہونے دے جیسے ان کے باپ کا وصی اگر انھوں نے وصی مقرر کر رکھا ہو یا دوسری فرد جو وصی کے امور کو انجام دے خواہ رشتہ دار میں سے ہو یا نہ ہو یا حکومت کی طرف سے نمائندہ معین ہوا ہو، کیونکہ باپ کے مرنے کی وجہ سے وہ یتیم ہوگئے تھے اور بلوغ سے پہلے یتیم کا مال یتیم کے پاس نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ قرآن میں ہے: "وابتلوا اليتامى حتى إذا بلغوا النكاح فإن آنستم منهم رشدا فادفعوا إليهم أموالهم ولا تأكلوها إسرافا وبدارا أن يكبروا" (النساء، آیت ٦) اس بنا پر ایسے شخص کو بلوغ سے پہلے ان کے مال کو نہیں دیا جاسکتا تو جب وہ جسم ومال کے لئے مجور وممنوع التصرف ہیں پھر کس طرح وہ سارے مسلمانوں کے امام اور صاحب عصمت ہوسکتے ہیں کہ اگر کوئی ان پر ایمان نہ لائے تو وہ مومن نہ رہ سکے؟ اس کے علاوہ ایسے شخص سے خواہ ان کے وجود کو تسلیم کریں یا نہ کریں با اتفاق نہ تو دینی امور میں استفادہ کیا جاسکتا ہے نہ ہی دنیاوی امور میں، نہ ہی انھوں نے کسی کو تعلیم دی نہ ہی خیر وشر میں سے کوئی صفت ان میں دیکھی گئی، لہٰذا امامت کے جو اہداف ومقاصد ہیں خواہ عمومی خواہ خصوصی ان کے پورے نہیں

۱۔ منہاج السنہ، ج۲، ص۱۶۴۔

ہوسکتے، بلکہ اگر ایسے کے وجود کو فرض کیا جائے تو اہل زمین کے لئے نقصاندہ ثابت ہوگا اس لئے کہ جو ان پر ایمان لائے وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، دوسری طرف (معتقدین کی نظر میں) جو ان کی تکذیب کرے وہ عذاب میں مبتلا ہوجائے، اس رو سے ان کا وجود (معاذ اللہ) شر محض ہوگا جس میں کوئی خیر نہیں ہوگا اور حکیم عادل (خدا) ایسے کو خلق نہیں کرسکتا۔

ابن تیمیہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

"ثم انهم يقولون انّ الله يجب عليه أن يفعل أصلح ما يقدر عليه للعباد في دينهم ودنياهم، وهو يمكن الخوارج الذين يكفرون به بدار لهم فيها شوكة ومن قتال أعدائهم ويجعلهم والائمة المعصومين في ذل أعظم من ذل اليهود والنصارى وغيرهم من أهل الذمة! فان أهل الذمة يمكنهم اظهار دينهم وهؤلاء الذين يدعىٰ أنهم حجج اللّٰه على عباده ولطفه في بلاده و أنه لا هدى الا بهم ولا نجاة الا بطاعتهم ولا سعادة الا بمتابعتهم، وقد غاب خاتمتهم من أربعمائة وخمسين سنة، فلم ينتفع به أحد في دينه ودنياه وهم لا يمكنهم اظهار دينهم كما تظهر اليهود والنصارى دينهم!" ۔(۱) وہ (شیعہ) کہتے ہیں کہ خدا پر واجب ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کے لئے ایسا کام انجام دے جو دنیا و آخرت میں ان کے لئے مفید ہو جب کہ جن لوگوں نے ائمہ معصومین پر خروج کیا اور ان کی مخالفت کی انھیں شان و شوکت دی اور انھیں ان کے دشمنوں پر کامیابی عطا کی جب کہ ائمہ معصومین کو (معاذ اللہ) یہود و نصاری اور دیگر کافران ذمی سے زیادہ ذلیل و خوار کیا، کیونکہ کافر ذمی تو اپنے دین کو ظاہر کرسکتا ہے لیکن یہ ائمہ جو ان کی پیروی کرنے والوں کے بقول روئے زمین پر حجت خدا اور آبادیوں میں لطف الٰہی ہیں اور ہدایت صرف ان ہی کے ذریعے حاصل ہوسکتی ہے، نجات صرف ان ہی کی اطاعت سے مل سکتی ہے اور سعادت صرف ان ہی

۱۔ منہاج السنۃ، ج۲، ص۱۶۴۔

کی پیروی کرکے نصیب ہوسکتی ہے جب کہ ان کی آخری فرد (امام زمانہ) کی غیبت کو تقریبا چارسو سال ہوچکے ہیں (ابن تیمیہ کا اوائل قرن ہشتم میں انتقال ہوا تھا) لیکن کسی نے بھی دینی اور دنیاوی امور میں ان سے فائدہ نہیں اٹھایا، یہ خود اپنے دین کا اظہار نہیں کرسکتے تھے جب کہ یہود و نصاری اپنے دین کو ظاہر کرتے ہیں۔

امام رازی اپنی کتاب "المحصل" میں بحث امامت کے آخر میں جب تقیہ کا ذکر چھیڑتے ہیں تو ائمہ معصومین کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ولنختم هذا الكلام بما يحكى عن سليمان بن جرير الزيدى أنه قال: ان أئمة الرافضة وضعوا مقالتين لشيعتهم لا يظفر معهما أحد عليهم: الاولى القول بالبداء، فاذا قالوا انه سيكون لهم قوة وشوكة ثم لا يكون الأمر على ما اخبروه قالوا: بدا للّٰه تعالى فيه! قال زرارة بن أعين من قدماء الشيعة وهو يخبر عن علامات ظهور الامام رضى اللّٰه عنه هذه الأبيات:

فتلك أمارات تجئ بوقتها * ومالک عمّا قدّر اللّٰه مذهب
ولولا البدا سميته غير فائت * ونعت البدا نعت لمن يتقلب
ولولا البدا ما كان ثم تصرف * وكان كنار دهرها تتلهّب
وكان كضوء مشرق بطبيعة * وللّٰه عن ذكر الطبائع مرغب

والثاني: التقية، فكلما ارادوا شيئا يتكلمون به، فاذا قيل لهم هذا خطاء وظهر بطلانه قالوا: انما قلناه تقية".(۱) اپنی بات کو سلیمان بن جریر زیدی کے اس بیان پر ختم کرتے ہیں کہ رافضیوں کے اماموں نے اپنے چاہنے والوں کے لئے دو باتیں ایسی (معاذ اللہ) بنائی تھیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی بھی ان پر کامیاب نہیں ہوسکتا تھا:

۱۔ بداء، ۲۔ تقیہ

۱۔ المحصل، ص۶۰۲۔

۱۔بداء: وہ کہتے تھے کہ عنقریب طاقت وقدرت ان کے ہاتھوں میں پہنچنے والی ہے اور جب ایسا نہیں ہوتا تو کہتے تھے کہ بداء واقع ہوگیا ہے، قدماء شیعہ میں زرارہ بن اعین نے امام کے ظہور کی علامتوں سے متعلق یہ اشعار کہے ہیں: یہ وہ نشانیاں ہیں جو اپنے وقت پر ظاہر ہوں گی، خدا نے جو تمھارے لئے معین کر رکھا ہے اس سے فرار نہیں ہے۔ اگر بداء نہ ہوتا تو اس کو حتمی وقطعی ہونے والے میں شمار کرتا، لیکن بداء ایسی چیز ہے جو حالات کو بدل دیتا ہے۔ اگر بداء نہ ہوتا تو حالات میں ردوبدل نہ ہوتا اور اس آگ کے مانند ہوتا جو ہمیشہ روشن رہتی ہے۔ اس روشنی کے مانند تھا جو اپنی طبیعت پر چمکتا ہے اور خدا طبیعت سے اعراض کرسکتا ہے۔

۲۔تقیہ: وہ جو چاہتے تھے کہتے تھے اور جب ان سے کہا جاتا تھا کہ آپ کی یہ بات غلط ہے اور اس کا غلط ہونا آشکار ہوجاتا تھا تو کہتے تھے ہم نے تو تقیہ میں کہا تھا۔

مذکورہ عبارت سے واضح ہوگیا کہ امام رازی نے سلیمان بن جریر زیدی کی بات تسلیم کی ہے تب ہی تو اس پر اپنی بات ختم کی ہے۔

محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے بھی ''ملل ونحل'' میں سلیمان بن جریر کے حالات میں ان کا بیان یوں نقل کیا ہے:

''ان أئمة الرافضة قد وضعوا مقالتين لشيعتهم لا يظهر أحد قط بهما عليهم احديهما: القول بالبداء، فاذا اظهروا قولا أنه سيكون لهم قوة وشوكة وظهور ثم لا يكون الأمر على ما أخبروه قالوا: بداء للّه تعالى فى ذلک، والثانية: التقية، فكلّما أرادوا تكلّموا به، فاذا قيل لهم ذالک ليس بحق وظهر لهم البطلان قالوا: انما قلناه تقية وفعلناه تقية''. (۱) رافضیوں کے اماموں نے اپنے شیعوں کے لئے دو نظریئے ایسے (معاذ اللہ) ایجاد کر رکھے تھے کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی بھی ان پر کامیاب نہیں ہوسکتا تھا، ایک بداء کا نظریہ کہ جب انھوں نے کہا کہ

۱۔الملل والنحل، ج۱، ص۱۶۰۔

عنقریب طاقت وقدرت ان کے ہاتھوں میں پہنچنے والی ہے مگر جب ایسا نہیں ہوا تو کہنے لگے کہ اس میں بداواقع ہوگیا ہے۔ اور دوسرے تقیہ کا نظریہ ہے کہ وہ (ائمہ) جو چاہتے تھے کہتے تھے اور جب ان سے کہا جاتا تھا کہ یہ بات درست نہیں ہے اور اس کا بطلان آشکار ہوجاتا تھا تو کہتے تھے کہ یہ سب کچھ تو ہم نے تقیہ میں کہی ہیں اور تقیہ میں انھیں عملی جامہ پہنایا ہے۔

شاہ صاحب نے اسی تحفۂ اثناعشریہ میں شہرستانی کی الملل والنحل کی عبارت میں ردوبدل کر کے بددیانتی و خیانت کا مظاہرہ کیا ہے، وہ تحفۂ اثناعشریہ کے دوسرے باب (مکائد) کے کید ۱۰۷ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

''قد نقل صاحب ''الملل والنحل'' عن سليمان بن جرير من الزيدية أنه قال: ان ائمة الرفض وضعوا مقالتين لشيعتهم لا يظهر أحد قط بهما عليهم. أحدهما: القول بالبداء، فاذا تليت عليهم الآيات الدالة على مدح الصحابة والثناء الحسن عليهم أولوها بالبداء وقالوا: بدا للّه تعالى فى حالهم! وكذا اذا أخبروا أتباعهم بانه سيكون لهم شوكة وقوة ثم لا يكون الامر على وفق ما وعدوه قالوا: بدا للّه في ذلک. والثانية: التقية، فكلما رويت عندهم عن أمير المؤمنين والائمة ما يدل على الثناء الحسن فى حق الصحابة والالفة معهم والمؤانسة بهم والمصاهرة والمؤاكلة والمشاربة والصلاة خلف الخلفاء ورواية الحديث عنهم ولهم قالوا: هذا كله محمول على التقية! بل بعض فضلائهم اذا تكلم بكلام باطل فقيل له: هذا باطل عندک وعلى وفق قواعدک وقواعد اصحابک وروايات ائمتک قال: انما قلناه تقية وتلبيسا للأمر. أقول: هاهنا مقالة ثالثة هى حصنهم الحصين وحرزهم الحريز! وهى الرجعة، فان الآيات الدالة على غلبة الحق و أهله وكذا الاحاديث المبشرة بحصول الأمن والغنى والجاه والثروة اذا اوردت عليهم قالوا: هذه المواعيد كلها يكون عند الرجعة''. صاحب ''ملل ونحل'' (شہرستانی) نے سلیمان بن جریر سے جو زیدی فرقے سے تھے نقل کیا ہے کہ رافضیوں کے

اماموں نے اپنے شیعوں کے لئے دو ایسی چیزیں بنائی تھیں جن کے ہوتے ہوئے کوئی بھی ان کے سامنے کامیاب نہیں ہوسکتا تھا: ایک نظریہ بداء، جب ان کے سامنے صحابہ کی مدح وثنا سے متعلق آیتوں کی تلاوت کی جاتی تھی تو وہ بداء سے اس کی تاویل کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کی طرف سے ان کے بارے میں بداء ہوگیا ہے، اسی طرح جب آئندہ کی اپنی حکومت و سلطنت کے بارے میں اپنے شیعوں کو خبر دیتے تھے اور انھیں عملی جامہ پہنتے نہیں دیکھتے تھے تو کہتے تھے اس میں بداء واقع ہوگیا ہے۔ دوسرے: جب شیعوں کے سامنے صحابہ کی ستائش میں امیر المومنین اور دیگر ائمہ کی روایتیں پیش کی جاتی ہیں نیز یہ کہ صحابہ سے ان کے روابط اچھے تھے اور ان کے ساتھ نشست و برخاست تھی، خلفاء کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور ان سے حدیثوں کی روایت کیں تو جواب دیتے ہیں کہ یہ سب تقیہ کی وجہ سے تھا، بلکہ جب بعض افاضل غلط باتیں کہتے ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ تو آپ کے قواعد اور آپ کے اماموں کی روایتوں سے سازگار نہیں ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ سب تقیہ میں کہی ہیں تاکہ حقیقت چھپی رہی۔ میں (شاہ صاحب مؤلف تحفہ) کہتا ہوں کہ وہ (شیعہ) تیسری بات بھی کہتے ہیں جو ان کے لئے مضبوط قلعے کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ مسئلہ رجعت ہے کہ جب حق اور اہل حق کے غلبے والی آیتوں کی ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے اور امن وامان اور جاہ وثروت کی بشارت دینے والی حدیثیں پیش کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ سب زمانہ رجعت سے مربوط ہیں۔

امام رازی کی "المحصل" اور شہرستانی کی "الملل والنحل" میں سلیمان بن جریر کی عبارت دیکھنے کے بعد شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) کی تحریفات آشکار اور اس میں ہیرا پھیری واضح ہوجاتی ہے، انھوں نے (سلیمان بن جریر کی عبارت میں) اس کا اضافہ کیا ہے: جب صحابہ کی مدح وثنا میں نازل ہونے والی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کی تاویل بداء سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے بارے میں بداء واقع ہوگیا ہے۔ اور تقیہ سے متعلق (سلیمان کی عبارت میں) اس کا اضافہ کردیا کہ جب ان (شیعوں) کے سامنے امیر المومنین اور دیگر اماموں سے صحابہ کی ستائش، ان کے ساتھ ان کے حسن سلوک اور خلفاء کی اقتدا میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے متعلق روایتیں پیش کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ سب تقیہ کی وجہ سے تھا اس

کے بعد اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں: ان (شیعوں) کے بعض افاضل جب بے تکی باتیں کرتے ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ باتیں آپ کے علما کے بنائے ہوئے اصول وقواعد اور آپ کے اماموں کی روایتوں سے سازگار نہیں ہیں تو جواب دیتے ہیں کہ حقیقت کو چھپانے کے لئے تقیہ میں یہ سب کچھ کہا ہے اور جب رجعت کا ذکر چھیڑا تو لفظ اقول (میں کہتا ہوں) کے بعد، تاکہ پڑھنے والا سمجھے کہ لفظ اقول سے پہلے کی عبارت سلیمان بن جریر کی ہے اور اس کے بعد کی عبارت شہرستانی کی، کیا یہ خیانت نہیں ہے؟

اہلسنت کے اہلبیتؑ سے منحرف ہونے کی ایک علامت، شرح عقائد عضدی میں دوانی کی عبارت ہے، عضدی نے اپنے عقائد میں لکھا ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا: میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے اور ان میں نجات یافتہ فرقہ اشاعرہ کا ہے، دوانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"فان قلت: كيف حكم بأن الفرقة الناجية هم الأشاعرة وكل فرقة تزعم أنها الناجية؟. قلت: سياق الحديث مشعر بأنهم مقتدون بما روى عن النبى عليه السلام واصحابه، وذلك انما ينطبق على الأشاعرة، فانهم يتمسكون فى عقائدهم بالأحاديث الصحيحة المروية عنه عليه السلام وعن أصحابه رضى الله عنهم لا يتجاوزون عن ظواهرها الا بضرورة، ولا يسترسلون مع عقولهم كالمعتزلة ومن يحذو حذوهم، ولا مع النقل عن غيرهم كالشيعة المتشبثين بما روى عن أئمتهم لاعتقادهم العصمة فيهم". اگر کوئی یہ کہے کہ اشاعرہ کیوں فرقہ ناجیہ ہے جب کہ سارے فرقے مدعی نجات ہیں؟ تو میں (دوّانی) جواب دوں گا کہ سیاق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نجات یافتہ وہی فرقہ ہوگا جس نے نبیؐ اور آپ کے اصحاب کی پیروی کی ہوگی اور یہ بات صرف اشاعرہ پر صادق آتی ہے کیونکہ وہی اپنے عقائد میں نبیؐ واصحاب کی روایتوں سے تمسک کرتے ہیں اور مجبوری کے علاوہ ظواہر (کتاب و سنت) سے تجاوز نہیں کرتے ہیں، وہ (اشاعرہ) معتزلیوں اور ان کے ہم مشربوں کی طرح اپنی عقل پر بھروسہ نہیں کرتے نہ ہی وہ شیعوں کی طرح جو اپنے اماموں کی روایتوں سے تمسک کرتے ہیں کیونکہ انھیں وہ معصوم سمجھتے ہیں۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شیعہ احادیث ائمہؑ کی اس لئے پیروی کرتے ہیں کہ وہ انھیں معصوم سمجھتے ہیں جب کہ اہلسنت ان سے دوری اختیار کرتے ہیں اور اس پر فخر ومباہات کرتے ہیں بلکہ اہلبیتؑ کی عدم پیروی کو اپنی حقانیت کی دلیل سمجھتے ہیں۔

حسین خلخالی ''حاشیہ شرح العقائد'' میں دوانی کی عبارت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''قوله: المتبعين (المتشبثين. ظ) بما روى عن أئمتهم من غير استنادهم (اسنادهم. ظ) المروى الى النبى عليه السلام و اصحابه، و ذالک الاتباع منهم لأجل اعتقادهم العصمة فى أئمتهم و عدم صدور الكذب و الافتراء منهم''. دوانی کا کہنا ہے کہ شیعہ اپنے ائمہ کی اس لئے پیروی کرتے ہیں کہ وہ معصوم ہیں اور ان سے کذب وافترا سرزد نہیں ہوا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عصمت ائمہؑ اور ان سے کذب وافترا کے سرزد نہ ہونے کا اعتقاد شیعوں سے مخصوص ہے اور اہلسنت اس کی مخالفت کو اپنی حقانیت کی دلیل سمجھتے ہیں۔ اہلبیتؑ کے بارے میں اہلسنت کے نظریات کے یہ تھے چند نمونے جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، تصدیق تو بہت دور کی بات ہے۔

شاہ صاحب:

اگر شیعہ، اہلسنت کی کتابوں کو معتبر نہیں سمجھتے تو پھر شیعوں کی ان حدیثوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو عقائد وفقہ میں اہلسنت کے موافق ہیں؟ جیسا کہ اسی کتاب (تحفہ اثنا عشریہ) میں وہ نمونے کے طور پر پیش کی جائیں گی۔

میر حامد حسینؒ:

ہمارے علماء نے تحفہ کی رد میں لکھی جانے والی اپنی کتابوں میں ان کا مسکت جواب دیا ہے اور ان کے کشتیٔ نجات کہ وہی سفینۂ اہلبیتؑ ہے سے تخلف کو ثابت کیا ہے۔

شاہ صاحب:

اس موقع پر بعض شیعہ علما فریبکارانہ تاویل کرتے ہیں جس کو بیان کر کے اس کا جواب دینا ضروری ہے، وہ کہتے ہیں: اس حدیث میں کشتی سے اہل بیت کو تشبیہ دینا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ نجات پانے کے لئے سارے اہلبیتؑ سے محبت کرنا اور ان سب کی پیروی کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ اگر ایک شخص کشتی کے کسی بھی کونے میں بیٹھ جائے تو اس کو ڈوبنے سے نجات مل جائے گی اور کشتی میں عام طور سے جگہ بدلی نہیں جاتی، لہٰذا شیعہ چونکہ بعض ائمہ اہلبیتؑ سے وابستہ ہیں اور ان کی پیروی کرتے ہیں لہٰذا نجات یافتہ ہیں اور اہلبیتؑ کی بعض فرد کو چھوڑنے کی وجہ سے اہلسنت جو ان پر اعتراض کرتے ہیں وہ غلط ہے۔

میر حامد حسین:

جو بات شاہ صاحب نے کہی ہے وہ کسی بھی شیعہ نے نہیں کہی ہے، یہ شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) کی ذہنی اختراع ہے جس کو انھوں نے شیعوں کا مذاق اڑانے اور پھر اس کا جواب دینے کے لئے بیان کی ہے، ورنہ اگر ان کی بات صحیح ہے تو آج ان کی پیروی کرنے والے اس کہنے والے شیعہ کا پتہ بتائیں؟ اگر مناظرہ کے لئے ایسی ہی بے تکی باتیں بیان کی جائیں گی تو تحقیق کا فاتحہ پڑھ لینا چاہئے۔

تعجب کی بات ہے کہ شاہ صاحب نے ایک بھی شیعہ عالم کی عبارت نقل نہیں کی تاکہ ان کا معقول یا غیر معقول جواب دیا جائے، لیکن اپنی طرف سے شیعوں کے بارے میں ایسی بات لکھ دی جس کو کم عقل بھی پسند نہیں کرے گا۔

بہر حال جس بات کی انھوں نے علماء شیعہ کی طرف نسبت دی ہے اس کو ایک عام شیعہ بھی زبان پر نہیں لاتا، علماء ومحققین شیعہ کا کہنا تو دور کی بات ہے، البتہ ان (شاہ صاحب) کی باتیں اہلسنت کے مزاج کے موافق ہیں اس لئے کہ وہ اہلبیتؑ سے محبت ودوستی کے دعویٰ کے باوجود ان (اہلبیتؑ) کے دشمنوں کی پیروی کرتے ہیں اور ان کے راستے پر چلتے ہیں اور جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ اہلبیتؑ کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کرتے ہیں اور اہلبیتؑ کے اجماع کو حجت نہیں جانتے ہیں بلکہ جو ان سے ہر لحاظ سے کم ہیں انھیں ان پر مقدم رکھتے ہیں، ان کے اسی خام خیالی کی وجہ سے تفصیلی جواب کی ضرورت نہیں ہے پھر بھی جس فرضی شیعہ

عالم کی فرضی باتیں نقل کر کے انھوں نے جواب دینے کی کوشش کی ہے انھیں ذکر کر کے ان کا اجمالی جواب پیش کریں گے۔

شاہ صاحب:

ان (فرضی عالم) کے دو جوابات ہیں: نقضی جواب یہ ہے کہ اس صورت میں شیعہ، زیدیہ، کیسانیہ، ناسیہ اور افطحیہ کو منحرف فرقہ نہ جانیں بلکہ نجات یافتہ سمجھیں کیونکہ ان میں کا ہر ایک اس کشتی کے کسی کونے پر بیٹھا ہوا ہے جو اس کے ڈوبنے سے بچنے کے لئے کافی ہے۔

میر حامد حسین:

گذشتہ مباحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حدیث سفینہ کے مصداق صرف ائمۂ معصومین (بارہ امامؑ) ہیں، جو ان کی کشتی پر سوار ہوگا اور ان کی عصمت وطہارت کا قائل ہوگا وہی نجات پائے گا، مگر چونکہ زیدیہ، کیسانیہ، ناسیہ اور افطحیہ جیسے فرقے ایسا عقیدہ نہیں رکھتے ہیں لہٰذا وہ بھی اہلسنت کی طرح کشتی نجات پر سوار نہیں ہوئے اور اپنے کو ہلاکت میں ڈال دیئے ہیں۔

شاہ صاحب:

اس (حدیث سفینہ کی) روسے بارہ امام مقرر کرنا مخدوش ہوجائے گا کیونکہ کشتی کا ہر کونہ دریا میں ڈوبنے سے نجات کے لئے کافی ہے اور امام کے معنی بھی یہی ہیں کہ اس کی پیروی کرنے سے آخرت میں نجات مل جائے۔ ان مطالب کی روشنی میں مذہب شیعہ اثنا عشری بلکہ سارے فرق شیعہ باطل ہوجاتے ہیں۔

میر حامد حسین:

جب پیغمبرؐ اسلام اور خود اہلبیتؑ کی حدیثوں نیز دیگر دلائل قطعیہ سے ثابت ہوگیا کہ حدیث سفینہ کے مصداق بارہ امام معصوم ہیں تو ان بے اساس اور رکیک شبہات سے کس طرح مذہب شیعہ اثنا عشری کو باطل قرار دیا جاسکتا ہے؟ اور یہ بات بھی واضح ہے کہ اگر کشتی نجات پر سوار ہونے کی شرط معصوم بارہ اماموں کی

امامت کا اعتقاد رکھنا ہے، تو محال ہے کہ اس اعتقاد کا نہ رکھنے والا اس پر سوار ہوگا اور چونکہ صرف اسی کشتی کے ذریعے انسان نجات پائے گا لہٰذا شیعہ اثنا عشری کے سوا جتنے بھی فرقے ہیں سب کے سب کا انجام ہلاکت و نابودی ہے۔

شاہ صاحب:

اگر زیدیہ بھی ایسا ہی ادعا کریں تو انھیں بھی یہی جواب دیا جائے گا۔

میر حامد حسین:

زیدیہ (گرچہ میری نظر میں نجات یافتہ نہیں ہیں اس کے باوجود) اس سے بالاتر ہیں کہ ایسے غلط دلائل سے استدلال کریں گے۔ جو کوئی بھی ذخیرۃ المآل کا مطالعہ کرے گا اس کو معلوم ہوجائے گا کہ (گرچہ انھوں نے حق وباطل کو خلط ملط کر دیا ہے مگر) انھوں نے ایسے غلط دلائل سے استدلال نہیں کیا ہے۔

شاہ صاحب:

پھر تو کسی بھی شیعہ فرقہ کو خاص مذہب کا پابند نہیں ہونا چاہئے اور سارے فرق شیعہ کو صحیح سمجھنا چاہئے۔

میر حامد حسین:

میں نے اس کے پہلے بیان کیا ہے کہ جس بات کی ایک شیعہ عالم کی طرف نسبت دی گئی ہے اس کو کسی بھی شیعہ نے نہیں کہا ہے، لہٰذا جس بنیاد پر شاہ صاحب (محدث دہلوی) نے عمارت کھڑی کی ہے وہ بنیاد ہی غلط رکھی ہے۔

شاہ صاحب:

ان مذاہب میں تناقض (تضاد) پایا جاتا ہے اور سب کو صحیح ماننے کی صورت میں اجتماع نقیضین (جمع ضدین) لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔

میر حامد حسین:

لگتا ہے کہ شاہ صاحب کو اہلسنت کے درمیان اختلاف وتضاد کی خبر نہیں ہے ان کا اختلاف تو اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ بعض اہلسنت صحابہ کی تعداد بھر مذاہب کی تعداد کے جائز ہونے کے قائل ہیں، چنانچہ عجیلی اس بارے میں لکھتے ہیں:

''شیخ ربانی، امام اہل کشف عبدالوہاب شعرانی قدس اللہ روحہ نے اختلاف مذاہب کے لئے ایک میزان قرار دیا ہے اور اس کی ایک ایسے درخت سے تشبیہ دی تھی جس پر لکھا ہے: اے برادر! درخت کے تنوں، اس کی شاخوں اور اس کے پھلوں پر نظر کرو، دیکھو گے کہ ساری شاخیں درخت کی جڑے سے نکلی ہیں، درخت کی جڑ گویا شریعت ہے، بڑی شاخیں گویا ائمہ مذاہب کے اقوال ہیں، چھوٹی شاخیں مقلدین کے بیانات ہیں، چھوٹی ڈالیاں تقلید کرنے والے طلاب کی باتیں ہیں اور شاخوں پر موجود نقطے نما لال رنگ علما کے نظریات ہیں، لہٰذا تعداد کی کثرت کے باوجود کوئی بھی ان میں اصل شریعت اور اس درخت علم سے خارج نہ ہوا''۔

عجیلی کے بقول شعرانی نے مختلف مذاہب کو ایک بتانے کے لئے ایک اور مثال دی ہے اور تقریبا اٹھارہ مذاہب کا تذکرہ کیا ہے بلکہ بعض علما نے تو صحابہ کی تعداد کے مطابق ایک لاکھ چودہ ہزار مذاہب کے جائز ہونے کو کہا ہے کہ ان میں جس کی بھی اقتدا کی گئی نجات پائی گئی۔

ان لوگوں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ رسول خدا کی طرف نسبت دی کہ میری شریعت تین سو ساٹھ راستوں پر چلے گی، چنانچہ عجیلی کی ذخیرالمآل میں شعرانی کے توسط سے طبرانی سے نقل کیا گیا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: میری شریعت تین سو ساٹھ راستوں پر چلے گی ان میں جس نے کسی بھی راستہ کا انتخاب کیا نجات پا گیا۔ اس بیان کی حدیث نجوم تائید کرتی ہے۔

شاہ صاحب:

کشتی اس وقت ڈوبنے سے بچا سکتی ہے جب اس میں سوراخ نہ کیا جائے لیکن اگر اس کشتی میں سوراخ کر دیا جائے تو وہ ضرور ڈبا دے گی، ہم دیکھتے ہیں کہ شیعہ فرقے اس کشتی پر سوار تو ہیں مگر اس میں سوراخ بھی کرتے رہتے ہیں۔

میر حامد حسین:

میں نے بارہا کہا کہ اس حدیث میں اہلبیتؑ سے مراد جنہیں کشتی نوح سے تشبیہ دی گئی ہے یہ وہی افراد ہیں جن کا حدیث ثقلین میں تذکرہ ہوا ہے اور وہ صرف بارہ امام ہیں اس صورت میں شیعہ اثناعشری کے علاوہ کسی اور گروہ کو کیسے اس میں شامل کیا جا سکتا ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کشتی پر تو سوار ہیں مگر خود اسی میں سوراخ کر رہے ہیں؟! یقیناً وہ افراد غرق ہوئے ہیں، جب کہ شیعہ اثناعشری اس پر پوری توجہ دیتے ہیں اور وہ اہلبیتؑ کو بڑے احترام سے دیکھتے ہیں لہٰذا وہی اس پر سوار ہو کر نجات پائیں گے۔ تعجب شاہ صاحب پر ہوتا ہے، جنہوں نے اس کشتی کو لوگوں کی بنائی لکڑی کی کشتی سے تشبیہ دی اور اس میں سوراخ کر دیا، جب کہ ایسا نہیں ہے اس کشتی نجات کو خدا نے اپنے دست قدرت سے بنایا ہے کہ اگر سارے جن وانس جمع ہو جائیں تب بھی اس میں سوراخ نہیں کر سکتے۔

شاہ صاحب:

اہلسنت جس طرف سے بھی کشتی پر سوار ہوں وہ صحیح وسالم ہیں کیونکہ کسی طرف بھی انھوں نے نہ سوراخ کیا اور نہ ہی اسے توڑا کہ اس میں پانی داخل ہو کر انھیں ڈبا دے۔

میر حامد حسینؒ:

اس کے پہلے جو مطالب اہلبیتؑ کے بارے میں کتب اہلسنت سے بیان کئے گئے وہ شاہ صاحب کے ادعا کو غلط ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کیونکہ حدیث سفینہ میں اہلبیتؑ سے مراد بارہ امام ہیں اور اس کشتی پر سوار ہونے والے وہ افرا ہیں جو ان اماموں کی عصمت وامامت کے معتقد اور اصول وفروع میں ان ہی کی پیروی کرتے ہیں، لہٰذا نجات بھی ان ہی کو ملے گی جو ائمہؑ کی امامت وعصمت کا اعتقاد بھی رکھیں اور اصول وفروع میں ان ہی کی پیروی بھی کریں اور وہ سوائے شیعہ اثناعشری کے کوئی اور نہیں ہیں کیونکہ دوسرے کشتی نجات پر سوار ہی نہیں ہوئے تو نجات کیا پائیں گے۔

شاہ صاحب:

نواصب نے عقلی دلائل سے ان دونوں حدیثوں (سفینہ وثقلین) کی صحت پر اعتراض کیے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں کا مطلب ایسی ذمہ داری سونپی ہے جس کو انجام دینا عقلاً محال ہے کیونکہ سارے اہلبیتؑ کی پیروی کا حکم دینے کا لازمہ لوگوں کو متضاد احکام پر عمل کرنے کی دعوت دینا ہے اس لئے کہ ان کے درمیان دین کے اصول وفروع کے مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے اور متضاد عمل کو جمع کرنا محال ہے اور اگر ان میں بعض کی پیروی واجب ہو تو وہ بعض یا معین ومشخص ہوں گے یا معین ومشخص نہ ہوں گے، پہلی صورت میں بغیر اولویت کے کسی کو ترجیح دینا ہوگا اور دوسری صورت میں ایک شارع سے ایک دین کے لئے مختلف عقائد و احکام کا لینا ہوگا جبکہ قرآن نے کہا ہے: "لِکل جعلنا مِنم شِرعة و مِنهاجا" (ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور خاص راستہ مقرر کیا ہے۔ مائدہ، آیت ۴۸)۔ نواصب کے یہ وہ اعتراض ہیں جن کا کوئی بھی جواب نہیں دے سکتا۔

میر حامد حسین:

شاہ صاحب نے متعدد مقامات پر نواصب کی باتیں نقل کی ہیں یہاں بھی ان کی طرف ان باتوں کی تو نسبت دے دی مگر حوالہ نہیں دیا کہ نواصب کی یہ باتیں کن کتابوں میں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ گمراہ کن باتیں جن کی انھوں نے نواصب کی طرف نسبت دی ہے وہ بعض علماء اہلسنت کی ہیں جن کو انھوں نے حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ کے جواب میں لکھا ہے، چنانچہ شاہ صاحب کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کو اجازہ روایت دینے والے ابراہیم کردی اپنی کتاب "نبراس" میں لکھتے ہیں:

"حدیث سفینہ اور حدیث انی تارک فیکم الثقلین صرف اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ جو ان (اہلبیتؑ) سے وابستہ ہوا وہ گمراہ نہیں ہوا، اس کو ثابت نہیں کرتیں کہ پیروی کرنے کے لئے انھیں اولویت حاصل ہے، نہ ہی اس کو ثابت کرتی ہیں کہ قرآن وسنت کی پیروی کرنے والے کو ان کے غیر سے وابستگی ہدایت کی منزل تک نہیں پہنچائے گی، ان حدیثوں سے اسی وقت اہلبیتؑ کی اولویت ثابت ہوسکتی ہے جب ان سے ان کا غلطیوں سے محفوظ رہنا ثابت

ہو جائے، جبکہ ان سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی، اس لئے کہ اصول دین کے مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ایک ہی نظریہ صحیح ہوگا اس کا مطلب ہوا کہ امامت کی طرح ان سے بھی اجتہاد میں خطا ہوئی اور جب ایسا ہے تو ان حدیثوں سے اولویت ثابت نہیں ہوتی"۔

جیسا کہ اس کے پہلے بیان کیا ہے کہ شاہ صاحب نے تحفہ اثناعشریہ کے حاشیہ پر اسی بحث میں لکھا ہے کہ "عترت سے مراد یا وہ سارے افراد ہیں جو آنحضرتؐ کے گھر میں رہتے تھے یا سارے بنی ہاشم یا ساری اولاد فاطمہ وعلی۔ جس کو بھی مانیں تمسک کا حکم یا ان میں سے کسی ایک کے لئے ہوگا یا سب کے لئے ہوگا یا بعض مبہم افراد کے لئے ہوگا یا بعض معین افراد کے لئے ہوگا اور یہ ساری صورتیں باطل ہیں، پہلی صورت اس لئے باطل ہے کہ نقیضین (ضدین) پر عمل کرنا پڑے گا کیونکہ اصول دین کے بارے میں عترت کے درمیان اختلاف ہے جیسا کہ اس کی تفصیل بیان کی جاچکی ہے، دوسری صورت میں کلام لغو بے فائدہ ہوگا اس لئے کہ جس چیز پر سب کا اجماع ہو اور کسی فرقہ نے اس میں اختلاف نہ کیا ہو تو اس صورت میں ان سے تمسک کا کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ بحث ان مسائل میں ہے جن میں اختلاف پایا جاتا ہو، تیسری صورت میں دونوں طرف مخالف کو صحیح ماننا پڑے گا کہ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ زیدیوں اور کیسانیوں کو امامیہ برحق سمجھیں اسی طرح وہ بھی ان کو ایسا ہی جانیں اور چوتھی صورت کا لازمہ یہ ہے کہ بعض کو مقام تبلیغ میں دھوکہ میں رکھا جائے کیونکہ جن بعض کو مراد لیا ہے ان کا حدیث میں ذکر نہیں ہوا ہے اس کی وجہ سے تعیین اشخاص پر نزاع ہوگا جیسا کہ دیکھنے میں آیا ہے"۔

شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) نے جس بات کی نواصب کی طرف نسبت دی ہے وہ خود اہلسنت کی بکواس ہے جس کو گذشتہ صفحات میں رد کیا ہے اور اس کا اختصار کے ساتھ یہاں تکرار فائدے سے خالی نہیں ہے:

چونکہ حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ میں اہلبیتؑ سے مراد صرف بارہ امام ہیں اور ان میں نہ اصول دین میں اختلاف ہے نہ ہی فروع دین میں لہٰذا یہاں شاہ صاحب کے قیل وقال کی گنجائش ہی نہیں ہے، میں نے حدیث ثقلین میں ٹھوس دلائل سے جہاں اہلبیتؑ کے مصداق بارہ اماموں کو ثابت کیا ہے وہیں اس حدیث سے ان کی عصمت بھی ثابت کی ہے جس کا لازمہ ان کا خطا ولغزشوں سے دور ہونا اور مذہبی مسائل میں ان کا اتفاق واتحاد نظر ہونا ہے، مذکورہ باتوں کا علامہ محمد معین سندھی جیسے ممتاز اہلسنت عالم دین نے بھی اعتراف کیا

ہے اور جب ایسا ہے تو شاہ صاحب نے جو باتیں نواصب کی وکالت میں کہی ہیں وہ سب کی سب غلط ہو جائیں گی، بلکہ اگر نواصب کی وکالت میں کہی شاہ صاحب کی بات کو صحیح مانیں تو اسلام کی بنیاد ڈھ جائے گی کیونکہ ایسی بات کفار بھی قرآن مجید کے بارے میں کہہ سکتے ہیں، چنانچہ بعض علما نے اس سلسلے میں لکھا ہے:

"انھوں (شاہ صاحب) نے جو بات نواصب سے نقل کی ہے وہ حقیقت میں اسلام پر اعتراض ہے کیونکہ ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے کفار بھی کہہ سکتے ہیں کہ آیات قرآن میں تناقض اور اختلاف پایا جاتا ہے اور متناقض باتوں پر عمل کرنا محال ہے اور اگر بعض آیات پر عمل کیا جائے تو یا خاص اور معین باتوں پر عمل کیا جائے گا تو اس صورت میں ترجیح بلا مرجح لازم آئے گا اس کے علاوہ ترجیح کا معیار بھی سب کا الگ ہوتا ہے اس صورت میں سبھی اپنے اپنے معیار کے مطابق ترجیح دیں گے، اور اگر معین آیتوں پر عمل نہیں کیا جائے گا تو دین تو ایک ہوگا مگر شریعت ٹکڑوں میں بٹ جائے گی اور مختلف شریعتوں کو ماننا پڑے گا۔ پھر شاہ صاحب کی باتیں اس حدیث کے لئے نقصاندہ ثابت ہوں گی جس پر شاہ صاحب اور ان کے چاہنے والے مرے جاتے تھے یعنی حدیث نجوم، کیونکہ اس کے بارے میں بھی یہی باتیں سامنے آئیں گی اس لئے کہ (ان لوگوں کے بقول) یا ستارے جیسے سارے صحابہ کی اقتدا کی جائے گی یا بعض اصحاب کی۔ پہلی صورت میں اجتماع نقیضین (جمع ضدین) لازم آئے گا (کیونکہ صحابہ کے درمیان بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے) اور اگر بعض اصحاب مراد ہوں گے تو یا بعض معین اصحاب مراد ہوں یا بعض مبہم اصحاب، اگر بعض معین اصحاب مراد لیں تو ترجیح بلا مرجح (بغیر دلیل کے ترجیح دینا) لازم آئے گا اس کے علاوہ اس (جعلی) حدیث نجوم کی معارض حدیث ارتداد بھی ہے (جس میں آنحضرتؐ نے اصحاب کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ میرے بعد دین سے پھر جائیں گے) لہٰذا جو اعتراض شاہ صاحب نے حدیث سفینہ پر کیا وہی حدیث نجوم پر بھی ہوگا اور چونکہ شیعہ افضلِ صحابہ کی پیروی کرتے ہیں لہٰذا ان پر کوئی اس طرح کا اعتراض نہیں کرسکتا اور دوسری صورت میں جمع ضدین کو صحیح ماننا پڑے گا۔

مذکورہ بیانات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شیعوں کا حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ سے احتجاج و استدلال اتنا واضح ہے کہ منصف مزاج کے لئے قیل وقال کی بالکل گنجائش نہیں ہے، گرچہ شاہ صاحب نے کوشش کی کہ حدیث سفینہ کے بارے میں بعض نامعلوم شیعوں کی باتوں اور نواصب کی خود وکالت کرتے ہوئے حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ کو ضعیف وغیر معتبر دکھا کر سارے فرقوں کو لاجواب بنادیں مگر ان کی یہ چال کام نہ آئی اور ثابت ہوگیا کہ جن باتوں کی شیعوں کی طرف نسبت دی تھی وہ ایک جھوٹ تھا جس کا حقیقت سے کوئی ربط نہیں تھا اور جو باتیں نواصب کی کہی تھیں وہ سب خود ان کی اور ان کے ہم مشربوں کی تھیں۔

حاشیۂ تحفہ پر شاہ صاحب کی رد ہو جانے والی باتیں

شاہ صاحب نے حدیث سفینہ کے بارے میں صرف متن کتاب ہی میں نہیں لکھا بلکہ اس (تحفہ) کے حاشیہ پر بھی اپنے بعض علماء کی باتیں لکھیں جو ان کی باتوں سے بھی زیادہ ضعیف ہیں۔ وہ حاشیہ تحفہ پر لکھتے ہیں:

''عالم اہلسنت ملا یعقوب ملتانی کا کہنا ہے کہ حدیث پیغمبرؐ میں اہلبیتؑ کو کشتی (سفینہ) سے اور صحابہ کو ستاروں (نجوم) سے تشبیہ دی گئی ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شریعت کو صحابہ سے لو اور طریقت کو اہلبیتؑ سے، اس لئے کہ اعمال طریقت اور محافظت شریعت کے بغیر دریائے حقیقت و معرفت میں جانا اسی طرح محال ہے جس طرح ستاروں کی راہنمائیوں کے بغیر کشتی سے مقصد تک پہنچنا محال ہے۔ کیونکہ کشتی پر سوار ہو کر انسان ڈوبنے سے تو بچ سکتا ہے مگر ستاروں کی راہنمائیوں کے بغیر اس طرح مقصد تک نہیں پہنچ سکتا جس طرح کشتی پر سوار ہوئے بغیر ستاروں کو دیکھنے سے منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہ نکتہ بہت عمیق ہے لہٰذا اس پر پوری دقت کرو''۔

میں کہتا ہوں کہ یہ باتیں (ملا یعقوب ملتانی کی نہیں ہیں) بعض واعظان اہلسنت (۱) کی ہیں جو درج ذیل وجوہات کی بنا پر غلط ہیں:

۱۔ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں آیہ مودت کے ذیل میں لکھا ہے: ''خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت آل رسول کی محبت کے واجب ہونے پر بھی دلالت کر رہی ہے اور محبت اصحاب کے وجوب پر بھی۔ یہ بات صرف علماء اہلسنت والجماعت کے بیانات میں نظر آتی ہے جو عترت سے بھی محبت کرتے ہیں اور صحابہ سے بھی۔ میں نے بعض واعظین سے سنا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: میرے اہلبیتؑ کی مثال سفینۂ نوح جیسی ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پایا۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: میرے ←

۱۔ ان سارے بیانات کی بنیاد حدیث نجوم (اصحابی کالنجوم....) ہے اور میں نے (عبقات الانوار مجلد حدیث ثقلین میں) ممتاز علماء اہلسنت کی زبانی اس حدیث کے ضعیف بلکہ جعلی ہونے کو ثابت کر دیا ہے لہٰذا ملتانی کا اس حدیث کا سہارا لینا بے سود ہے۔

۲۔ اگر حدیث ''اصحابی کالنجوم'' کو صحیح مانیں تو اصحابی (میرے اصحاب) سے مراد ''اہل بیتی'' (میرے اہلبیتؑ) ہوگا۔ اس بات کو میں نے اسی عبقات (مجلد حدیث ثقلین) اور کتاب ''استقصاء الافہام'' میں بڑی تفصیل سے ثابت کیا ہے۔ لہٰذا شریعت اہلبیتؑ سے لینی ہوگی نہ کہ اغیار سے۔

← اصحاب کی مثال ستاروں جیسی ہے جس کی بھی اقتدا کر لی ہدایت پا گئے۔ ہم اس وقت دریائے تکلیف میں ہیں جنہیں شبہات و شہوات کی موجویں تھپیڑیں مار رہی ہیں۔ دریا میں سفر کرنے والے کو دو چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ایک صحیح و سالم کشتی اور دوسری چمکتے ستاروں کی۔ اب اگر کوئی صحیح و سالم کشتی پر سوار ہو اور اس کی نگاہ ستاروں پر ہو تو بخیر و خوبی منزل تک پہنچنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ اسی بنیاد پر ہمارے علماء اہلسنت محبت اہلبیتؑ کی کشتی پر سوار ہوئے اور اپنی نظریں ستارے جیسے صحابہ پر ٹکائے رہے اور دنیا و آخرت کی کامیابی کی امید خدا سے لگائے رہے''

حدیث سفینہ اور حدیث نجوم سے متعلق یہ تھی بعض وعاظ کی باتیں جنہیں صاحب تفسیر کبیر نے نقل کیا مگر علماء اہلسنت کو یہ باتیں اتنی اچھی لگیں کہ انھوں نے ان کی فخر الدین رازی کی طرف نسبت دے دی۔ چنانچہ طیبی ''کاشف شرح مشکوٰۃ'' میں لکھتے ہیں: ''دنیا کو کفر و ضلالت اور بدعت و ہویٰ و ہوس کی وجہ سے اس ٹھاٹھیں مارتے گہرے سمندر سے تشبیہ دی گئی جس پر کالے بادلوں کا سایہ ہے

اور وہ سمندر سارے زمین کا احاطہ کئے ہوا ہے اور اس سے بچنے کا ذریعہ صرف کشتی ہے اور وہ محبت اہلبیتؑ رسول ہے۔ کتنا اچھا ہوتا کہ اس (حدیث سفینہ) سے اس (جعلی) حدیث کو ضم کر دیا جاتا کہ میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں جس کی اقتدا کی ہدایت پائی۔ اور امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہم گروہ اہلسنت محبت اہلبیتؑ نبی کی کشتی پر بھی سوار ہیں اور اصحاب نبیؐ جو ستاروں کے مانند ہیں ان کی راہنمائیوں سے ہدایت بھی پاتے ہیں اور قیامت کی وحشت اور جہنم میں نہ جانے میں ان ہی سے امید رکھتے ہیں''

ملا قاری ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں حدیث سفینہ کی شرح میں طیبی کی مذکورہ بالا باتوں کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''جو کوئی بھی اس کشتی پر سوار نہ ہوگا وہ خوارج کے مانند نابود ہو جائے گا اور جو اس کشتی پر سوار ہوگا مگر رافضیوں کی طرح صحابہ کی راہنمائیوں سے ہدایت نہیں پائے گا وہ گمراہ ہو جائے گا اور اس طرح تاریکی میں گر پڑے گا کہ پھر اس سے نکل نہیں پائے گا'' میر حامد حسینؒ

۳۔ بالفرض حدیث نجوم میں اصحابی سے مراد اہلبیتی نہ ہو تو چونکہ اہلبیتؑ ہم عصر نبیؐ تھے بلکہ ہمیشہ آپ کے ساتھ تھے اس لئے وہ اصحاب میں داخل ہو جائیں گے بلکہ وہ اصحاب کے سردار شمار ہوتے تھے، اور جب حدیث نجوم میں اہلبیتؑ شامل ہو جائیں گے تو شریعت بھی ان ہی سے لینی ہوگی۔

۴۔ حدیث نجوم میں جب اہلبیتؑ داخل ہو گئے اور حدیث سفینہ کے مصداق صرف وہی ٹھہرے تو پھر ان (اہلبیتؑ) میں دو فضیلتیں جمع ہو جائیں گی (صحابی اور اہلبیت) جس کی وجہ سے اخذ شریعت میں بھی ان کو تقدم حاصل ہوگا اور اخذ طریقت میں بھی ان کو اولویت حاصل ہوگی۔ اور جب حدیث نجوم اور حدیث سفینہ سے اہلبیتؑ کی عظمت ظاہر ہوگئی تو ملتانی کی بات بھی خاک میں مل گئی۔

۵۔ بالفرض اگر حدیث نجوم کا اہلبیتؑ سے ربط نہ ہو تب بھی اس کا مفاد یہ نہیں ہے کہ شریعت کو اہلبیتؑ سے نہ لو۔ کیسے کوئی عقلمند ایسی بات کہہ سکتا ہے جب کہ متعدد آیتیں اور بہت ساری حدیثیں اہلبیتؑ سے اخذ شریعت کو واجب قرار دے رہی ہیں اور بتا رہی ہیں کہ وہ معادن علم وحکمت اور منابع دین وشریعت تھے۔

لہٰذا حدیث نجوم سے اصحاب کو لائق اخذ شریعت سمجھنا اور اہلبیتؑ کو اس سے جدا کر دینا ایسا عمل ہے جو غضب الٰہی کا مستحق ہوگا۔

۶۔ حدیث سفینہ کی روشنی میں اہلبیتؑ کو صرف اخذ طریقت کا اہل سمجھنا اور انھیں (معاذ اللہ) اخذ شریعت کے لئے نا اہل سمجھنا جید علماء واہلسنت کے گذشتہ بیانات کے بالکل مخالف ہے، کیونکہ انھوں نے اس حدیث سے اہلبیتؑ کو اخذ شریعت کا اہل قرار دیا ہے۔

۷۔ حدیث سفینہ کے مطابق صرف اہلبیتؑ سے شریعت کا لینا اتنا واضح ہے کہ نصر اللہ کابلی کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ خلفاء اور صحابہ اسی حدیث کے مطابق اپنے مشکل مسائل میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ چنانچہ کابلی ''الصواقع'' میں لکھتے ہیں:

''اس میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں ہے کہ فلاح ونجات اہلبیتؑ کی ولایت وہدایت سے وابستہ ہے اور ان سے تخلف ہلاکت کا باعث ہے۔ اسی وجہ سے مشکل مسائل میں خلفاء اور صحابہ اہلبیت پیغمبرؐ کے افضل افراد کی طرف رجوع کرتے تھے کیونکہ ان کی ولایت واجب اور ان کی راہنمائی نبی کی راہنمائی تھی''۔

اب کس کی بات مانی جائے ملتانی کی یا کابلی کی اگر کابلی کی بات رد کر دی جائے تو پدر معنوی کے عاق کا موجب ہوگا۔

۸۔ خود شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) نے لکھا ہے کہ حدیث سفینہ کی رو سے شریعت اہلبیتؑ سے لینی چاہئے چنانچہ انھوں نے متن کتاب (باب امامت) میں لکھا:

''اسی (حدیث ثقلین) کی طرح یہ حدیث (سفینہ) ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا: ''مثل اهلبيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلف عنها غرق'' جو اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ ان (اہلبیتؑ) کی دوستی اور ان کی پیروی ہی میں فلاح وہدایت ہے اور ان کی دوستی اور پیروی سے روگردانی ہلاکت کا موجب ہے''۔

نیز شاہ صاحب نے متن کتاب ہی میں لکھا ہے:

''یہ حال پیروی کا ہے اور اہلسنت کسی خاص گروہ کی پیروی نہیں کرتے بلکہ سبھی سے روایت کرتے ہوئے ان سے تمسک کرتے ہیں۔ ان کی تفسیر وحدیث وفقہ کی کتابیں اس پر گواہ ہیں''

جب شاہ صاحب نے متن کتاب میں یہ بات لکھی تو حاشیہ کتاب پر ملتانی کی بات نقل کرنے اور حدیث نجوم کو اصحاب سے اخذ شریعت اور حدیث سفینہ کو اہلبیتؑ سے اخذ طریقت کی دلیل قرار دینے کا کوئی تک نہیں تھا۔

۹۔ اگر ملتانی کی بات کو تھوڑی بہت بھی صحیح مانیں تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ اصحاب بھی گمراہ تھے اور اہلبیتؑ بھی (معاذ اللہ) گمراہ تھے اور دونوں نے حکم نبوی کے خلاف عمل کیا تھا۔ اس لئے کہ اہلبیتؑ نے ہرگز اصحاب سے شریعت نہیں لی تھی نہ ہی اصحاب نے اہلبیتؑ سے اخذ طریقت کیا تھا اور اگر بعض نے کیا بھی ہوگا تو اکثریت نے تو ہرگز ایسا نہیں کیا تھا۔ لہٰذا ملتانی کی بات انسان کو ہلاکت کی کس وادی میں پہنچا دے گی خدا ہی جانتا ہے۔

۱۰۔ ملتانی کا یہ کہنا کہ دریاء حقیقت ومعرفت کی تہہ تک پہنچنا راہ طریقت کو طے کئے بغیر نیز دستور شریعت پر عمل کئے بغیر محال ہے، یہ صوفیوں پر کاری ضرب لگانے کے مترادف ہے، کیونکہ بہت سارے صوفیوں نے نہ راہ طریقت کو طے کیا تھا نہ ہی دستور شریعت پر عمل کرتے تھے بلکہ کھلم کھلا فسق وفجور کرتے تھے

اس کے باوجود انھیں واصل بہ حق (فنافی اللہ) اور عارف کامل کہا جاتا ہے۔اس پر شاہدان کی لوائح الانوار اور نفحات الانس جیسی کتابیں ہیں۔ان میں سے کچھ کے احوال ''استقصاء الافحام'' میں بیان کئے ہیں۔

۱۱۔ ملتانی کا یہ کہنا کہ دریا کا سفر کشتی پر سوار ہوئے بغیر اور ستاروں کی راہنمائی کے بغیر محال ہے، ایسا دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔اس لئے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ ستاروں کی راہنمائیوں کی ضرورت تاریکی میں ہوتی ہے جیسا کہ خود خدا نے کہا: ''**وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمات البر والبحر**'' اور وہ وہی (خدا) ہے جس نے تمہارے (نفع کے) واسطے ستارے پیدا کیے تاکہ تم جنگلوں اور دریاؤں کی تاریکیوں میں ان سے راہ معلوم کرو۔انعام/۹۸) لیکن اگر راہ روشن، ناخدا راہ سے واقف اور کشتی چل رہی ہو تو پھر ستاروں کی رہنمائیوں کی ضرورت نہیں پڑتی اور کشتی مقصد تک پہنچ جاتی ہے۔

۱۲۔ ملتانی کی یہ بات کہ کشتی پر سوار ہو کر ڈوبنے سے تو بچ سکتے ہیں مگر ستاروں کے بغیر مقصد تک نہیں پہنچ سکتے، ایسی ہے جس کو ہر بڑا چھوٹا غلط کہہ دے گا، کیونکہ ہم نے مذکورہ بالا سطروں میں ثابت کر دیا ہے کہ ستاروں کی راہنمائی کے بغیر بھی مقصد تک پہنچا جا سکتا ہے، نیز جب کہ ہدف ڈوبنے سے بچنا ہے تو صرف کشتی پر سوار ہو لینا ہی کافی ہے اس کے لئے ستاروں کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۳۔ ملتانی کا یہ کہنا کہ کشتی پر سوار ہوئے بغیر ستاروں کی راہنمائیوں کی رعایت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے تو بات صحیح مگر وہ حق بات کہہ کر باطل مراد لینا چاہتے ہیں، کیونکہ ایسا کہہ کر وہ اپنے بزرگوں کو حدیث نجوم کا مصداق ٹھہرا رہے ہیں مگر ہم نے اس کے پہلے (مجلد حدیث ثقلین میں) اس کے جعلی ہونے کو خود بیانات علماء اہلسنت سے ثابت کر دیا ہے لہٰذا حدیث نجوم سے اہلسنت کا احتجاج واستدلال کسی کام کا نہیں ہے۔

۱۴۔ شاہ صاحب کا یہ کہنا کہ ان مطالب پر اچھی طرح دقت کرنی چاہئے کیونکہ بہت عمیق ہیں، بالکل غلط ہے کیونکہ سطحی باتوں میں عمق ہوتا ہی نہیں کہ ان پر دقت کیا جائے، اور مذکورہ باتوں کا سطحی ہونا اتنا واضح ہے جس کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔

کشتی نوحؑ اور اہلبیتؑ میں مماثلت

ملتانی اور شاہ صاحب دونوں ہی حدیث سفینہ کے صریح وواضح معنی بیان کرنے کے بجائے الٹی سیدھی

تاویلیں کرنے لگے اور یہ نہیں سوچا کہ پیغمبرؐ اسلام نے اہلبیتؑ کو کشتی نوح سے تشبیہ دی ہے نہ کہ لوگوں کی بنائی کشتی سے، اور درج ذیل وجوہات کی بناء پر کشتی نوح کو ستاروں کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

۱۔ کشتی نوح میں سوار ہونے کا اصل مقصد اس طوفان میں ڈوبنے سے بچنا تھا جو قوم نوح پر عذاب کی شکل میں آیا تھا اور اس سے نجات صرف کشتی پر سوار ہونے سے مل رہی تھی اس کے لئے ستاروں کی رعایت کی ضرورت نہیں تھی۔آنحضرتؐ نے جو اہلبیتؑ کو کشتی نوح سے تشبیہ دی اور فرمایا: ''من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا غرق'' اس سے اسی بات کو بتانا چاہ رہے تھے۔لہٰذا جس کشتی کو کشتی نوح سے تشبیہ دی گئی ہے اس پر صرف سوار ہونے کو کافی نہ سمجھنا اور اس پر سوار کو ستاروں کا محتاج بتانا غلط فہمی پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۲۔ کشتی پر سوار ہونے والوں کا جناب نوح جیسے معصوم واولوالعزم نبی کے ساتھ رہنا ہی نجات کا ضامن تھا پھر کس طرح ایسی کشتی کو ستاروں کی ضرورت پڑتی۔

۳۔ خداوند عالم نے جناب نوح سے مخاطب ہو کر کہا: ''**وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا**'' (ہمارے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی بنا ڈالو۔ہود/۳۷) اب بتایئے جو کشتی خدا کے زیر نظر اور جناب نوح کے ہاتھوں بنی ہوگی اس کو ستاروں کا محتاج سمجھنا جہالت وگمراہی نہیں ہے؟

۴۔ خداوند عالم کشتی نوحؑ کے بارے میں فرماتا ہے: ''بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرِیْھَا وَ مُرْسٰھَا'' (خدا ہی کے نام سے اس کا بہاؤ اور ٹھہراؤ ہے۔ہود/۴۱) مفسرین کا کہنا ہے کہ جناب نوحؑ جب کشتی کو حرکت دینا چاہتے تھے تب بھی کہتے تھے ''بسم اللہ'' اور جب لنگر ڈالنا چاہتے تھے تب بھی کہتے تھے ''بسم اللہ'' ان کے اقوال ملاحظہ فرمایئے:

طبری لکھتے ہیں:

''ہم سے ابو کریب نے بیان کیا ان سے جابر بن نوح نے ان سے ابوروق نے اور ان سے ضحاک نے اس آیت ''ارکبوا فیھا بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا'' کے بارے میں بیان کیا کہ جب نوح کشتی کو لنگر ڈالنا چاہتے تھے تو فرماتے تھے: ''بسم اللہ'' اور کشتی رک جاتی تھی اور جب اس کو حرکت دینا چاہتے تھے تب بھی فرماتے تھے ''بسم اللہ'' اور کشتی چلنے لگتی

تھی“۔(۱)

بغوی تحریر کرتے ہیں:

”قال الضحاک: کان نوح اذا اراد ان تجری السفینة قال بسم الله جرت، و اذا اراد ان ترسو قال بسم الله رست“ (۲) یعنی ضحاک کا کہنا ہے کہ جب نوح چاہتے تھے کہ کشتی چلے تو کہتے تھے بسم اللہ اور وہ چلنے لگتی تھی اور جب وہ چاہتے تھے کہ ٹھہر جا تب بھی کہتے تھے بسم اللہ اور وہ ٹھہر جاتی تھی“۔

فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

”قال ابن عباس: تجری بسم اللّٰہ و قدرته و ترسو بسم اللّٰہ و قدرته. و قیل: کان اذا اراد ان تجری بهم قال بسم اللّٰہ مجریها فتجری و کان اذا اراد ان ترسو قال بسم اللّٰہ مرسٰها فترسو“ (۳) یعنی ابن عباس کا کہنا ہے کہ (نوحؑ کی) کشتی خدا کے نام سے اور اس کی قدرت سے حرکت کرتی تھی اور خدا ہی کے نام سے اور اس کی قدرت سے رک جاتی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب نوحؑ چاہتے تھے کہ وہ حرکت کرے تو کہتے تھے بسم اللہ مجراها پس وہ چلنے لگتی تھی اور جب وہ چاہتے تھے کہ رک جائے تو کہتے تھے بسم مرسٰها اور وہ رک جاتی تھی۔

نظام اعرج نیشاپوری لکھتے ہیں:

”یروی انه کان اذا اراد ان تجری قال: بسم اللّٰہ فجرت و اذا اراد ان تجری السفینة قال: بسم اللّٰہ فجرت و اذا اراد ان ترسو قال بسم اللّٰہ فرست“ (۴) یعنی مروی ہے کہ جب نوح چاہتے تھے کہ کشتی حرکت کرے تو کہتے تھے بسم اللہ اور کشتی حرکت کرنے لگتی تھی اور جب لنگر ڈالنا چاہتے تو کہتے تھے بسم اللہ اور وہ رک جاتی تھی“۔

۱۔ تفسیر طبری، مجلد ۷، ج۱۲، ص۵۹۔
۲۔ تفسیر معالم التنزیل، ج۲، ص۳۸۵۔
۳۔ تفسیر کبیر، ج۱۷، ص۲۲۹۔
۴۔ تفسیر نیشاپوری، ج۴، ص۲۲۔

علاء الدین خازن لکھتے ہیں:

”یعنی بسم اللّٰہ اجرائها قال الضحاک: کان نوح اذا اراد ان تجری السفینة قال: بسم اللّٰہ فتجری و کان اذا اراد ان ترسو یعنی تقف قال بسم اللّٰہ فترسو ای تقف“ (۱) یعنی کشتی خدا کے نام سے چلتی تھی۔ ضحاک کا کہنا ہے کہ جب نوح چاہتے تھے کہ کشتی چلے تو کہتے تھے بسم اللہ اور وہ چلنے لگتی تھی اور جب چاہتے تھے کہ رک جائے تو کہتے تھے بسم اللہ پس وہ رک جاتی تھی“۔

سیوطی لکھتے ہیں:

”و اخرج ابن جریر عن الضحاک قال: کان اذا اراد ان ترسیٰ قال بسم اللّٰہ فرست، و اذا اراد ان تجری قال بسم اللّٰہ فجرت“ (۲) یعنی ابن جریر نے ضحاک سے روایت کی ہے کہ جناب نوح جب چاہتے تھے کہ کشتی رک جائے تو کہتے تھے بسم اللہ اس کو کہنے سے کشتی رک جاتی تھی اور جب چاہتے تھے کہ چلنے لگے تب بھی کہتے تھے بسم اللہ اور اس کے کہنے سے بھی کشتی رک جاتی تھی“۔

ظاہری بات ہے جو کشتی نام خدا سے چلے اور اسی نام سے رک جائے اس کو ستاروں کی کیا ضرورت ہوگی۔

۵۔ خداوند عالم نے کشتی نوح کے بارے میں فرمایا: ”و حملناه علی ذات الواح و دسر، تجری باعیننا جزاء لمن کان کفر“ (اور ہم نے ایک کشتی پر جو تختوں اور کیلوں سے تیار کی گئی تھی سوار کیا، اور وہ ہماری نگرانی میں چل رہی تھی (یہ) اس شخص (نوح) کا بدلہ لینے کے لئے جس کو لوگ نہ مانتے تھے۔ قمر/۱۴) اس بارے میں مفسرین کی آراء ملاحظہ فرمائیے:

طبری لکھتے ہیں:

”و قوله تجری باعیننا یقول جل ثنائه تجری السفینة التی حملنا نوحاً فیها بمرأی منا و منظر. و ذکر عن سفیان فی تاویل ذالک ما حدثنا ابن حمید

۱۔ تفسیر خازن، ج۲، ص۳۸۵۔
۲۔ تفسیر در منثور، ج۴، ص۳۳۲۔

قال: ثنا مهران عن سفيان في قوله تجري باعيننا يقول: بامرنا" (۱) یعنی آیہ "تجری باعیننا" میں خدا کہہ رہا ہے کہ جس کشتی پر ہم نے نوح کو سوار کیا تھا وہ میری نظروں کے سامنے چل رہی تھی اور سفیان نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ کشتی ہمارے حکم سے چل رہی تھی۔

ثعلبی تحریر کرتے ہیں:

"قوله عزوجل تجري باعيننا اي بمرای منا. مقاتل ابن حيان بحفظنا و منه قول الناس للمودع: عين الله عليک. مقاتل بن سليمان: لوحينا. سفيان: بامرنا" (۲) یعنی "تجری باعیننا" کا مطلب یہ ہے کہ میری نظروں کے سامنے چل رہی تھی مقاتل بن حیان کے بقول یعنی ہماری حفاظت میں چل رہی تھی اسی لئے رخصتی کے وقت کہتے ہیں عین اللہ علیک یعنی خدا کی حفاظت میں۔ مقاتل بن سفیان کے بقول یعنی ہماری وحی کے مطابق چل رہی تھی اور سفیان کے بقول یعنی ہمارے حکم سے چل رہی تھی۔

بغوی لکھتے ہیں:

"تجري با عيننا اي بمرای منا، و قال مقاتل ابن حيان بحفظنا و منه قولهم للمودع: عين الله عليک، وقال سفيان بامرنا" (۳) یعنی تجری باعیننا کا مطلب یہ ہے کہ میری نظروں کے سامنے چل رہی تھی۔ مقاتل بن حیان کے بقول یعنی ہماری حفاظت میں چل رہی تھی اسی لئے کسی کو رخصت کرتے وقت کہا جاتا ہے کہ خدا کی حفاظت میں دیا اور سفیان کے بقول یعنی ہمارے حکم سے چل رہی تھی۔

۱۔ تفسیر طبری، مجلد۱۳، ج۲۷، ص۱۲۵۔

۲۔ تفسیر الکشف والبیان، ج۶، ص۳۶۔

۳۔ تفسیر معالم التنزیل، ج۴، ص۲۶۰۔

خازن لکھتے ہیں:

"تجري يعني السفينة باعيننا يعني بمرای منا، و قيل بحفظنا وقيل بامرنا" (۱) تجری یعنی سفینہ (کشتی) باعیننا یعنی ہمارے سامنے البتہ ہماری حفاظت اور ہمارے حکم سے بھی کہا گیا ہے۔

ابن کثیر کہتے ہیں:

"قوله: تجري باعيننا اي بامرنا بمرای منا و تحت حفظنا و کلائتنا" (۲) یعنی "تجری باعیننا" کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے حکم سے، ہماری نظروں کے سامنے، ہماری حفاظت میں اور ہماری نگرانی میں وہ چل رہی تھی۔

ظاہری بات ہے جو کشتی نوح خدا کی نظروں کے سامنے، اس کی حفاظت میں، اس کے حکم سے اور اس کی نگرانی میں چل رہی تھی اس کو ستاروں کی کیوں ضرورت پڑی ہوگی۔

۴۔ چونکہ کشتی نوح عجائب آیات الٰہیہ میں تھی لہٰذا وحی الٰہی کے مطابق حرکت کرتی تھی اور جابجا جناب نوح سے گفتگو کرتی تھی۔ واضح سی بات ہے کہ راہ طے کرنے میں ایسے کشتی کو ستاروں کی ضرورت نہیں رہی ہوگی۔ محمد بن عبداللہ کسائی "قصص الانبیاء" میں کشتی نوح کے بارے میں لکھتے ہیں: "خدا نے کشتی کو حکم دیا کہ اطراف زمین کا چکر لگائے، اس وقت جناب نوح نے کشتی کے سارے دروازے بند کر کے صحف شیث و ادریس پڑھنے لگے۔ جب تک کشتی میں رہے شب و روز تشخیص نہیں دے پاتے تھے، کشتی میں موجود صرف سفید کنکریوں سے اندازا لگاتے تھے کہ دن ہے یا رات۔ جب کنکریوں کی چمک کم ہوتی تھی تو سمجھتے تھے کہ رات ہے اور جب اس کی چمک بڑھ جاتی تھی تو جان جاتے تھے کہ دن ہے اور جب مرغ آواز دینے لگتا تھا تو سمجھ جاتے تھے کہ طلوع فجر ہوگیا۔ وہب کا بیان ہے کہ مرغ آواز دیتے وقت کہتا تھا "سبحان الملک القدوس، سبحان من اذهب الليل و جاء با النهار" اے نوح خدا آپ پر رحمت نازل کرے اب

۱۔ تفسیر خازن، ج۴، ص۲۱۹۔

۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج۴، ص۲۸۳۔

نماز کا وقت آ گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پوری دنیا پانی میں ڈوبی ہوئی تھی نہ کہیں کوئی پہاڑ نظر آتا تھا نہ پتھر اور نہ ہی درخت۔ پہاڑوں سے چالیس گز اونچا پانی تھا۔ کشتی چلتے چلتے جب بیت المقدس کے پاس پہنچی تو کہا: اے نوح یہ بیت المقدس ہے۔ یہیں آپ کی نسل میں آنے والے انبیاء ساکن ہوں گے کشتی وہاں سے چل کر مکہ میں کعبہ کے پاس پہنچی اور سات بار اس کا طواف کیا اور تلبیہ کہا جس کو سن کر نوح اور جو کشتی میں سوار تھے انھوں نے بھی تلبیہ کہا۔ کسی جگہ کشتی نہیں رکتی تھی مگر یہ کہ اس کا تعارف کراتی تھی کہ یہ فلاں بقعہ ہے اور یہ فلاں پہاڑ ہے۔ اس نے جناب نوح کو شرق و غرب کی سیر کرائی اور جب آپ کی قوم کی سرزمین پر پہنچی تو بولی کیا اپنی قوم کی گردنوں میں پڑے غول و زنجیر کی آواز نہیں سن رہے ہیں؟ "**مما خطیئٰتهم اغرقوا فادخلوا ناراً فلم یجدوا لهم من دون الله انصارا**" (وہ اپنے گناہوں کی بدولت (پہلے تو) ڈوبائے گئے، پھر جہنم میں جھونکے گئے تو ان لوگوں نے خدا کے سوا کسی کو اپنا مددگار نہ پایا۔ نوح/۲۶) بیان کیا جاتا ہے کہ کشتی چھ مہینے تک چلتی رہی رجب میں کشتی کی حرکت کا آغاز ہوا تھا اور ذی الحجہ میں اختتام کو پہنچا تھا"۔

۷۔ کشتی نوحؑ کے حرکت کرنے اور ڈوبنے سے نجات کا سبب اہلبیتؑ عصمت و طہارت کی ذوات مقدسہ تھیں، اب جن کی وجہ سے کشتی نوح کو اتنے سارے امتیازات نصیب ہوئے ان کو آسمان کے ستاروں کی کیا ضرورت تھی۔ میری بات کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو حافظ بارع محب الدین ابو عبداللہ محمد بن محمود ابن حسن بن ہبۃ اللہ بن محاسن بن نجار بغدادی کی مشہور کتاب ذیل کتاب تاریخ بغداد سے حسن بن احمد محمدی کے شرح حال میں نقل کیا گیا ہے۔ اور ابن نجار بغدادی جن سے اس روایت کو نقل کیا گیا ہے ان کی عظمت و جلالت کو ذہبی (۱)، کتبی (۲)، صفدی (۳)، یافعی (۴)، سبکی (۵)، اسنوی (۶) اور صدیق حسن خان (۷) وغیرہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ روایت یہ ہے:

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۴ ص ۱۴۷، نمبر ۱۱۴۰، العبر، ج ۲ ص ۲۵۰، وقائع ۶۴۳ھ، دول الاسلام، ج ۲ ص ۱۶۰۔

۲۔ فوات الوفیات، ج ۲ ص ۳۳۴، نمبر ۴۹۴۔

۳۔ وافی الوفیات، ج ۳ ص ۲۳۲، نمبر ۱۹۶۵۔

۴۔ مرآۃ الجنان، ج ۴ ص ۱۱۱۔ ۵۔ طبقات الشافعیہ، ج ۵ ص ۴۱۔

۶۔ طبقات الشافعیہ، ج ۲ ص ۵۰۲۔ ۷۔ ابجد العلوم، ص ۶۲۱۔

"انس بن مالک نے رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ جب خدا نے قوم نوح کو ہلاک کرنا چاہا تو آپ پر وحی نازل کی کہ ساج کا تختہ درست کرو، جب تختہ آمادہ ہو گیا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کریں تو جبرئیل نازل ہوئے اور کشتی کی صورت دکھائی اور ایک صندوق دیا جس میں ایک لاکھ انتیس ہزار کیلیں تھیں۔ کشتی بنانے میں ساری کیلیں لگ گئیں صرف پانچ کیلیں بچیں مگر جب ان میں سے ایک کو نصب کرنا چاہا تو اس سے ایسا نور نکلا کہ نوح حیرت میں پڑ گئے۔ حکم خدا سے وہ کیل بولی میں خیر الانبیاء محمد بن عبداللہ سے منسوب ہوں۔ اسی وقت جبرئیل نازل ہوئے ان سے پوچھا یہ کیسی کیل ہے جس جیسی اب تک نہیں دیکھی تھی؟ جبرئیل نے جواب دیا یہ خیر الاولین والآخرین محمد بن عبداللہ سے منسوب ہے اس کو کشتی کے داہنی طرف لگائیے۔ پھر دوسری کیل نصب کرنا چاہا اس سے بھی نور نکلا، نوح نے پوچھا یہ کس سے منسوب ہے؟ جبرئیل نے جواب دیا یہ ان (محمدؐ) کے بھائی اور ابن عم علی بن ابی طالب سے منسوب ہے اس کو کشتی کے بائیں طرف لگائیے۔ پھر تیسری کیل نصب کرنا چاہا اس سے بھی نور نکلا جبرئیل نے کہا یہ فاطمہؑ سے منسوب ہے اس کو ان کے باپ سے منسوب کے پاس لگائیے اس کے بعد چوتھی کیل نصب کرنا چاہا اس سے بھی نور نکلا۔ جبرئیل نے کہا یہ حسن سے منسوب ہے اس کو ان کے باپ سے منسوب کے پاس لگائیے۔ آخر میں پانچویں کیل نصب کرنا چاہا مگر اس سے نور بھی نکلا اور تری بھی۔ جبرئیل سے پوچھا یہ تری کیسی ہے؟ جواب دیا یہ حسین بن علی سید الشہداء سے منسوب ہے اس کو ان کے بھائی سے منسوب کے پاس لگائیے۔ اس کے بعد رسولؐ خدا نے اس آیت کی تلاوت کی: "**و حملناه علی ذات الواح و دسر**" (اور ہم نے ایک کشتی پر جو تختوں اور کیلوں سے تیار کی گئی تھی سوار کیا۔ قمر/۱۳) اور فرمایا: الواح سے مراد کشتی کے تختے ہیں اور ہم اس کی کیلیں (دسر) ہیں۔ اگر ہم نہ ہوتے تو کشتی اپنے سواروں کے ساتھ حرکت نہیں کر پاتی"۔

شاہ صاحب کی ایک اور چال

شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) ایک اور چال چلے اور ملا یعقوب ملتانی کی پیروی کرتے ہوئے انھوں نے اپنی تفسیر "فتح العزیز" سورہ حاقہ آیہ ۱۱،۱۲ کے ذیل میں حقیقت سے دور، حدیث سفینہ کے یوں معنی و مفاد بیان کئے ہیں:

"**حملناکم فی الجاریة**" یعنی ہم نے تم کو کشتی پر سوار کیا جو آب طوفان پر چل رہی تھی اور ڈوب نہیں رہی تھی، اور باوجودیکہ تم سبھی عذاب میں شریک تھے پھر بھی تمھیں اس وجہ سے عذاب سے محفوظ رکھا کہ تم مومنوں کے صلبوں میں تھے، اور کشتی اسی طرح عذاب کی شکل میں نازل ہونے والے طوفانی پانی پر چل رہی تھی جس طرح قیامت میں مومنین جہنم کے اوپر پل سے گزریں گے۔ ایسا اس لئے کیا "**لنجعلها لکم تذکرة**" تاکہ ہم اسے تمہارے لئے یادگار بنائیں اور جہاں بھی تمھیں ڈوبنے کا ڈر ہو اور ایک ملک سے دوسرے ملک جانا ہو تو اسی طرح کے تختوں سے کشتی بنا کر اس پر سوار ہو جاؤ اور غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچو کہ جہنم کی وادی میں گرا دینے والے گناہوں سے نجات صرف ان حضرات کے توسل سے ممکن ہے جو تختوں کے مانند ہیں۔ لہٰذا جس طرح سے بھی ہو ان سے اپنے کو قریب کریں تاکہ اس قرب کی برکتیں ہمارے شامل حال ہوں ان کی وجہ سے ہم گناہوں سے رہائی پا جائیں۔ ایسے افراد ہر زمانہ میں بہت کم ہوتے ہیں لہٰذا ان کو پانے کی پوری کوشش کرنی چاہئے اور جب مل جائیں تو ان کی پوری طرح پیروی کرنی چاہئے تاکہ ان کے دل میں ہماری جگہ بن جائے اور وہ کوئی اور نہیں ہیں وہ صرف محمد مصطفیٰؐ کے اہلبیتؑ ہیں جن کی محبت اور پیروی باعث بنتی ہے کہ ان کے دلوں میں بھی ہماری جگہ بن جائے اور چونکہ ان کے دل نور الٰہی سے پُر ہیں لہٰذا ان کی مجاورت کی وجہ سے ہم گناہوں سے دور رہیں گے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے: مور بیچارہ ہوس کردہ کہ در کعبہ رسد، دست در پای کبوتر زد و ناگاہ رسید یعنی چیونٹی کے دل میں کعبہ جانے کی خواہش ہوئی وہ کبوتر کے پاؤں سے چپک گئی اور فوراً وہاں پہنچ گئی۔ اسی لئے حدیث شریف میں ہے:

مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلف عنها غرق۔

یعنی میرے اہلبیتؑ کی مثال تم میں ایسی ہے جیسے کشتی نوح کہ جو بھی اس پر سوار ہو گیا طوفان سے نجات پا گیا اور جو اس پر سوار نہ ہوا وہ طوفان کی نذر ہو گیا۔ حضرات اہلبیتؑ کو اس مرتبہ و فضیلت سے متصف کر کے یہ بتانا مقصود تھا کہ جس طرح کشتی نوح جناب نوحؑ کے کمال عملی کی تصویر تھی، اہلبیتؑ بھی خدا کی طرف سے خاتم المرسلین کے کمال عملی کی تصویر تھے کہ اس کو طریقت کہتے ہیں کیونکہ آنحضرتؐ کے کمال عملی کو اسی میں دیکھا جا سکتا تھا اسی لئے وہ سارے کمالات ان میں جمع کر دیئے تھے جن کو امامت کہتے ہیں اور اسی کے لئے ایک دوسرے کو وصی بناتا تھا اور اس کو اس کے حوالے کرتا تھا ان ہی وجوہات کی بناء پر اولیاء امت کا سلسلہ ان پر ختم ہوتا ہے اور جو بھی حبل اللہ سے متمسک ہوتا ہے اس کی بازگشت ان ہی کی طرف ہوتی ہے اور وہ ان کی کشتی ہدایت پر سوار ہوتا ہے۔ یہ کمال عملی آنحضرتؐ کے اس کمال علمی کے برخلاف ہے جو زیادہ تر اصحاب کرام میں جلوہ گر تھا اس لئے کہ اس کمال کے حصول کا تقاضا یہ تھا کہ آنحضرتؐ کی مدت دراز تک شاگردی اختیار کر کے حل مشکلات اور استخراج مجہولات کے اسلوب کو جانا جائے اسی لئے آنحضرتؐ نے فرمایا تھا: **اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم** (میرے اصحاب ستارے کے مانند ہیں جن کی بھی اقتدا کی ہدایت پائی) اور دریائے حقیقت کو طے کرنا بغیر علمی اور عملی پروں کے اسی طرح ممکن نہیں ہے اور ہر مسلمان کے لئے ان دونوں سے تمسک کرنا ضروری ہے، جس طرح دریائی سفر کو کشتی پر سوار ہوئے اور ستاروں کی ہدایت کے بغیر طے کرنا ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے ارشاد الٰہی ہوا "**وتعیها اذن واعیة**" یعنی کشتی اور ڈوبنے سے نجات پانے والے مومنین کی داستان یاد رکھنے والے کان سن کر یاد رکھیں۔ حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر فرمایا: میں نے خدا سے درخواست کی کہ اس اذن (کان) کو تمہارا اُذن (کان) قرار دے۔ یہ شرف و مرتبہ حضرت امیر المومنین کو اس لئے عطا کیا کہ بغیر آپ کے اہلبیتؑ کا کشتی ہونا تصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ جو اس وقت اس طریق سے امامت کے لئے سزاوار تھے وہ چھوٹے تھے اور ان کی تربیت دوسروں کے حوالے کرنا آنحضرتؐ کی

شان کے خلاف تھا اس لئے امیر المومنین کو لوگوں کو گناہوں سے نجات دلانے کا وسیلہ، لوگوں کا امام اور اپنے کمال عملی کا مرقع بنایا تاکہ آپ اس کمال کو باپ کی حیثیت سے اپنی اولاد میں منتقل کریں اور اس کا سلسلہ قیامت تک باقی رہے۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے حضرت امیر المومنین کو ''یعسوب المومنین'' سے خطاب کیا تھا۔ مگر چونکہ حضرت امیر آنحضرتؐ کی اولاد شمار ہوتے تھے اور چونکہ آپ آنحضرتؐ سے سب سے زیادہ قریب تھے اس لئے قوائے روحانی میں بھی پوری ہماہنگی پائی جاتی تھی اسی وجہ سے حضرت امیر آنحضرتؐ کے کمال عملی کے ظل وصورت تھے کہ اسی کمال عملی کو ولایت وطریقت کہتے ہیں اور آنحضرتؐ کی دعا سے آپ میں وہ صلاحیتیں اور بڑھ گئی تھیں بلکہ وہ کمال کی حد تک پہنچ گئی تھیں چنانچہ اس کے آثار ہر طریقہ وسلسلہ کے اولیاء کے ظاہر وباطن میں ظاہر ونمایاں ہیں''۔

اپنی تلوار سے اپنا ہی گلا کاٹ لیا

شاہ صاحب نے حق و باطل کو خلط ملط کر کے اپنا گلا اپنی ہی تلوار سے کاٹ ڈالا۔ ان کی مذکورہ بالا عبارت سے بعض بیانات کو ذکر کر کے ان کے جواب دے رہے ہیں۔ ان سب کو۔ وقت سے پڑھنا فائدے سے خالی نہیں ہے۔

۱۔شاہ صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ ''ڈوبانے والے پانی کے مانند جہنم میں لے جانے والے گناہوں سے نجات ان حضرات (ائمہؑ) سے توسل کے بغیر ممکن نہیں ہے جو (پانی میں) تختوں کے مانند ہیں''۔

اس میں شاہ صاحب گرچہ اہلبیتؑ کی مدح کر رہے ہیں اور انھیں گناہوں سے نجات کا ذریعہ بتا رہے ہیں لیکن غیر شعوری طور پر اصحاب کی برائی تو ہیں بھی کر رہے ہیں، کیونکہ ان کی عبارت سے ہر شخص یہی سمجھے گا کہ اصحاب میں کوئی بھی تختوں کے مانند نہیں تھا جو غرق ہونے سے نجات دلاتا۔

۲۔شاہ صاحب نے لکھا: ''جیسے بھی ہو سکے ان (اہلبیتؑ) سے اپنے کو قریب کریں تاکہ اس قرب کی برکتیں ہمارے شامل حال ہو جائیں''۔

یہ بات بھی خلفاء ثلاثہ جیسے اصحاب کی مذمت کر رہی ہے کیونکہ ان لوگوں نے کبھی بھی خود کو ان (اہلبیتؑ)

سے قریب کرنے کی کوشش نہ کی بلکہ ان پر ظلم وزیادتی کرنے میں لگے رہے۔ تاریخ اس پر گواہ ہے۔

۳۔شاہ صاحب نے لکھا: ''اور اس قرب کی وجہ سے گناہوں سے ہمیں رہائی مل جائے''

شاہ صاحب کی یہ بات گرچہ عوام کے دلوں کو جذب کرنے والی ہے مگر محققین عرفاء کی نظر میں یہ قابل قبول نہیں ہے، اس لئے کہ وہ ایسے قرب کو نہیں مانتے اور گنہگار مخلوق کے خالق سے قریب ہونے کو خواہ مجازی کیوں نہ ہو سوء ادب سمجھتے ہیں۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان حضرات (ائمہ معصومینؑ) کی محبت کی برکت اور خدائے لطیف وخبیر کے لطف سے امید کی جاسکتی ہے کہ گناہ ہم سے دور رہیں اور اذن خدا سے ان کے دلوں میں ہماری جگہ بن جائے اور جس طرح بادشاہوں کے دلوں میں ان کی رعایا کی محبت ہو جاتی ہے اسی طرح اہلبیتؑ کے دلوں میں خدا کی محبت اور اپنے شیعوں کی محبت بھی جمع ہو جائے گی۔ اس سے بڑھ کر افتخار اور کیا ہو سکتا ہے۔

۴۔شاہ صاحب نے لکھا: ''ایسے افراد ہر زمانے میں نادر وکمیاب رہے ہیں''

شاہ صاحب کا یہ اعتراف مذہب شیعہ کی حقانیت پر بہترین دلیل ہے۔ اس لئے کہ ایسے نادر الوجود افراد سے شاہ صاحب کی مراد حضرات اہلبیتؑ ہیں کیونکہ جو اہلبیتؑ کے مصداق تھے اور ہر زمانے میں نادر الوجود رہے ہیں یہ وہی اہلبیتؑ عصمت وطہارت ہیں جن کی عصمت کے شیعہ قائل ہیں بلکہ بہت سارے علماء اہلسنت بھی اس کے معترف ہیں۔ لہٰذا آیۂ تطہیر، حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ میں شاہ صاحب کا دائرۂ اہلبیتؑ کو وسیع کرنا اور یہ خیال کرنا کہ شیعہ سارے اہلبیتؑ کو نہیں مانتے، غلط ہے۔

۵۔شاہ صاحب نے لکھا: ''ان کو پانے کی پوری کوشش کرنی چاہئے اور جب مل جائیں تو ان کی پوری طرح پیروی کرنی چاہئے تاکہ ان کے دل میں ہماری جگہ بن جائے''۔

میں شاہ صاحب سے کہوں گا جب آپ ان باتوں کے معترف ہیں تو دل وزبان سے ان لوگوں سے اظہار بیزاری کریں جنھوں نے ان حضرات کی پیروی کرنے کی غرض سے، نہ ان کو پانے کی کوشش کی نہ ہی ان کے دلوں میں اپنی جگہ بنائی، بلکہ ان پر ظلم وجور روا رکھا، ان کے گھر کو جلانا چاہا، ان کے ناموس کی ہتک حرمت کی اور ان کا قتل وغارت کیا۔ اور اپنے دلوں میں ان کی محبت کی جگہ ان کی دشمنی رکھی اور ان کے دلوں میں اپنی جگہ بنانے کے بجائے ان کے دلوں کو توڑا۔

۶۔شاہ صاحب نے لکھا: ''اور وہ کوئی اور نہیں ہیں وہ صرف محمد مصطفیٰؐ کے اہلبیتؑ ہیں جن کی محبت اور پیروی باعث بنتی ہے کہ ان کے دلوں میں بھی ہماری جگہ بن جائے اور چونکہ ان کے دل نورالٰہی سے پُر ہیں لہٰذا ان کی مجاورت کی وجہ سے ہم گناہوں سے دور رہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے: (ترجمہ) چیونٹی کے دل میں کعبہ جانے کی خواہش ہوئی وہ کبوتر کے پیر سے چپک گئی اور وہاں فوراً پہنچ گئی''

شاہ صاحب کا یہ اعتراف اس بات کا ثبوت ہے کہ اہلبیتؑ سب سے افضل، گنہگاروں کے شفیع اور قرب پروردگار کا وسیلہ ہیں۔ لہٰذا شاہ صاحب، ان کے والد اور دوسرے ان کے ہم مشربوں کا اہلبیتؑ پر اغیار کو مقدم رکھنا اور ان پر انھیں ترجیح دینا نور پر ظلمت کو اور دین و ایمان پر کفر و الحاد کو ترجیح دینے کے مترادف ہے۔

۷۔شاہ صاحب مذکورہ مطالب کو بیان کرنے کے بعد حدیث سفینہ سے احتجاج کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حضرات اہلبیتؑ کو یہ مرتبے اور فضیلتیں اس لئے ملیں کہ جس طرح کشتی نوح جناب نوح کے کمال عملی کی تصویر تھی، حضرات اہلبیتؑ کو بھی خدا نے خاتم المرسلین کے کمال عملی کی تصویر بنائی تھی کہ اسی کمال عملی کو طریقت کہتے ہیں''

شاہ صاحب کا یہ بیان اس کا مصداق ہے کہ بات تو حق ہے مگر مراد باطل ہے۔ کیونکہ اس میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں ہے کہ حضرات اہلبیتؑ جناب رسالتمآبؐ کے کمال عملی کی تصویر تھے، مگر وہ آنحضرتؐ کے صرف کمال عملی کے تصویر نہیں تھے، آپ کے کمال علمی اور کمال عملی دونوں کے مظہر تھے بلکہ آنحضرتؐ کے دونوں کمالات حضرات اہلبیتؑ میں بدرجہ اتم پائے جا رہے تھے۔ علماء محققین اور عرفاء محققین کا اتفاق ہے کہ یہ حضرات، حکام شریعت، ہداۃ طریقت، ائمہ امت اور مخلوق پر حجت تھے، جس کو تفصیل چاہئے وہ علامہ سمہودی کی ''جواهر العقدین'' اور فاضل عجیلی کی ''ذخیرۃ المآل'' کا مطالعہ کر لے حقیقت اس کے سامنے آجائے گی۔

۸۔شاہ صاحب نے تصریح کی ہے کہ ''آنحضرتؐ کا کمال عملی (جیسے عصمت، جود و سخا وغیرہ) کسی ذات میں آپ کے قوائے روحانی میں ہماہنگی کے بغیر متصور نہیں ہے اور یہ سب ان ہی میں پائے جا سکتے تھے جو آپ کے نسبی رشتہ دار تھے''۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ شاہ صاحب کے بیان کئے آنحضرتؐ کے اوصاف صرف اہلبیتؑ میں پائے جاتے تھے اور سارے صحابہ سے خاص طور سے خلفاء ثلاثہ ان فضائل و مناقب سے عاری تھے۔ اور جب حضرات اہلبیتؑ آنحضرتؐ کے کمال عملی کے حامل تھے اور ان میں عصمت و جود و سخاوت جیسے آپ کے سارے قوائے روحانی پائے جاتے تھے تو کس عقلی حکم سے ان کو خلافت سے محروم رکھا گیا اور دوسروں کو مسند خلافت پر بیٹھا دیا گیا؟

۹۔شاہ صاحب نے لکھا: ''رسالتمآبؐ کے سارے کمالات عملی، اہلبیتؑ میں منتقل ہو گئے تھے ان ہی کو امامت کہتے ہیں جس کے بارے میں ایک دوسرے کو وصیت کرتا تھا''۔

شاہ صاحب کا یہ اعتراف گرچہ اہلبیتؑ کی افضلیت کو ثابت کرتا ہے مگر وہ اہلبیتؑ کو اسی کمال عملی میں محصور کرنا چاہ رہے تھے اور آنحضرتؐ کے کمال عملی کو دوسروں سے چپکانا چاہ رہے تھے، جب کہ بے شمار دلائل کی بنیاد پر ان کی یہ بات غلط ہے، کیونکہ اہلبیتؑ کا آنحضرتؐ کے کمال علمی کا شاہکار ہونا اور ان کی اعلمیت ایسا مسئلہ ہے، جس میں نہ کسی نے شک کیا ہے نہ ہی اس کو ثابت کرنے کے لئے دلیل و برہان کی ضرورت ہے۔ اگر اس بارے میں آیات قرآنی، احادیث نبویؐ، قضایائے علوی، اصحاب کی طرف رجوع کرنا، اور دیگر براہین کو پیش کرنا چاہیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی۔ ان میں کچھ کو عبقات الانوار مجلد حدیث مدینہ (انا مدینة العلم و علی بابها) میں بیان کیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اہلبیتؑ کی طرف اس امامت کی نسبت دی ہے، جس کے صوفی قائل ہیں جو کہ غلط و باطل ہے جب کہ امامت سے مراد خلافتِ نبیؐ ہے اور اس کو میں نے عبقات الانوار مجلد حدیث ثقلین (انی تارک فیکم الثقلین...) اور اسی مجلد حدیث سفینہ میں متعدد دلیلوں سے ثابت کیا ہے اور اس بات کو واضح کیا ہے کہ ائمہ معصومینؑ سارے امور میں جانشین پیغمبرؐ تھے۔ نیز عبقات الانوار مجلد حدیث تشبیہ میں ثابت کیا ہے کہ امامت بہ معنی قطبیت و ارشاد بھی غلط ہے کیونکہ حضرات اہلبیتؑ ریاست عباد، حکومت بلاد، خلافتِ مصطلحہ متکلمین نقادوار امامت معروفہ بین العلماء الامجاد کے لئے، منصوب من اللہ تھے۔

۱۰۔شاہ صاحب نے لکھا: ''اسی وجہ سے یہ بزرگان (اہلبیتؑ) اولیاء امت کے مرجع ہوئے اور جو بھی حبل اللہ سے تمسک کرتا ہے اس کی بازگشت ان ہی بزرگان کی طرف ہوتی ہے اور وہ ان کی کشتی ہدایت پر سوار ہوتا ہے''۔

شاہ صاحب کا یہ اعتراف ان لوگوں کے چہروں پر ایک طمانچہ ہے جنہوں نے اہلبیتؑ پر ظلم وستم کئے، ان کے حقوق غصب کئے اور ان کے فضائل ومناقب سے انکار کئے جن میں سر فہرست ابن تیمیہ اور شاہ صاحب کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی ہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو ابن تیمیہ کی ''منہاج السنۃ'' اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی ''قرۃ العینین'' اور ''ازالۃ الخفا'' کا مطالعہ کر لیجئے حقیقت سامنے آجائے گی۔ میں نے عبقات الانوار مجلد حدیث تشبیہ (من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ... فلینظر الی وجہ علی بن ابی طالب) میں ان سے بعض عبارتیں نقل کی ہیں۔

۱۱۔ اہلبیتؑ کے بارے میں مذکورہ بالا اعترافات کے بعد شاہ صاحب نے اپنے باطنی انحراف کو اس طرح ظاہر کیا: مگر آنحضرتؐ کے کمال علمی زیادہ تر صحابۂ کرام میں جلوہ گر ہوئے، کیونکہ اس کمال کو حاصل کرنے کے لئے مدت دراز تک استاد کے سامنے شاگرد کو زانوائے ادب تہہ کرنا ہوتا ہے تا کہ حل مشکلات اور استخراج مجہولات کے اسلوب کو جان سکے اسی لئے فرمایا: ''اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم''۔

شاہ صاحب نے جو ادعا کیا ہے اس کا حقیقت سے دور کا بھی رابطہ نہیں ہے۔ کتابوں کا جس نے تھوڑا سا بھی مطالعہ کیا ہوگا اسے معلوم ہو گیا ہوگا کہ رسالتمآبؐ کے کمال علمی جس طرح اہلبیتؑ میں نظر آئے اصحاب میں دیکھنے کو نہیں آئے۔ اصحاب کا علمی کمال، اہلبیتؑ کے علمی کمالات کے سامنے ایسے ہے جیسے ذرہ آفتاب کے سامنے اور قطرہ سمندر کے مقابلے میں۔ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ بہت ساری حدیثوں کے مطابق اہلبیتؑ آنحضرتؐ کے علم کے دروازے تھے اور سارے صحابہ کو حکم دیا گیا تھا کہ ان سے آکر اپنی علمی ضرورتیں پوری کریں۔ اسی وجہ سے سب حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرتے تھے جب کہ آپؑ نے کسی کی طرف رجوع نہیں کیا تھا۔ ہم نے گرچہ عبقات الانوار مجلد حدیث مدینہ میں بہت سارے شواہد پیش کئے ہیں لیکن یہاں صرف چند کے بیانات پر اکتفا کرتے ہیں:

فخر الدین رازی رسالہ ''مناقب الشافعی'' میں امام شافعی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''واکثر ما اخذ عنہ فی زمان عمر و عثمان، لانھما کانا یسئلانہ و یرجعان الی قولہ، و کان علی کرم اللہ وجھہ خصّ بعلم القرآن و الفقہ، لان النبی

صلی اللہ علیہ و سلم دعا لہ و امرہ ان یفتی بین الناس، و کانت قضایاہ ترفع الی النبی (ص) فیمضیھا'' (۱) سب سے زیادہ زمانۂ عمر وعثمان میں حضرت علیؑ سے پوچھا گیا، کیونکہ یہ دونوں آپ سے پوچھتے تھے اور آپ کے بیان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ صرف علی کرم اللہ وجھہ تھے جنہیں قرآن وفقہ کا علم تھا اس لئے کہ نبیؐ نے ان کے لئے دعا دی تھی اور آپ کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا کریں اور جب آپ کے فیصلے نبیؐ کو سنائے جاتے تھے تو آپ ان کی تائید کرتے تھے''۔

علامہ نووی حضرت علیؑ کے شرح حال میں لکھتے ہیں:

''و سؤال کبار الصحابۃ لہ و رجوعھم الی فتاواہ و اقوالہ فی المواطن الکثیرۃ و المسائل المعضلات مشھور'' (۲) بزرگ صحابہ کا آپ سے سوال کرنا اور بہت سارے مواقع اور پیچیدہ مسائل میں آپ کے فتاوا اور بیان کی طرف ان (اصحاب) کا رجوع کرنا بڑی مشہور بات ہے''۔

کرمانی لکھتے ہیں:

''و سؤال کبار الصحابۃ ورجوعھم الی فتاواہ و اقوالہ فی المسائل المعضلات ایضا مشھور'' (۳) صحابہ کا آپ سے پوچھنا نیز مشکل مسائل میں آپ کے فتاوے اور اقوال کی طرف ان کا رجوع کرنا بہت ہی مشہور ہے''۔

ابن روزبہان ''ابطال الباطل'' میں لکھتے ہیں:

''رجوع الصحابۃ الیہ فی الفتویٰ غیر بعید لانہ کان من مفتی الصحابۃ، والرجوع الی المفتی من شان المستفتین، وان رجوع عمر الیہ کرجوع الائمۃ ولاۃ العدل الی علماء الامۃ'' آپ (علیؑ) کے فتوے کی طرف صحابہ کا رجوع کرنا

۱۔ مناقب شافعی ۲۔ تہذیب الاسماء واللغات، ج۱، ص۳۴۶۔

۳۔ الکواکب الدراری فی شرح البخاری، ج۲، ص۱۰۹، کتاب العلم۔

قابل تعجب بات نہیں ہے کیونکہ آپ صحابہ کے درمیان مفتی کی حیثیت رکھتے تھے اور استفتاء کرنے والے مفتی ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور عمر کا آپ کی طرف رجوع کرنا ایسا ہی تھا جیسے پیشوا و حکمران، علماء امت کی طرف رجوع کرتے ہیں"۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

"والمعضلات التی سئله كبار الصحابة و رجعوا الى فتواه فيها فضائل كثيرة شهيرة تحقق قوله عليه السلام: انا مدينة العلم و علی بابها، وقوله عليه السلام اقضاكم علی" (۱) مشکل مسائل کے بارے میں بزرگ صحابہ کا آپ (علیؑ) سے پوچھنا اور ان میں ان کا آپ کے فتوے کی طرف رجوع کرنا بہت سارے مشہور فضائل کی نشاندہی کرتے ہیں۔ صحابہ اس لئے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا: میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ نیز فرمایا تھا: تم میں سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا علی ہے"۔

ملا یعقوب لاہوری "شرح تہذیب الکلام" میں لکھتے ہیں:

"و كفاک شاهداً على كونه اعلم ان سلاسل العلماء من المفسرين و اهل العربية و غيرهم و العرفاء تنتهی اليهم، و ان الحكماء كانو يعظمونه غاية التعظيم، و ان الكبراء من الصحابة يرجعون اليه فيما كان يشكل عليهم و هو المجيب عن شبهات اليهود و ظلمات النصارىٰ كما هو المعروف و المشهور" حضرت علی کی اعلمیت پر بہترین دلیل مفسرین وادباء وعرفاء کے سلسلے کا آپ پر منتہی ہونا ہے۔ حکماء آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے، مشکل مسائل میں بزرگ صحابہ آپ کی طرف رجوع کرتے تھے اور یہودیوں اور عیسائیوں کے شبہات واعتراضات کا بھی آپ ہی جواب دیتے تھے، یہ وہ باتیں ہیں جو بہت مشہور و معروف ہیں"۔

۱۔ شرح الفقہ الاکبر ص ۱۱۳۔

شیخ محمد بن سالم معروف بہ حفنی، سیوطی کی "جامع الصغیر" کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

"قوله "عيبة علمی" ای: وعاء علمی الحافظ له، فانه باب مدينة العلم، ولذا كانت الصحابة تحتاج اليه فی فک المشكلات" پیغمبرؐ اسلام نے (حضرت علی کے بارے میں) جو فرمایا ہے: عیبۃ علمی اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ (علی) میرے علم کا ظرف ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے۔ ایسا کیوں کر نہ ہو جب کہ آپ شہر علم کے دروازہ تھے۔ اسی لئے مشکل مسائل میں صحابہ آپ کی طرف رجوع کرتے تھے"۔

عجیلی "ذخیرۃ المآل" میں لکھتے ہیں:

"و لم يكن يسئل منهم واحداً، و كلهم يسئله مسترشداً، و ما ذالک الا لخمود نار السؤال تحت نور الاطلاع" سب ان (علیؑ) سے پوچھتے تھے وہ کسی سے نہیں پوچھتے تھے۔ ایسا کر کے وہ لوگ اپنے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات سے مطمئن ہوجاتے تھے"۔

ان سب سے بڑھ کر نصر اللہ کابلی نے جو شاہ صاحب کے خواجہ علی الاطلاق ہیں "الصواقع" میں حدیث سفینہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھا:

"و لا شک ان الفلاح منوط بولائهم و هديهم و الهلاک با التخلف عنهم، و من ثمّة كان الخلفاء و الصحابة يرجعون الى افضلهم فيما اشكل عليهم من المسائل، وذالک لان ولائهم واجب و هديهم هدى النبی صلى الله عليه وسلم" اس میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں کہ کامیابی ان (اہلبیتؑ) کی ولایت اور ان (اہلبیتؑ) کی ہدایتوں سے وابستہ ہے اور ہلاکت و نابودی ان (اہلبیتؑ) سے تخلف و دوری کی وجہ سے ہے، اسی وجہ سے خلفاء اور صحابہ اپنے مشکل مسائل میں ان (اہلبیتؑ) میں افضل فرد کی طرف رجوع کرتے تھے۔ کیونکہ ان (اہلبیتؑ) کی ولایت واجب اور ان کی ہدایتیں نبی کی ہدایتوں جیسی تھیں"۔

نصر اللہ کابلی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حدیث سفینہ دلیل قاطع ہے اس پر کہ اہلبیتؑ، رسالتمآبؐ

کے کمال علمی کے وارث تھے اور انھوں نے اپنے انوار ہدایت سے اہل ایمان کے بصارت وبصیرت میں اضافہ کیا تھا۔

احادیث پیغمبرؐ، بیانات اہلبیتؑ، اعترافات صحابہ اور اقوال تابعین کی روشنی میں رسالتمآبؐ کے کمالات علمیہ واہلبیتؑ کا وارث ہونا اتنا واضح ہے جس کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اس بات کا اعتراف بہت سارے علماء اہلسنت نے اپنی کتابوں میں کیا ہے اور میں نے ان میں کچھ کی عبارتیں عبقات الانوار مجلد حدیث مدینہ کی دوسری جلد میں نقل کی ہیں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ شاہ صاحب نے اصحاب کے آنحضرتؐ کے کمال علمی کے وارث ہونے کو ثابت کرنے کے لئے تین چیزیں پیش کیں: ۱۔ آنحضرتؐ سے مدت دراز تک ان افراد کی تلمیذانہ صحبت و ہمنشینی، ۲۔ آنحضرتؐ کی رضا کو درک کرنے کی صلاحیت، ۳۔ آنحضرتؐ سے حل مشکلات اور استخراج مجہولات کے آئین کو جاننا۔ یہ وہ تین دلیلیں تھیں جن سے شاہ صاحب نے اصحاب کے آنحضرتؐ کے کمال علمی کے وارث ہونے کے ثبوت میں پیش کیں، مگر وہ (شاہ صاحب) بھول گئے کہ یہ ساری چیزیں اہلبیتؑ میں بدرجۂ اتم پائی جارہی تھیں اور سوائے اندھے دشمن کے کوئی بھی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا۔ اور جب یہ سارے اوصاف اہلبیتؑ میں بدرجۂ اتم واکمل پائے جارہے تھے تو پھر کس طرح کوئی عقلمند تسلیم کرسکتا ہے کہ آنحضرتؐ کے کمال علمی زیادہ تر اصحاب میں جلوہ گر تھے؟ وہ آنحضرتؐ کے علمی کمالات سب سے زیادہ حضرات اہلبیتؑ میں دیکھے گا کیونکہ یہ حضرات، اہلبیتؑ نبوت ورسالت بھی تھے اور اصحاب میں بھی آتے تھے۔ لہٰذا شاہ صاحب کو آنحضرتؐ کے کمال عملی اور کمال علمی میں تفریق پیدا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

حیرت ہوتی ہے کہ شاہ صاحب نے صحابہ کی تمجید میں کیسے مذکورہ تینوں باتیں پیش کردیں جب کہ بہت سارے صحابہ آنحضرتؐ کے ساتھ طولانی مدت تک صحبت اختیار کرنے کے باوجود آپ کی مرضی کو درک نہیں کرپائے تھے نہ ہی آنحضرتؐ سے حل مشکلات اور استخراج مجہولات کے آئین سیکھ پائے تھے۔ حضرات ابو بکر وعمر وعثمان جو شاہ صاحب کی نظر میں یقیناً بزرگ صحابہ میں تھے وہ مرضی پیغمبرؐ کو درک نہیں کرپاتے تھے اور دیدہ ودانستہ مرضی پیغمبرؐ کے برخلاف عمل کرتے تھے۔ واضح ترین مسائل ہیں ان افراد کی جہالت اس طرح

آشکار ہو چکی تھی کہ وہ ضرب المثل بن گئی تھی صرف یہی نہیں ان مسائل سے تو بچے اور عورتیں بھی واقف تھیں۔ اس کے نمونے "تشئید المطاعن" اور عبقات الانوار مجلد حدیث مدینہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

۱۲۔ شاہ صاحب نے اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے حدیث نجوم (اصحابی کالنجوم...) کا سہارا لیا ہے، جب کہ عبقات الانوار مجلد حدیث ثقلین میں اکابر علماء وحفاظ اہلسنت کی زبانی اس کے باطل، جعلی اور جھوٹی ہونے کو ثابت کیا ہے اور دلیلوں سے واضح کیا ہے کہ متن حدیث بھی غلط اور حقیقت سے دور ہے۔ لہٰذا شاہ صاحب کا حدیث سفینہ کے مقابلے اس جعلی حدیث (نجوم) کا سہارا لے کر اصحاب میں آنحضرتؐ کے کمال علمی کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ عبقات الانوار مجلد حدیث ثقلین میں گرچہ بڑی تفصیل سے حدیث نجوم کے غلط ہونے کو ثابت کیا ہے اس کے باوجود یہاں اس کے بارے میں چند علماء اہلسنت کے نظریئے بیان کرنا فائدے سے خالی نہیں ہے۔

ابن حزم نے "الاحکام فی اصول الاحکام" کے باب ذم اختلاف میں لکھا:

"یہ بات بالکل غلط ہے کہ اختلاف رحمت ہے۔ جنھوں نے اختلاف کو رحمت کہا ہے انھوں نے آنحضرتؐ کی اس حدیث سے احتجاج کیا ہے کہ: اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کی ہدایت پاگئے)۔

ابو محمد کا بیان ہے کہ "یہ بہت ہی غلط بات ہے اس لئے کہ اگر اختلاف رحمت ہوتا تو اتفاق عذاب ہوگا جب کہ ایسا کوئی بھی مسلمان نہیں کہہ سکتا۔ رہی حدیث (اصحابی کالنجوم) تو یہ باطل، جھوٹی اور درج ذیل وجوہات کی بناء پر اہل فسق کی پیدا کی ہوئی ہے:

۱۔ صحیح سند سے یہ نقل نہیں ہوئی ہے۔

۲۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ جس سے آنحضرتؐ نے روکا ہو پھر اسی کو انجام دینے کا حکم دیں اور خود آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ ابوبکر نے تفسیر قرآن میں غلطی کی ہے، عمر آیہ ہجرت کی تاویل میں جھوٹ بولا ہے۔ اسید بن حضیر تاویل قرآن میں جھوٹ بولا ہے ---- اور یہ محال ہے کہ آنحضرتؐ ایسوں کی پیروی کا حکم دیں جن کے غلطی کرنے کو بیان کرچکے ہیں۔ بلکہ ایسا دستور خود بہت بڑی غلطی کہلائے گی جس سے دامن پیغمبرؐ پاک ہے۔

۳۔ نبیؐ غلط بات نہیں کہہ سکتے تھے بلکہ آپ کی ساری باتیں حق ہوتی تھیں اس کے مطابق ستاروں سے اصحاب کی تشبیہ دینا غلط اور واضح جھوٹ ہے اس لئے کہ جو شخص ستارۂ جدئی کے محل طلوع کی طرف جانا چاہتا ہے اگر وہ ستارۂ سرطان کے محل طلوع کی طرف جائے تو وہ ہرگز ہدایت نہیں پا سکتا بلکہ گمراہ ہو جائے گا۔ لہٰذا ہر ستارہ ہر مسیر کی ہدایت نہیں کرسکتا اور جب ایسا ہے تو تشبیہ بھی غلط ہوگی"(۱)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ ابن حزم نے کتنے طریقوں سے حدیث نجوم کو بے کار ثابت کرنے کی کوشش کی۔ سندی لحاظ سے باطل، جھوٹی، جعلی اور فاسقوں کی پیداوار بتایا۔ دلالتی اعتبار سے کہا کہ اس سے کذب پیغمبرؐ لازم آئے گا کیونکہ ایک طرف تو آنحضرتؐ بزرگ صحابہ کی غلطیوں کی نشاندہی کریں اور دوسری طرف ان ہی کی پیروی کا حکم دیں کہ ایسا کرنا خود غلط عمل کہلائے گا۔ اور آخر میں کہا کہ ہر ستارہ ہر راستے کی راہنمائی نہیں کرتا اور جب ایسا ہے تو اس طرح کی تشبیہ دینی ہی غلط ہوگی۔ ابن حزم نے اپنی اسی کتاب کے قول واحد کے حق ہونے والے باب میں نیز ابطال تقلید والے باب میں بھی حدیث نجوم کی مختلف الفاظ و اسلوب میں تضعیف کی ہے اور وہاں بھی اسے باطل، جھوٹی، جعلی اور ساقط کہا ہے۔

علامہ سبکی نے "ابھاج شرح منہاج" میں کئی جگہوں پر حدیث نجوم کی تضعیف کی ہے۔ ایک جگہ وہ حدیث:

"علیکم بسنتی و سنه الخلفاء الراشدین من بعدی" اور حدیث: "اقتدوا بالذی من بعدی ابی بکر و عمر" کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "و اجاب الامام و غیره عن الخبرین بالمعارضة بقوله: "اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم" وهو حدیث ضعیف" اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ دونوں حدیثیں حدیث اصحابی کالنجوم... کی معارض ہیں مگر حدیث نجوم ضعیف ہے۔ دوسری جگہ وہ حدیث نجوم نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "قال فیه احمد: لا یصح. ثم انه منقطع، فان ابن المسیب لم یسمع من عمر شیئا" اس کے بارے میں احمد کا کہنا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، پھر اس کی سند منقطع ہے اس لئے کہ ابن مسیب نے عمر سے کچھ بھی نہیں سنا تھا"۔

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ج۲، ص۵۵، باب۲۵۔

ابو اسحاق شاطبی نے "الموافقات" میں مدعیان اختلاف در شریعت کی دلیل، اصحابی کالنجوم... کو نقل کرنے کے بعد جواب میں لکھا:

"واما مسئله قول الصحابی فلا دلیل فیه لامرین احدهما ان ذالک من قبیل الظنیات ان سلم صحة الحدیث، علی انه مطعون فی سنده و مسئلتنا قطعیة و لا یعارض الظن القطع"(۱) رہی قول صحابی والی بات تو اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ اگر حدیث نجوم کی سند صحیح مان لی جائے تو یہ بات ظنی میں شمار ہوگی جب کہ اس کی سند ہی مطعون و ضعیف ہے اور ہماری دلیل قطعی ہے اور ظنی، قطعی کی معارض نہیں بن سکتی۔

ابن امیر الحاج حلبی نے حدیث نجوم کے جواب میں لکھا:

"علی ان الحدیث له طرق بالفاظ مختلفه و لم یصح منها شئی" (۲) حدیث نجوم متعدد سلسلۂ سند (طرق) اور مختلف الفاظ میں نقل کی گئی ہے مگر ان میں کی کوئی بھی صحیح سند کے نقل نہیں ہوئی ہے"۔

محمد بن اسمٰعیل امیر صنعانی نے رسالہ "ارشاد النقاد الی تیسیر الاجتهاد" میں لکھا:

"والخامس من ادلة المقلدین: الحدیث المشهور اصحابی کالنجوم، بایهم اقتدیتم اهتدیتم. والجواب ان الحدیث قد روی عن عمر من طرق لا یصح منها شئی. قال البزار: واما ما یروی عن النبیؐ اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم، فهذا الکلام لا یصح عن النبی" اجتہاد و تقلید والوں کی پانچویں دلیل مشہور حدیث "اصحابی کالنجوم..." ہے، مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی عمر سے متعدد طرق سے، روایت کی گئی ہے مگر کوئی بھی صحیح سند سے نقل نہیں کی گئی ہے۔ اور بزار کا کہنا ہے کہ نبیؐ سے جو یہ حدیث اصحابی کالنجوم.... نقل کی جاتی ہے تو اس کی نبیؐ کی طرف نسبت دینی صحیح نہیں ہے۔

۱۔ الموافقات، ج۴، ص۷۵، کتاب الاجتہاد۔

۲۔ التقریر والتحبیر، ج۳، ص۳۹۶، بحث اجتہاد۔

عبدالعلی بن نظام الدین انصاری نے "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" میں مسئلہ "المجتهد بعد اجتهاده ممنوع من التقليد" میں لکھا:

"قالوا: قال رسول الله صلى الله عليه و آله و اصحابه وسلم: اصحابي كالنجوم فبايهم اقتديتم اهتديتم. قلنا هذا الحديث ضعيف" اپنے مدعا پر ان لوگوں نے رسولِ خدا کی یہ حدیث اصحابی کالنجوم... پیش کی ہے مگر ہم ان کے جواب میں کہیں گے کہ یہ حدیث ضعیف ہے"۔

۱۳۔ شاہ صاحب نے لکھا: "چونکہ دریائے حقیقت کو علمی اور عملی پروں کے بغیر پار نہیں کیا جاسکتا اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دونوں پروں سے وابستہ رہے"۔

شاہ صاحب کی بات گرچہ عرفانی نظر آتی ہے مگر مکروفریب سے بھری ہوئی ہے۔ کیونکہ ان کی بنیاد، آنحضرتؐ کے کمال علم وعمل کی تفریق پر ہے اور انھوں نے آپ کے کمال علمی کا مظہر اصحاب کو اور کمال عملی کا مظہر اہلبیتؑ کو قرار دیا ہے۔ جب کہ یہ نظریہ سرے سے غلط ہے اور ہم نے اس کے پہلے ثابت کردیا ہے کہ اہلبیتؑ مجمع بحرین علم وعمل نبوی تھے۔ اور آنحضرتؐ کے کمالات علمیہ اور کمالات عملیہ دونوں ہی بہ حد کمال اہلبیتؑ میں جلوہ گر تھے بلکہ آپ نے متعدد مقامات پر دونوں ہی میں اہلبیتؑ کی پیروی کرنے کا حکم دیا تھا۔ حدیث مدینہ، حدیث ثقلین، حدیث سفینہ اور اس طرح کی اور بہت ساری حدیثیں نیز بے شمار آیتیں سب کی سب اسی مطلب کو ثابت کرتی ہیں۔ لہٰذا اگر دریائے حقیقت کو علمی اور عملی پروں کے بغیر طے کرنا ممکن نہیں ہے اور مسلمانوں کو دونوں ہی سے تمسک ضروری ہے تو یہ صرف اہلبیتؑ کی پیروی ہی کی صورت میں ممکن ہے اور جو ایسا نہ کرے اور اہلبیتؑ سے روگردانی کرے وہ اس پرندے کے مانند ہے جس کے پر ٹوٹے ہوئے ہوں کہ اس صورت میں اس کے پاس نہ علم ہوگا نہ ہی عمل۔

۱۴۔ شاہ صاحب نے لکھا: "دعاء رسالتمآبؐ کے مطابق اذن واعیہ جناب امیرالمومنین تھے"

شاہ صاحب کا یہ اعتراف حضرت علیؑ کی اعلیت پر واضح دلیل ہے اسی بات کا اعتراف بہت سارے ممتاز علماء اہلسنت نے بھی کیا ہے اور جب ایسا ہے تو شاہ صاحب کا آنحضرتؐ کے کمال علمی کو صحابہ سے چپکانا باطل کو حق پر ترجیح دینے کے مترادف ہے۔ اور چونکہ اعلیت لازمۂ خلافت ہے تو پھر خلافت بلافصل کو

حضرت علیؑ کا حق کیوں تسلیم نہیں کرتے؟

۱۵۔ شاہ صاحب نے لکھا: "حضرت امیرالمومنینؑ کو اذن واعیہ" کا مصداق اس لئے قرار دیا گیا کہ بغیر آپ کے اہلبیت کے کشتی ہونے کا تصور نہیں کیا جاسکتا"۔

مگر شاہ صاحب کی یہ بات صحیح نہیں ہے، کیونکہ جس نے بھی باغ علم وعرفان کا سیر کیا ہوگا وہ اچھی طرح جانتا ہوگا کہ خدا نے حضرت علیؑ کو آپ کی اعلیت کی بنیاد پر آیہ "قل كفىٰ بالله شهيداً بيني و بينكم و من عنده علم الكتاب" کا مصداق قرار دیا تھا اور آنحضرتؐ نے بھی اسی وجہ سے باب مدینۃ العلم کہا تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری آیتیں اور حدیثیں ہیں جو آپ کی اعلیت کی نشاندہی کرتی ہیں، لہٰذا آپ ہی اذن واعیہ کے مستحق کامل تھے۔ اور چونکہ آپ کشتی نوح کی نجات کا سبب تھے جیسا کہ حدیث مسامیر (کشتی نوح کے لئے آنے والی کیلوں) سے معلوم ہوا، نیز کشتی نوح سے آپ کو تشبیہ دی گئی تھی اس لئے کشتی نوح کے بعد اس وصف کے ساتھ آپ ہی کا ذکر کرنا مناسب تر تھا۔ رہی کشتی والی بات تو اہلبیتؑ کا ہر شخص تن تنہا کشتی تھا خواہ وہ بڑا تھا یا چھوٹا اور وہ عہد نبوی ہی میں سفینۂ نوح کے مرتبہ تک پہنچ چکا تھا اور نجات امت کا وسیلہ بن چکا تھا۔

۱۶۔ شاہ صاحب نے لکھا: "اہلبیتِ پیغمبرؐ جو اس طریق (کمال عملی) سے لائق امامت تھے وہ اس وقت چھوٹے تھے اور ان کی تربیت دوسروں کے حوالے کرنا آنحضرتؐ کی شان کے خلاف تھا، اسی لئے حضرت امیرالمومنین کو گناہوں سے نجات کے راستوں سے آگاہ کیا، انھیں امام بنایا اور اپنے کمال عملی کی تصویر بنائی تا کہ آپ بحکم ابوت (باپ ہونے کی وجہ سے) اس کمال کو اپنے صاحبزادوں تک پہنچائیں اس طرح اس کا سلسلہ قیامت تک باقی رہے"۔

شاہ صاحب کا یہ بیان حیلہ و نیرنگ سے بھرا ہوا ہے جن سے عوام تو دھوکہ کھا سکتے ہیں مگر اہل تحقیق فریب میں نہیں آسکتے۔ ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ اہلبیتؑ کو امامت کبریٰ اور خلافت عظمیٰ کا اہل نہ سمجھنا اور انھیں امامتِ طریقت میں محصور کر دینا ان پر ظلم کرنا ہے۔

۲۔ حسنینؑ کو امامتِ طریقت کا حقیقی اہل سمجھنا اور حضرت علیؑ کو ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے لائق امامت ماننا ایسا منافقانہ نظریہ ہے جس کی عہد نبوی میں بھی مثال نہیں ملتی۔

۳۔ حسنینؑ کو عہد نبویؐ میں چھوٹے ہونے کی وجہ سے امامتِ طریقت کے لائق نہ ماننا اور انھیں رسالتمآبؐ کے کمال عملی سے خالی سمجھنا ناصبیت اور جہل کی علامت ہے۔

۴۔ حسنینؑ کو عہد نبویؐ میں گناہوں سے نجات کے راستوں سے ناواقف بتانا بھی دشمنی کی نشانی ہے۔

۵۔ اس بات کا اعتراف کرنا کہ تربیت کے لئے حسنینؑ کو دوسروں کے حوالے کرنا آنحضرتؐ کی شان کے خلاف تھا مگر اسی کے ساتھ اس کا بھی اعتراف کرنا کہ خلفاء ثلاثہ حق پر تھے اور معاذ اللہ حسنینؑ ان کی رعایہ تھے جیسا کہ اہلسنت کا عقیدہ ہے تو یہ ایک کھلی گمراہی ہے۔ اس لئے کہ جب حسنینؑ کا اغیار کے زیر تربیت رہنا خلاف شان رسالتمآبؐ تھا تو ان کا اغیار کی ریاست وخلافت کے زیر دست رہنا بدرجہ اولیٰ منافی شان رسالتمآبؐ ہوگا۔ اس طرح خلافت کے بارے میں اہلسنت کا نظریہ غلط ہو جائے گا۔

۶۔ یہ کہنا کہ حضرت علیؑ کو صرف گناہوں سے نجات کے قواعد بتائے تھے اور آپ کو صرف کمال عملی کا امام بنایا تھا، غلط ہے۔ اس لئے کہ احادیث پیغمبرؐ پر نظر رکھنے والوں کے سامنے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو صرف گناہوں سے نجات کے قواعد نہیں بتائے تھے، سارے علوم ان کے حوالے کر دیئے تھے، اس بات کو عبقات الانوار مجلد حدیث مدینہ میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ نیز آپ کو صرف امام طریقت وارشاد نہیں بنایا تھا، امامت کبریٰ وزعامت عظمیٰ بھی حوالے کیا تھا اور اس کا اعلان ابتداء بعثت سے آخر عمر تک متعدد مقامات پر کیا تھا اور آپ کو صرف کمال عملی کی تصویر نہیں بنائی بلکہ سارے کمالات علمی وعملی کا مظہر اور سارے فضائل کا آئینہ بنا کر پیش کیا تھا۔ اس پر گرچہ بے شمار دلیلیں ہیں مگر آیہ مباہلہ (انفسنا و انفسکم) اور حدیث "انت منی و انا منک" سب سے واضح دلیلیں ہیں۔

۷۔ یہ کہنا کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو گناہوں سے نجات کے قواعد اس لئے بتائے تھے اور آپ کو امام اس لئے بنایا تھا نیز اپنے کمال علمی کی تصویر انھیں اس لئے بنائی تھی تا کہ آپ بہ حکم لاۃ ت (باپ ہونے کے ناطے) ان کمالوں کو اپنے صاحب زادوں (حسنینؑ) تک پہنچا دیں، یہ شاہ صاحب کی مراتب اہلبیتؑ سے عموماً اور مراتب علیؑ وحسنینؑ سے خصوصاً جہالت کی علامت ہے، اس لئے کہ محققین بخوبی جانتے ہیں کہ اہلبیتؑ بچپن میں بھی رسالتمآبؐ کے سارے کمالات علمی اور کمالات عملی رکھتے تھے اور حسنینؑ کو تو اس سلسلے میں خاص امتیاز حاصل تھا، اس بات کو والد علام نے "تشیید المطاعن" میں بڑی تفصیل سے دلیلوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لہٰذا شاہ صاحب نے اپنے خیال کے مطابق جس صورت میں حضرت علیؑ کو امام بنا

کر پیش کیا ہے اس کا حقیقت سے کوئی ربط نہیں ہے، ہاں حسنینؑ کے ہوتے ہوئے آپ اس لئے امام تھے کہ آپ دونوں سے افضل تھے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا: "الحسن و الحسین سید ا شباب اهل الجنة و ابوهما خير منهما" (۱) یعنی حسنؑ وحسینؑ (حسنینؑ) جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور ان کے باپ ان دونوں سے افضل ہیں۔ نیز بدخشی نے "مفتاح النجا" میں حافظ ابن اخضر صاحب معالم العترۃ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "هما فاضلان فی الدنيا و فاضلان فی الآخرة و ابوهما خير منهما" یہ دنیا میں بھی فضل وشرف والے ہیں اور آخرت میں بھی فاضل ہیں لیکن ان کے باپ دونوں سے افضل ہیں۔ بلکہ حسنینؑ کی امامت تو زمانہ نبیؐ میں ثابت ہے جیسا کہ پیغمبر اسلام نے فرمایا تھا: "الحسن و الحسين امامان قاما أو قعدا" (حسن وحسین امام ہیں خواہ جنگ کریں یا صلح کریں) اس کی صدیق حسن خان قنوجی نے "السراج الوهاج فی شرح صحيح مسلم" میں روایت کی ہے۔ نیز آنحضرتؐ نے امام حسینؑ سے فرمایا تھا: "انت امام ابن امام اخو امام" (۲) تم امام بھی ہو، امام کے بیٹا بھی ہو اور امام کے بھائی بھی ہو۔ ان کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں جو بارہ اماموں سے متعلق ہیں اور ان میں کچھ بیان کی جا چکی ہیں اور کچھ آئندہ بیان کی جائیں گی۔

۸۔ شاہ صاحب کا یہ کہنا کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اس لئے کمال عملی عطا کیا تھا تا کہ وہ بہ حکم لاۃ ت اس کمال کو حسنینؑ تک منتقل کر دیں مگر انھوں نے جو کیا تھا بہ حکم نبوت تھا یعنی آپ نے جو بھی عمل انجام دیا تھا وہ بہ حکم نبوی انجام دیا تھا نہ کہ باپ کی حیثیت سے۔

۹۔ شاہ صاحب کا یہ کہنا کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے توسط سے حسنینؑ تک نبیؐ کے کمال عملی اس لئے منتقل کیا تا کہ قیامت تک اس کا سلسلہ ان کے ذریعے جاری رہے تو یہ بھی نقص سے خالی نہیں ہے کیونکہ آنحضرتؐ ہرگز یہ نہیں چاہتے تھے کہ صرف کمال علمی کا سلسلہ حضرت علیؑ یا حسنینؑ کے توسط سے جاری رہے بلکہ آنحضرتؐ یہ چاہتے تھے کہ جملہ کمالات علمی وعملی بدرجۂ اتم اہلبیتؑ عصمت وطہارت میں قیامت تک باقی رہے۔ اس پر شاہد حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ ہیں۔

۱۰۔ شاہ صاحب کی یہ ساری پینترے بازیاں صرف اس لئے تھیں کہ وہ اہلبیتؑ کو امامت وخلافت

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۸۲، حدیث ۴۷۷۹، ۴۷۸۰.
۲۔ ینابیع المودۃ، باب ۵۴، ص ۱۹۸.

سے بے دخل کر دیں جس کو خود حدیث سفینہ واضح لفظوں میں ثابت کر رہی ہے اور امامت کے رخ کو طریقت کی طرف اور خلافت کے رخ کو ولایت کی طرف موڑ دیں۔ مگر وہ بھول گئے تھے کہ ان کے جال میں ہر شخص نہیں آ سکتا اور ان کی چال سمجھ لی جائے گی۔

۱۷۔ شاہ صاحب نے لکھا: ''اسی لئے آنحضرتؐ نے حضرت امیر المومنین کو ''یعسوب الدین'' (دین کا سردار) سے خطاب کیا تھا''۔

شاہ صاحب کا یہ اعتراف ان کے مذہب کے باطل ہونے اور مذہب حقہ (مذہب شیعہ) کے صحیح ہونے کے لئے کافی ہے۔ اس لئے کہ جب آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو یعسوب المومنین سے خطاب کیا تو گویا حق، حقدار تک پہنچ گیا اور آپ کی امامت وخلافت سارے مومنین پر آشکار ہو گئی۔

۱۸۔ شاہ صاحب نے لکھا: ''چونکہ حضرت امیر المومنین آغوش پیغمبرؐ میں پرورش پائے تھے اور آپ کے داماد بھی تھے نیز بچپنے سے آنحضرتؐ کے ہر کام میں شریک تھے اس لئے آپ ان کی اولاد شمار ہوتے تھے''۔

شاہ صاحب کا یہ اعتراف گرچہ حضرت علیؑ کی افضلیت تامہ اور امامت عامہ کو ثابت کر رہا ہے لیکن وہ یہاں بھی داؤ چل رہے ہیں اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو سمجھانا چاہ رہے ہیں کہ آیہ مباہلہ میں حضرت علیؑ "ابنائنا" (ہم اپنے بیٹوں کو لے کر آتے ہیں) کے مصداق تھے نہ کہ "انفسنا" (نفس پیغمبرؐ) کے۔ جیسا کہ انھوں نے تحفہ اثنا عشریہ میں آیہ مباہلہ میں حضرت علیؑ کو "ابنائنا" کا مصداق قرار دیا ہے۔ میں نے ان کے اس دعوے کو عبقات الانوار منہج اول (بحث آیات) میں جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ کیونکہ بزرگ علماء نے اعتراف کیا ہے کہ آیہ مباہلہ میں "انفسنا" سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔

۱۹۔ شاہ صاحب نے لکھا: ''حضرت امیر المومنین کو آنحضرتؐ سے جو نزدیک ترین قرابت حاصل تھی اس کی وجہ سے آپ کے قوائے روحانی رسالتمآبؐ کے قوائے روحانی جیسے تھے''۔

اس اعتراف کے مطابق حضرت علیؑ کو خلافت سے دور رکھنا اور اس منصب کے لئے ایسے کا انتخاب کرنا جو نہ آپ جیسا آنحضرتؐ سے رشتے میں قریب تھا نہ ہی اس کے قوائے روحانی اور آنحضرتؐ کے قوائے روحانی میں مناسبت تھی، قوم ومذہب پر ظلم تھا۔

۲۰۔ شاہ صاحب نے لکھا: ''جناب امیر المومنین گویا رسالتمآبؐ کے کمال عملی کی تصویر تھے جس کو

ولایت وطریقت کہتے ہیں''۔

منصف مزاج محققین بے شمار دلیلوں سے اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ حضرت علیؑ نفس پیغمبرؐ تھے اور آپ کی ذات والاصفات آنحضرتؐ کے کمالات علمیہ وعملیہ دونوں کی مظہر تھی، اسی بنیاد پر آپ وصی برحق اور آنحضرتؐ کے خلیفۂ مطلق تھے۔

۲۱۔ شاہ صاحب نے لکھا: ''رسالتمآبؐ کی دعا سے جناب امیر المومنین کی صلاحیتیں بڑھ گئی تھیں اور وہ انتہائی کمال تک پہنچ گئی تھیں''

شاہ صاحب کا یہ اعتراف بھی فتوری ہے، اس لئے کہ حضرت علیؑ کی صلاحیتوں کو محدود اور کمالات کو ولایت وطریقت میں محصور کرنا ناانصافی ہے کیونکہ آپ میں نہ یہ کہ جملہ کمالات نبوی موجود تھے بلکہ وہ سارے کمالات بدرجہ اتم آپ میں دیکھنے کو آتے تھے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے یوں تو بہت سارے دلائل ہیں مگر اس کے لئے صرف آیہ مباہلہ اور حدیث مدینہ ہی کافی ہیں۔

۲۲۔ شاہ صاحب نے آخر میں لکھا: ''جناب امیر المومنین کے کمال ولایت وطریقت کے آثار ہر طریقہ اور ہر سلسلہ کے اولیاء اللہ کے ظاہر وباطن میں ظاہر ہوئے ہیں''۔

شاہ صاحب کا یہ اعتراف گرچہ منکرین فضائل علوی کی کمر توڑ رہا ہے اور ان کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی اور ابن تیمیہ کی بے اساس باتوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینک رہا ہے، پھر بھی ان کی بات کے صرف ظاہر کو نہیں دیکھنا چاہئے اس کے باطن پر بھی نظر رکھنا چاہئے۔ وہ کمال علوی کے آثار کو صرف اولیاء اللہ کے ظاہر وباطن میں محصور کئے ہوئے ہیں جب کہ کمال علوی کے آثار عالم علوی کے ساکنین، ملائکہ مقربین، معاشر انبیاء ومرسلین اور اوصیاء رسول ونبیین میں ظاہر ہوئے تھے۔ اس بات کو عبقات الانوار مجلدات حدیث مدینہ، حدیث تشبیہ اور حدیث نور میں دلیلوں کے ساتھ بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کی اس طولانی بحث کا مقصد مسلّم فضائل اہلبیتؑ سے انکار اور داؤ پیچ سے دوسروں کو ان (اہلبیتؑ) پر مقدم کرنا تھا لیکن "یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم و اللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون" وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے۔

اہلبیتؑ ہی ستارے ہیں

شاہ صاحب پر تعجب ہوتا ہے کہ انھوں نے حدیث سفینہ کے مقابلے حدیث اصحابی کا النجوم سے تو استشہاد کیا جس کو جید علماء اہلسنت نے جھوٹی، باطل اور جعلی کہا ہے مگر اس حدیث کو ذکر نہیں کیا جس کی اصحاب نے نبیؐ سے روایت کی ہے اور اس میں اہلبیتؑ کو ستارے سے تعبیر کیا ہے اور اس کو جید علماء اہلسنت نے نقل کیا ہے ملاحظہ فرمایئے:

(۱)

اھلبیتی کا النجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم

نبیؐ کی یہ حدیث "**اھلبیتی کا النجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم**" (میرے اہلبیتؑ ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی اقتداء کی ہدایت پا گئے) صحابی پیغمبرؐ نبیط ابن شریط اشجعی کے نسخہ میں تھی جس کی بزرگ علماء اہلسنت نے عالی اسناد سے روایت کی ہے۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ بعض علماء اہلسنت نے تعصب کی بنا پر اس حدیث کو رد کرنے کی کوشش کی اور جہل یا تجاہل کی وجہ سے اس حدیث کی روایت کرنے والے نبیط صحابی کی طرف کذّاب (بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا) کی نسبت دی۔ ملاحظہ کیجئے:

۱۔ محمد طاہر فتنی لکھتے ہیں:

"**اھلبیتی کا النجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم، من نسخة نبیط الکذّاب**" (۱) میرے اہلبیت ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی اقتدا کی ہدایت پاگئے یہ حدیث نبیط کذّاب کے نسخہ (رسالہ) میں تھی۔

۱۔ تذکرۃ الموضوعات، ص ۹۸۔

۲۔ قاضی القضاۃ شوکانی لکھتے ہیں:

حدیث "**اھلبیتی کا النجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم قال فی المختصر: ھو من نسخة نبیط الکذّاب**" (۱) میرے اہلبیتؑ ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی اقتدا کی ہدایت پاگئے اس حدیث کے بارے میں المختصر میں ہے کہ یہ نبیط کذّاب کے نسخہ میں تھی۔

فتنی اور شوکانی کی عبارتوں سے اتنا ضرور معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث نبیط کے توسط سے نقل ہوئی ہے مگر ان (نبیط) کی طرف مبالغے والے صیغہ کذّاب کی جو نسبت دی وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ اور ان کے باپ شریط دونوں ہی جلیل القدر صحابی تھے اور اہلسنت سارے صحابہ کو عادل مانتے ہیں، اس اصول کے تحت ان کے ساتھ اس لفظ (کذّاب) کا استعمال اچھا نہیں لگتا۔ یہاں چند مستند علماء اہلسنت کے اقوال نقل کئے جا رہے ہیں جن میں ان کے صحابی ہونے کی تصریح ہوئی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

"**شریط بن انس بن مالک بن ھلال اشجعی، شھد حجة الوداع مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و سمع منه خطبته، و کان ردفه یومئذ ابنه نبیط بن شریط، و کلاھما مذکور فی الصحابة**" (۲) شریط بن انس بن مالک بن ہلال اشجعی حجۃ الوداع میں نبیؐ کے ساتھ تھے اور انھوں نے آنحضرتؐ کا خطبہ سنا تھا۔ وہ اپنے بیٹے نبیط بن شریط کو بھی اپنے ساتھ لائے تھے اور دونوں ہی کا صحابہ میں شمار ہوتا ہے۔

۲۔ ذہبی لکھتے ہیں:

"**شریط بن انس بن مالک بن ھلال اشجعی، جد سلمة بن نبیط، و لنبیط صحبة ایضا**" (۳) شریط بن انس بن مالک بن ہلاک اشجعی، سلمہ بن نبیط کے دادا تھے، نبیط کو بھی نبی کی صحبت کا شرف ملا تھا۔

۱۔ الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة، ص ۱۱۲۔ ۲۔ الاستیعاب، ج ۲، ص ۱۶۴۔
۳۔ تجرید الصحابة، ج ۱، ص ۲۵۷۔

۳۔ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

"شریط ابن انس بن مالک بن هلال الاشجعی والد نبیط، وله و لنبیط صحبة، قال ابن السکن:له صحبة و روایة، وهو معدود فی الکوفیین، وروی احمد من طریق نبیط بن شریط قال: انی ردیف ابی فی حجة الوداع اذ تکلم النبی صلی الله علیه وسلم، فوضعت یدی علی عاتق ابی فسمعته یقول:ان دمائکم و اموالکم علیکم حرام. الحدیث، واخرجه البغوی و ابن السکن من وجه آخر فقال: عن نبیط بن شریط عن ابیه شریط بن انس، وقال ابن السکن:لم یرو عن النبی صلی الله علیه وسلم غیرهذا الحدیث، وروی ابن منده من طریق و کیع:سمعت سلمة بن نبیط یقول: جدی من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم. و من طریق عبد الحمید الحمانی عن سلمة قال: کان ابی و جدی و عمی من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم. و هکذا اخرجه احمد فی کتاب الزهد عن الحمانی" (۱) یعنی شریط ابن انس بن مالک بن ہلال اشجعی، نبیط کے والد تھے انھیں اور نبیط کو نبی کی صحبت ملی تھی۔ابن سکن کا کہنا ہے کہ انھیں صحبت نبی بھی ملی تھی اور انھوں نے روایت بھی کی تھی۔ان کا شمار کوفیوں میں ہوتا تھا۔احمد نے نبیط بن شریط کے طریق سے روایت کی ہے کہ میں (نبیط) حجۃ الوداع میں اپنے باپ کی پشت پر کھڑا تھا کہ دیکھا نبیؐ خطبہ دے رہے ہیں۔میں نے اپنے ہاتھوں کو باپ کے کاندھوں پر رکھا اور نبی کو فرماتے سنا کہ تمہارے خون اور تمہارے مال ایک دوسرے پر حرام ہیں۔بغوی اور ابن سکن نے اسی کی دوسرے سلسلۂ سند سے روایت کی ہے اور ابن سکن کا بیان ہے کہ انھوں نے اس حدیث کے سوا کسی اور کی نبیؐ سے روایت نہیں کی ہے۔ابن مندہ نے وکیع کے طریق سے روایت کی ہے کہ میں نے سلمہ بن نبیط سے سنا کہ میرے دادا

۱۔الاصابۃ،ج۲،ص۱۴۸،نمبر۳۸۹۳۔

اصحاب نبیؐ میں تھے اور عبدالحمید حمانی نے سلمہ (ابن نبیط) سے نقل کیا ہے کہ میرے باپ (نبیط)، دادا (شریط) اور چچا اصحاب نبیؐ میں تھے۔اسی طرح احمد نے کتاب الزھد میں حمانی سے نقل کیا ہے۔

۴۔محمد مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں:

"و شریط کزبیر، والد نبیط، وهو شریط بن انس بن مالک بن هلال الاشجعی، صحابی و لابنه نبیط صحبة ایضا. و له احادیث قد جمعت فی کراسة لطیفة رویناها عن الشیوخ باسانید عالیة، روی عنه ابنه سلمة بن نبیط، وحدیثه فی سنن نسائی" (۱) شُریط، زبیر کے وزن پر ہے۔شریط، نبیط کے والد تھے جن کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: شریط بن انس بن مالک بن ہلال اشجعی، وہ صحابی تھے اور ان کے بیٹے نبیط کو بھی صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ان سے مروی حدیثیں ہیں جنہیں ایک رسالہ میں جمع کیا گیا ہے اور ان کے مشائخ حدیث سے عالی اسناد سے ہم نے روایت کی ہے۔نبیط سے ان کے بیٹے سلمہ نے روایت کی ہے اور ان کی حدیث سنن نسائی میں موجود ہے۔

۵۔ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

"نبیط ابن شریط بن انس بن مالک بن هلال الاشجعی، رای النبی و سمع خطبته فی حجة الوداع و کان ردیف ابیه یومئذ معدود فی اهل الکوفة، روی عنه ابو مالک الاشجعی و نعیم بن ابی هند و هو والد سلمة بن نبیط المحدث. اخبرنا عبد الله بن محمد، حدثنا محمد بن عثمان، حدثنا اسماعیل بن اسحق، حدثنا علی بن المدینی، قال: نبیط شریط الاشجعی قد رای النبی و سمع خطبته فی حجة الوداع" (۲) نبیط ابن شریط بن انس بن مالک بن ہلال اشجعی نے نبیؐ کو دیکھا تھا اور حجۃ الوداع میں باپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نبی کا

۱۔تاج العروس، لفظ شریط، ج۱۰، ص۳۰۸۔
۲۔الاستیعاب، ج۳، ص۵۶۴۔

خطبہ سنا تھا ان کا کوفیوں میں شمار ہوتا تھا ان سے ابو مالک اشجعی اور نعیم بن ابی ھند نے روایت کی تھی۔ وہ محدث سلمہ بن نبیط کے والد تھے۔ ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انھوں نے محمد بن عثمان سے انھوں نے اسماعیل بن اسحاق سے اور انھوں نے علی بن مدینی سے روایت کی ہے کہ نبیط شریط اشجعی نے نبی کا دیدار کیا تھا اور حجۃ الوداع میں آنحضرت کا خطبہ سنا تھا یہ وہی ابوسلمہ بن نبیط ہیں۔

۶۔ مجدالدین ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

"نبیط بن شریط هو ابو سلمة نبیط بن شریط بن انس بن مالک بن هلال الاشجعی، رای النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و سمع خطبته فی حجة الوداع و کان ردف ابیه یومئذ، و عداده فی اهل الکوفة و حدیثه عندهم، روی عنه ابنه سلمة و ابو مالک الاشجعی و نعیم بن ابی هند" (۱) نبیط بن شریط وہی ابو سلمہ نبیط بن شریط بن انس بن مالک بن ہلال اشجعی ہیں۔ انھوں نے نبیؐ کو دیکھا تھا اور حجۃ الوداع میں آپ کا خطبہ سنا تھا۔ وہاں وہ اپنے باپ کی پشت پر کھڑے تھے۔ ان کا شمار کوفیوں میں ہوتا ہے اور ان کی حدیثیں کوفیوں ہی کے پاس ہیں، ان سے ان کے بیٹے سلمہ اور ابو مالک اشجعی اور نعیم بن ابی ھند نے روایت کی ہے۔ (انھوں نے زبر سے لکھا ہے یعنی شَریط)

۷۔ عزالدین ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

"نبیط ابن شریط بن انس بن مالک بن هلال الاشجعی، یروی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، روی عنه ابنه سلمة، اخبرنا ابو القاسم یعیش بن علی باسناده الی ابی عبد الرحمن النسائی: اخبرنا عمرو بن علی، حدثنا یحییٰ عن سفیان، عن سلمة بن نبیط، عن ابیه قال: رئیت رسول اللّٰه یخطب علی جمل احمر بعرفة قبل الصلوٰة. خرجه ثلاثه" (۲) نبیط ابن شریط بن انس بن مالک

۱۔ تتمہ جامع الاصول، القسم الثانی، ص ۹۴۲، حرف نون۔ ۲۔ اسد الغابۃ، ج ۵، ص ۱۴۔

بن ہلال اشجعی نے نبیؐ سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے بیٹے نے، ہم سے ابو القاسم یعیش بن علی نے اپنے اسناد سے ابوعبدالرحمٰن نسائی سے نقل کیا اسی طرح ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، انھوں نے یحییٰ سے انھوں نے سفیان سے، انھوں نے سلمہ بن نبیط سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں (نبیط) نے رسولؐ خدا کو میدان عرفہ میں نماز سے پہلے سرخ اونٹ پر خطبہ دیتے دیکھا تھا۔

۸۔ ذہبی تجرید الصحابہ میں لکھتے ہیں:

"نبیط بن شریط بن انس الاشجعی، له احادیث و عنه ابنه سلمه فی سنن النسائی" (۱) نبیط بن شریط بن انس اشجعی کی حدیثیں ہیں جن کی ان کے بیٹے سلمہ نے روایت کی ہے اور وہ سنن نسائی میں ہیں۔ ذہبی نے الکاشف (۲) میں بھی ان کے صحابی ہونے کی تصریح کی ہے۔

۹۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

"نبیط بن شریط (باالتصغیر فیهما، لکن فی جامع الاصول و التقریب نبیط با التصغیر و شریط با التکبیر) ابن انس ابن مالک بن هلال الاشجعی، نزل الکوفة، وقع ذکره فی حدیث والده شریط وله روایة عن النبی و عن سالم بن عبید، روی عنه ابن سلمة و نعیم بن ابی هند و ابو مالک الاشجعی. قال ابن ابی حاتم: له صحبة و بقی بعد النبی زمانا" (۳) نبیط ابن شریط (دونوں تصغیر یعنی نُبیط و شُرَیط) ہیں مگر جامع الاصول اور التقریب میں صرف نُبیط کو تصغیر کہا ہے اور شریط کو زبر کے ساتھ ذکر کیا ہے) ابن انس ابن مالک بن ہلال الاشجعی، کوفہ میں رہتے تھے، ان کے والد شریط کی حدیث کے ذیل میں ان کا ذکر ہوا ہے۔

۱۔ تجرید الصحابۃ، ج ۲، ص ۱۰۴۔ ۲۔ الکاشف، ج ۳، ص ۱۹۸۔
۳۔ الاصابۃ، ج ۳، ص ۵۵۱، نمبر ۸۶۷۳۔

انھوں نے نبیؐ اور سالم بن عبید سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے بیٹے سلمہ، نعیم بن ابی ہند اور ابو مالک اشجعی نے روایت کی ہے ابن ابی حاتم کا کہنا ہے کہ ان کو صحبت نبیؐ ملی تھی اور نبیؐ کے بعد ایک زمانے تک زندہ تھے۔ ابن حجر نے تہذیب (۱) اور تقریب (۲) میں بھی ان کے صحابی ہونے کی تصریح کی ہے۔

۱۰۔ صفی الدین خزرجی لکھتے ہیں:

"نبیط بن شریط ابن انس بن مالک بن هلال الاشجعی، صحابی له حدیث، و عنه ابنه سلمه و نعیم بن ابی هند" (۳) نبیط بن شریط ابن انس بن مالک بن ہلال اشجعی صاحب حدیث اور صحابی تھے ان سے ان کے بیٹے سلمہ اور نعیم بن ابی ہند نے روایت کی ہے۔

ان عبارتوں کو دیکھنے کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ اہلسنت میں سے کوئی بھی شریط اور نبیط کے صحابی ہونے میں شک کرے گا اور ان دونوں صحابیوں کی وثاقت و عدالت میں تردید کرتے ہوئے ان کی حدیثوں کو شک کی نگاہ سے دیکھے گا۔

۱۔ تہذیب التہذیب، ج۱۰، ص۴۱۷، نمبر ۷۵۲۔

۲۔ تقریب التہذیب، ج۲، ص۱۶۰، نمبر ۷۹۸۸۔

۳۔ خلاصۃ التہذیب، ج۳، ص۱۷۲، نمبر ۷۴۷۵۔

(۲)

النجوم امان لأهل السماء و اهل بیتی امان لا هل الارض

پیغمبر اسلامؐ کی یہ حدیث بہت سارے مستند علماء اہلسنت نے نقل کی ہیں جن میں سر فہرست امام احمد بن حنبل ہیں، اکثر نے ان ہی سے روایت کی ہے جیسا کہ آنے والی روایتوں سے معلوم ہوگا۔

۱۔ احمد بن حنبل اپنی مناقب میں لکھتے ہیں:

"فیما کتب الینا محمد بن علی الحضرمی یذکر ان یوسف بن یعیش حدثهم قال: حدثنا عبد الملک بن هارون بن عنتره عن ابیه عن جده عن علی بن ابی طالب، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: النجوم امان لاهل السماء، فاذا ذهبت النجوم ذهبوا، و اهلبیتی امان لاهل الارض، فاذا ذهب اهلبیتی ذهب اهل الارض" (۱) جو مطالب محمد بن علی حضرمی نے میرے لئے لکھے اور کہا ان سے یوسف بن یعیش نے بیان کیا ان سے عبد الملک بن ہارون بن عنترہ نے بیان کیا انھوں نے اپنے باپ (ہارون) سے انھوں نے جدِ عبد الملک (عنترہ) سے اور انھوں نے علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں کہ اگر وہ نابود ہو جائیں تو آسمان والے بھی نابود ہو جائیں گے اور میرے اہلبیتؑ زمین والوں کے لئے امان ہیں کہ اگر وہ اٹھ جائیں تو زمین والے بھی ختم ہو جائیں گے۔

۲۔ محب الدین طبری لکھتے ہیں:

"عن علی علیه السلام قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: النجوم امان لاهل السماء، فاذا ذهبت النجوم ذهب اهل السماء، و اهل بیتی امان لاهل

۱۔ مناقب احمد، ص۲۹۸، حدیث ۲۶۷، ت طباطبائی ط، موسسہ محقق طباطبائی۔

الارض، فاذا ذهب اهلبیتی ذهب اهل الارض. اخرجه احمد فی المناقب"(۱) حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں کہ اگر وہ ختم ہو جائیں گے تو اہل آسمان بھی ختم ہو جائیں گے اور میرے اہلبیتؑ اہل زمین کے لئے امان ہیں کہ اگر وہ نہ رہیں تو اہل زمین بھی نہیں رہیں گے۔ اس کی احمد نے اپنی مناقب میں روایت کی ہے۔

۳۔ ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی "ھدایۃ السعداء" میں لکھتے ہیں:

"تیسواں جلوہ: اہلبیتؑ کا ایک شرف یہ ہے کہ محمد مصطفیؐ نے انھیں امان اور شفیع کہا ہے، چنانچہ "الاربعین" میں ہے کہ محمد مصطفیؐ نے فرمایا: اولادی امان لاهل الارض و شفیع یوم القیامة۔ یعنی میری اولاد اہل زمین کے لئے امان ہیں اور جب تک وہ دنیا میں رہیں گے عذاب نازل نہیں ہوگا اور قیامت کے دن وہ شفاعت کریں گے۔ اور "شرف النبوۃ" میں ہے: النجوم امان لاهل السماء و اهل بیتی امان لاهل الارض، فاذا ذهبت النجوم اتی لاهل السماء ما یوعدون، و اذا ذهب اهلبیتی اتی لاهل الارض ما یوعدون" یعنی ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیتؑ زمین والوں کے لئے امان ہیں۔ اب اگر ستارے ہٹ جائیں تو آسمان والوں پر وہ عذاب نازل ہو جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور اگر میرے اہلبیتؑ ہٹ جائیں تو زمین والوں پر وہ عذاب نازل ہو جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور قیامت کے دن میری اولاد شفیع ہوگی"۔

۴۔ حافظ سخاوی لکھتے ہیں:

"و عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: النجوم امان لاهل السماء، فاذا ذهب النجوم ذهب اهل السماء، واهلبیتی امان لاهل الارض، فاذا ذهب اهلبیتی ذهب اهل الارض، اخرجه

۱۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۱۷، ذکر انهم امان لأمة محمد (ص).

احمد فی "المناقب" و ذکره الدیلمی و ابنه معاً بلا اسناد" (۱) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں اگر ستارے ختم ہو جائیں تو اہل آسمان بھی ختم ہو جائیں گے اور میرے اہلبیت اہل زمین کے لئے امان ہیں کہ اگر میرے اہلبیتؑ چلے جائیں تو اہل زمین کا بھی وجود ختم ہو جائے گا۔ اس کی احمد نے اپنی مناقب میں روایت کی ہے اور اس کو دیلمی اور ان کے بیٹے نے (اپنی کتابوں میں) بغیر ذکر سند کے نقل کیا ہے۔

۵۔ سمہودی لکھتے ہیں:

"و عن علی رضی الله عنه، قال: قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم، النجوم امان لاهل السماء فاذا ذهب النجوم ذهب اهل السماء، واهل بیتی امان لاهل الارض فاذا ذهب اهل بیتی ذهب اهل الارض. اخرجه احمد فی المناقب" (۲) علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: آسمان والوں کو امان ستاروں سے ہے کہ اگر ستارے ختم ہو جائیں تو آسمان والے بھی ختم ہو جائیں گے اور میرے اہلبیت امان ہیں زمین والوں کے لئے کہ اگر میرے اہلبیتؑ نہ رہیں تو زمین والے بھی نہیں رہیں گے۔ اس کی احمد نے اپنی مناقب میں روایت کی ہے۔

۶۔ ابن حجر مکی "صواعق" میں مناقب اہلبیتؑ کی ساتویں آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"و فی اخری لاحمد: فاذا ذهب النجوم ذهب اهل السماء، واذا ذهب اهلبیتی ذهب اهل الارض" (۳) احمد سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ ستاروں کے ختم ہونے سے آسمان والے ختم ہو جائیں گے اور اہلبیت کے جانے سے زمین والے نابود

۱۔ استجلاب ارتقاء الغرف، ج ۲، باب ۶، ص ۴۴۷، حدیث ۲۱۱۔
۲۔ جواهر العقدین، ج ۲، القسم الثانی، ص ۱۱۹۔
۳۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۱۵۲۔

ہوجائیں گے۔ابن حجر اسی صواعق میں سخاوی کی کتاب مناقب اہلبیت کی تلخیص کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"وفی روایة لاحمد وغیره:النجوم امان لاهل السماء، فاذا ذهبت النجوم ذهب اهل السماء، واهل بیتی امان لاهل الارض فاذا ذهب اهل بیتی ذهب اهل الارض" (۱) کمال الدین جہرمی نے "براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ" میں مذکورہ حدیثوں کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔

۷۔شیخ بن عبدروس یمنی "العقد النبوی" میں لکھتے ہیں:

"وقال الشریف السمهودی فی معنی قوله صلی الله علیه وسلم:النجوم امان لاهل السماء و اهل بیتی امان لا هل الارض، فاذا هلک اهل بیتی جاء اهل الارض من الآیات ما کانوا یوعدون. قال: ویحتمل.وهو الاظهر عندی. انّ کونهم اماناً للامة اهل البیت مطلقاً و ان الله لما خلق الدنیا باسرها من اجل النبی جعل دوامها بدوامه و دوام اهلبیته، فاذا انقضوا طوی بساطها" شریف سمہودی نے آنحضرتؐ کی اس حدیث:النجوم امان لاهل السماء و اهل بیتی امان لاهل الارض فاذا هلک اهلبیتی جاء اهل الارض من الآیات ما کانوا یوعدون" کی شرح میں لکھا ہے کہ اہلبیت بہ طور مطلق امت کے لئے امان ہیں کیونکہ جب خدا نے دنیا کو نبیؐ کے لئے خلق کیا تو اس کی بقا آنحضرتؐ کی بقا اور اہلبیتؑ کی بقا پر رکھی۔اب اگر اہل بیت نہ رہیں تو زمین کا بھی کایا پلٹ جائے گا۔

۸۔ملا علی قاری حدیث سفینہ کی شرح کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"و یؤیده ما اخرجه احمد فی المناقب عن علی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم النجوم امان لاهل السماء فاذا ذهبت النجوم ذهب اهل السماء، و اهل بیتی امان لا هل الارض فاذا ذهب اهل بیتی ذهب اهل

۱۔الصواعق المحرقۃ،ص۲۳۵،باب الامان ببقائهم.

الارض" (۱) اسی حدیث (سفینہ) کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کی احمد (بن حنبل) نے اپنی مناقب میں (حضرت) علی سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں کہ جب وہ ستارے ختم ہوجائیں گے تو اہل آسمان بھی ختم ہوجائیں گے اور میرے اہلبیت اہل زمین کے لئے امان ہیں کہ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوجائیں گے تو اہل زمین کا بھی وجود ختم ہوجائے گا۔

۹۔احمد بن فضل مکی "وسیلۃ المآل" میں لکھتے ہیں:

"عن سیدنا علی کرم الله وجهه و رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم النجوم امان لاهل السماء و اهلبیتی امان لاهل الارض، فاذا ذهب اهلبیتی ذهب اهل الارض اخرجه احمد بن حنبل فی المناقب" سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ستارے آسمان کے باشندوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت زمین کے باشندوں کے لئے امان ہیں۔لہٰذا جب میرے اہلبیت رخصت ہوجائیں گے تو زمین کے باشندے بھی دکھائی نہیں دیں گے۔ اس کی احمد بن حنبل نے اپنی مناقب میں روایت کی ہے۔

۱۰۔محمد بن ابی بکر شلی حضرمی نے "المشرع الروی" میں لکھا:

"و قال صلی الله علیه وسلم: النجوم امان لاهل السماء و اهل بیتی امان لاهل الارض فاذا هلک اهل بیتی جاء اهل الارض من الآیات ما کانوا یوعدون. و قال صلی الله علیه وسلم:النجوم امان لاهل السماء، فاذا ذهب النجوم ذهب اهل السماء و اهلبیتی امان لاهل الارض فاذا ذهب اهلبیتی ذهب اهل الارض" آنحضرتؐ نے فرمایا:اہل آسمان کے لئے ستارے امان ہیں اور اہل زمین کے لئے میرے اہلبیت امان ہیں۔اگر میرے اہلبیت اس دنیا سے رخصت ہوجائیں تو اہل زمین کو ان آیات الٰہی کا سامنا ہوگا جن کا وعدہ کیا گیا ہے۔

۱۔المرقاۃ،ج۱۱،ص۳۲۷،شرح حدیث ۶۱۸۳۔

۱۱۔محمود شیخانی قادری ''صراط سوی'' میں لکھتے ہیں:

''و عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم النجوم امان لاھل السماء فاذا ذھب النجوم ذھب اھل السماء و اھلبیتی امان لاھل الارض فاذا ذھب اھلبیتی ذھب اھل الارض. اخرجہ احمد فی المناقب'' علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: آسمان والوں کے لئے ستارے امان ہیں کہ اگر ستارے ختم ہوجائیں تو آسمان والے بھی ختم ہوجائیں گے اور میرے اہلبیت زمین والوں کے لئے امان ہیں کہ اگر میرے اہلبیت نہ رہیں گے تو زمین والے بھی نہیں رہیں گے اس کی احمد نے اپنی مناقب میں روایت کی ہے۔

۱۲۔محمد بن اسماعیل امیر صنعانی ''روضہ ندیہ'' میں لکھتے ہیں:

''واخرج احمد فی المناقب من حدیث علی قال: قال رسول اللہ (صلعم) النجوم امان لاھل السماء و اھلبیتی امان لاھل الارض، فاذا ذھب اھلبیتی ذھب اھل الارض'' احمد نے اپنی مناقب میں احادیث علی سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ستارے آسمان کے باشندوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت زمین کے باشندوں کے لئے امان ہیں اب اگر میرے اہلبیت نہ رہیں گے تو اہل زمین بھی نہیں رہیں گے۔

۱۳۔محمد بن علی صبان مصری ''اسعاف الراغبین'' میں لکھتے ہیں:

''وفی اخریٰ لاحمد: اذا ذھب النجوم ذھب اھل السماء و اذا ذھب اھلبیتی ذھب اھل الارض'' اور دوسری روایت مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ اگر ستارے ختم ہوجائیں گے تو اہل آسمان بھی ختم ہوجائیں گے اور اگر میرے اہلبیت نہ رہیں گے تو اہل زمین بھی نہیں رہیں گے۔

۱۴۔عجیلی نے ''ذخیرۃ المآل'' میں اس شعر: امان اھل الارض مما یوعد، مثل النجوم فی السماء تقد کی شرح میں لکھا:

''و فی روایۃ: اھلبیتی امان لاھل الارض فاذا ھلک اھل بیتی جاء اھل

الارض من الآیات ما یوعدون، و فی روایۃ: اذا ذھب النجوم ذھب اھل السماء و اذا ذھب اھلبیتی ذھب اھل الارض'' آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ میرے اہلبیت اہل زمین کے لئے امان ہیں کہ اگر وہ اس دنیا سے اٹھ جائیں تو زمین والوں پر وہ عذاب نازل ہو جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔اور دوسری روایت میں ہے کہ اگر ستارے نہ رہیں تو آسمان والے نہ رہیں اور اگر میرے اہلبیت اٹھ جائیں تو اہل زمین بھی ختم ہوجائیں گے۔

۱۵۔مولوی ولی اللہ لکھنوی ''مرآۃ المومنین'' میں فضائل اہلبیتؑ سے متعلق پانچویں آیت کے ذیل میں چند حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''وایضاً: و اھلبیتی امان لاھل الارض فاذا ھلک اھلبیتی جاء اھل الارض من الآفات ما کانوا یوعدون، وفی روایۃ اخریٰ:فاذا ذھب النجوم ذھب اھل السماء، و اذا ذھب اھل البیت ذھب اھل الارض'' اور آنحضرتؐ کی یہ حدیث بھی ہے کہ میرے اہلبیت زمین والوں کے لئے امان ہیں، اب اگر میرے اہلبیت اس دنیا سے رخصت ہوجائیں تو زمین والوں کو وہ آفتیں (عذاب) اپنی لپیٹ میں لے لیں گی جن کا وعدہ کیا گیا ہے۔اور دوسری روایت میں ہے کہ اگر ستارے نہ رہیں تو آسمان والے نہ رہیں گے اور اگر اہلبیتؑ نہ رہیں تو زمین والے نہیں رہیں گے۔

۱۶۔احمد بن زینی دحلان لکھتے ہیں:

''وفی روایۃ للامام احمد: فاذا ذھبت النجوم ذھب اھل السماء، و اذا ذھب اھلبیتی ذھب اھل الارض و فی روایۃ: فاذا ھلک اھلبیتی جاء اھل الارض من الآیات ما کانوا یوعدون'' (۱) امام احمد نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر ستارے ختم ہوجائیں تو آسمان والے ختم ہوجائیں گے اور اگر میرے اہلبیت نہ رہیں تو زمین والے بھی نابود ہوجائیں گے اور دوسری روایت میں اس جملے کا بھی اضافہ ہے کہ اہلبیت کے نہ ہونے کی صورت میں اہل زمین پر وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

۱۔الفتح المبین، برحاشیہ سیرۂ نبویہ، ج۲،ص۲۷۹۔

۱۷۔ شیخ سلیمان بلخی لکھتے ہیں:

"الباب الثالث في بيان ان دوام الدنيا بدوام اهل بيته صلى الله عليه و عليهم، و بيان انهم سبب لنزول المطر و النعمة، و بيان فضائلهم: اخرج احمد في المناقب عن علي كرم الله وجهه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: النجوم امان لاهل السماء، فاذا ذهبت النجوم ذهب اهل السماء، و اهل بيتي امان لا هل الارض فاذا ذهب اهل بيتي ذهب اهل الارض. ايضاً اخرجه ابن احمد في زيادات المسند و الحمويني في فرائد السمطين عن علي كرم الله وجهه. ايضاً اخرجه الحاكم عن محمد الباقر عن ابيه عن جده عن علي رضي الله عنهم. و اخرجه احمد عن انس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: النجوم امان لاهل السماء و اهل بيتي امان لاهل الارض، فاذا ذهب اهل بيتي جاء اهل الارض من الآيات ما كانوا يوعدون. و قال احمد: ان الله خلق الارض من اجل النبي صلى الله عليه وسلم، فجعل دوامها بدوام اهل بيته و عترته صلى الله عليه وسلم" (۲) تیسرا باب اس بارے میں ہے کہ دنیا کی بقا آنحضرتؐ کے اہلبیت کی بقا سے ہے اور وہی بارش اور نعمتوں کے نزول کا سبب ہیں نیز اس باب میں ان (اہلبیتؑ) کے فضائل بھی بیان کئے جائیں گے۔ چنانچہ احمد نے اپنی مناقب میں علی کرم اللہ وجھہ سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے باعث امان ہیں کہ اگر ستارے نہ ہوں تو آسمان والے بھی نہیں رہیں گے اور میرے اہلبیتؑ زمین والوں کے لئے باعث امان ہیں کہ اگر وہ نہ رہیں تو زمین والے بھی نہیں رہیں گے۔ اسی کی ابن احمد (عبداللہ بن احمد بن حنبل) نے "زیادات المسند" میں، حموینی نے "فرائد السمطین" میں علی کرم اللہ وجھہ

۱۔ ینابیع المودۃ، باب ۳، ص ۲۲۔۲۱۔

سے نیز حاکم نے محمد باقر (علیہ السلام) سے انھوں نے اپنے والد (امام زین العابدینؑ) سے انھوں نے اپنے والد (امام حسینؑ جد امام محمد باقرؑ) سے اور انھوں نے علی رضی اللہ عنھم سے روایت کی ہے۔ اور احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے امان کا سبب ہیں اسی طرح میرے اہلبیتؑ اہل زمین کے لئے امان کا سبب ہیں۔ اب اگر میرے اہلبیتؑ نہ رہیں تو اہل زمین اس عذاب کا شکار ہوں گے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور احمد کا کہنا ہے کہ خدا نے زمین کو نبی کی وجہ سے خلق کیا اور اس کی بقاء اہلبیت کی، بقا پر رکھی۔

نیز بلخی لکھتے ہیں:

"اخرج الحمويني عن ابي سعيد الخدري قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اهل بيتي امان لاهل الارض كما ان النجوم امان لاهل السماء. ايضاً: اخرجه الحاكم عن قتاده عن عطا عن ابن عباس. اخرج الحاكم عن جابر بن عبد الله و ابي موسىٰ الاشعري و ابن عباس رضي الله عنهم قالوا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: النجوم امان لاهل السماء و اهل بيتي امان لاهل الارض، فاذا ذهبت النجوم ذهب اهل السماء، واذا ذهب اهل بيتي ذهب اهل الارض" (۱) حموینی نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اہلبیت زمین والوں کے لئے اسی طرح باعث امان ہیں جس طرح ستارے آسمان والوں کے لئے باعث امان ہیں، اسی کی حاکم نے قتادہ سے انھوں نے عطا سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ اور حاکم نے جابر بن عبد اللہ، ابوموسیٰ اشعری اور ابن عباس رضی اللہ عنھم سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ اب اگر ستارے نابود ہو جائیں تو اہل آسمان نابود ہو جائیں گے اور اگر میرے اہلبیت نہ رہیں تو اہل زمین بھی نہیں رہیں گے۔

۱۔ ینابیع المودۃ، باب ۳، ص ۲۲۔

وہی ذخائر العقبیٰ سے اس طرح نقل کرتے ہیں:

"وعن علی مرفوعاً:النجوم امان لاهل السماء فاذا ذهبت النجوم ذهب اهل السماء و اهلبيتي امان لاهل الارض، فاذا ذهب اهل بيتي ذهب اهل الارض. اخرجه احمد في المناقب" (۱) اور (حضرت) علی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے امان کا وسیلہ ہیں کہ اگر ستارے ختم ہوجائیں تو آسمان والے بھی ختم ہوجائیں گے اور میرے اہلبیت زمین والوں کے لئے امان کا وسیلہ ہیں کہ اگر وہ نہ رہیں تو زمین والے بھی نظر نہیں آئیں گے۔ اس کی احمد نے اپنی مناقب میں روایت کی ہے۔

بلخی ہی "صواعق محرقہ" سے نقل کرتے ہیں:

"وفي رواية:و اهلبيتي امان لاهل الارض فاذا هلك اهلبيتي جاء اهل الارض من الآيات ما كانوا يوعدون. و في اخرىٰ لاحمد:النجوم امان لاهل السماء و اهلبيتي امان لاهل الارض فاذا ذهب النجوم ذهب اهل السماء و اذا ذهب اهلبيتي ذهب اهل الارض" (۲) اور ایک روایت میں ہے کہ میرے اہلبیت زمین کے لئے امان کا ذریعہ ہیں کہ اگر وہ نہ رہیں تو زمین والوں پر وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور دوسری روایت میں ہے جس کو احمد نے نقل کیا ہے کہ ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت اہل زمین کے لئے، پس اگر ستارے ختم ہوجائیں تو اہل آسمان بھی ختم ہوجائیں گے اور اگر میرے اہلبیت نہ ہوں تو زمین والے نابود ہوجائیں گے۔

۱۔ ینابیع المودۃ باب ۵۶، ص ۲۲۶.

۲۔ ینابیع المودۃ، باب ۵۹، ص ۳۵۷.

(۳)

النجوم امان لاهل السماء و اهل بيتي امان لامتي

پیغمبر اسلام کی اس حدیث کو بھی بہت سارے بزرگ علماء اہلسنت نے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ محب الدین طبری لکھتے ہیں:

"ذكر انهم امان لامة محمد (صلعم): عن اياس بن سلمه عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: النجوم امان لاهل السماء و اهل بيتي امان لامتي، اخرجه ابو عمرو الغفاري" (۱) بیان کیا جاتا ہے کہ اہلبیت امت محمدؐ کے لئے امان کا باعث ہیں چنانچہ راوی نے ایاس ابن سلمہ سے اور اس نے اپنے باپ (سلمہ) سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے باعث امان ہیں اور میرے اہلبیتؑ میری امت کے لئے امان کا باعث ہیں۔ اس کی ابوعمر اور غفاری نے روایت کی ہے۔

۲۔ ابوالجامع ابراہیم بن محمد حموئی لکھتے ہیں:

"حدثنا الامام الاطهر قطب الدين المرتضىٰ بن محمود بن محمد بن محمد الحسني اجازةً في شهور سنة احدى و سبعين و ستمائة بهمدان، قال: انبانا والدي رح: و اخبرنا الامام مجد الدين ابو الحسن محمد بن يحيىٰ بن حسن كرخي بقرائتي عليه، ظاهر قرية قهود وهي التي تدعى قلعة سقور، قال: انبانا جدي لامي مجد الدين ابو محمد عبد الرحمن بن الامام مجد

۱۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۱۷، ذکر انهم امان لامة محمد (ص).

الدين ابي القاسم عبد الله بن حيدر، انبانا جمال الاسلام ابو المحاسن علي بن الفضل الفارمدي، قال: انبانا والدي شيخ الاسلام ابو علي الفضل بن علي بن محمد فارمدي، قال: انبانا الامام ابو القاسم عبد الله بن علي شيخ وقته المشار اليه في الطريقة و متقدم اهل الاسلام و الشريعة، قال: انبانا ابو زيد عبد الرحمن بن محمد بن احمد يوم الثلثاء السابع من شوال سنة ست و اربعمائة: نبانا ابو العباس محمد بن يعقوب الاصم: نبانا محمد بن سنان القزاز: نبانا موسىٰ بن عبيده: نبانا اياس بن سلمة بن الاكوع عن ابيه ان رسول الله (ص) قال: النجوم امان لاهل السماء و اهلبيتي امان لامتي" (۱)

یعنی حموئی نے مذکورہ بالا اسناد سے ایاس بن سلمہ بن اکوع سے اور اس نے اپنے باپ (سلمہ) سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے باعث امان ہیں اور میرے اہلبیتؑ میری امت کے لئے باعثِ امان ہیں۔

۳۔ جمال الدین زرندی لکھتے ہیں:

"وورد عنه صلى الله عليه وسلم انه قال: النجوم امان لاهل السماء و اهل بيتي امان لامتي، و في رواية امان لاهل الارض" (۲) آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ (اہلبیتؑ) زمین والوں کے لئے امان ہیں۔

۴۔ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

"النجوم امان لاهل السماء و اهلبيتي امان لامتي"[ع] عن سلمة بن الاكوع" (۳) ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیتؑ میری امت کے

۱۔ فرائد السمطین، ج۲، ص۲۴۱، حدیث ۵۱۵۔
۲۔ نظم درر السمطین، ص۲۳۴، ذکر وصاۃ رسول اللہ (ص)۔
۳۔ الجامع الصغیر، ص۵۵۷، حدیث ۹۳۱۲۔

لئے امان ہیں اس کی ابویعلی [ع] نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے۔ اس حدیث کے آگے رمز [ح] ہے یعنی یہ حدیث سیوطی کی نظر میں حسن ہے۔

۵۔ ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

"الحديث الثاني عشر. اخرج ابو يعلى عن سلمة بن الاكوع ان النبي قال: النجوم امان لاهل السماء، و اهلبيتي امان لامتي" (۱) فضائل اہلبیتؑ میں بارہویں حدیث یہ ہے جس کی ابویعلی نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان کا باعث ہیں۔

اس کا کمال الدین جہرمی نے "براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ" میں ترجمہ کیا ہے۔

۶۔ ملا متقی ھندی لکھتے ہیں:

"النجوم امان لاهل السماء و اهلبيتي امان لامتي [ع] عن سلمة بن الاكوع" (۲) ستارے آسمان والوں کے لئے اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں اس کی ابویعلی (ع) نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

"النجوم امان لاهل السماء و اهلبيتي امان لامتي "ش" و مسددو الحكيم. "ع طب". و ابن عساكر عن سلمه بن الاكوع" (۳) ستارے آسمان والوں کے لئے اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے باعث امان ہیں۔ اس کی ابن ابی شیبہ، مسدد، حکیم، ابویعلی، طبرانی اور ابن عساکر نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے۔

۱۔ الصواعق المحرقہ، ص۱۸۷۔
۲۔ کنز العمال، ج۱۲، ص۹۴، حدیث ۳۴۱۵۵۔
۳۔ کنز العمال، ج۱۲، ص۱۰۱، حدیث ۳۴۱۸۸۔

۷۔ احمد بن فضل مکی "وسیلۃ المآل" میں لکھتے ہیں:

"وعن ایاس بن سلمة عن ابیه، قال، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: النجوم امان لاهل السماء و اهلبیتی امان لامتی. اخرجه ابو عمر و الغفاری و مسدّد و ابن ابی شیبة و ابو یعلی فی مسانید هم و الطبرانی" ایاس بن سلمہ نے اپنے باپ (سلمہ) سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: آسمان والوں کے لئے ستارے اور میری امت کے لئے میرے اہلبیتؑ امان ہیں۔ اس کی ابوعمر وغفاری، مسدد، ابن ابی شیبہ اور ابویعلی نے اپنے مسانید میں اور طبرانی نے روایت کی ہے۔

۸۔ علی عزیزی نے "سراج منیر شرح جامع الصغیر" میں اس حدیث کو نقل کر کے اس کی شرح کی اور کہا اس کی سند حسن ہے۔(۱)

۹۔ مرزا محمد معتمد خان بدخشی "مفتاح النجا" میں لکھتے ہیں:

"و اخرج الحفاظ ابو بکر عبد الله بن محمد بن ابی شیبة العبسی الکوفی، و ابو الحسن مسدّد بن مسرهد الاسدی البصری فی مسند یهما، و ابو عبد الله محمد بن علی الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول، و ابو یعلی احمد بن علی تمیمی الموصلی فی مسنده، و الطبرانی فی الکبیر، و ابن عساکر عن ایاس ابن سلمة بن الاکوع عن ابیه رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: النجوم امان لاهل السماء و اهل بیتی امان لامتی" حافظان حدیث ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی کوفی اور ابوالحسن مسدد بن مسرهد اسدی بصری نے اپنی اپنی مسند میں، ابوعبداللہ محمد بن علی حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابویعلی احمد بن علی تمیمی موصلی نے اپنی مسند میں، طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور ابن عساکر نے ایاس بن سلمہ بن اکوع سے اور اس نے اپنے باپ (سلمہ) سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے اور میرے اہلبیتؑ میری امت کے لئے باعث امان ہیں۔

۱۔ السراج المنیر، ج۳، ص۳۸۸.

۱۰۔ محمد صدر عالم دہلوی "معارج العلی" میں لکھتے ہیں:

"الآیة الرابعة، قال الله تعالی: و ما کان الله لیعذبهم و انت فیهم. اشار صلی الله علیه وسلم الی وجود ذالک المعنی فی اهلبیته انهم امان لاهل الارض کما کان هو صلی الله علیه وسلم اماناً لهم و فی ذالک احادیث کثیره، منها ما اخرج ابن ابی شیبة و مسدّد و ابو یعلی و الطبرانی و ابن عساکر عن ایاس بن سلمة ابن الاکوع عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: النجوم امان لاهل السماء و اهل بیتی امان لامتی" چوتھی آیت جس میں ارشاد الٰہی ہو رہا ہے کہ اللہ ان پر اس وقت تک عذاب نہ کرے گا جب تک آپ (پیغمبر اسلامؐ) ان کے درمیان ہیں (انفال/۳۳) آنحضرتؐ اس بات کو اہلبیت کے وجود میں یہ کہہ کر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ (اہلبیتؑ) زمین والوں کے لئے اسی طرح باعث امان ہیں جس طرح آنحضرتؐ تھے۔ اس بارے میں بہت زیادہ حدیثیں ہیں کہ ان ہی میں ایک وہ حدیث ہے جس کو ابن ابی شیبہ، مسدد، ابویعلی، طبرانی اور ابن عساکر نے ایاس بن سلمہ بن اکوع سے اور اس نے اپنے باپ (سلمہ) سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان کا وسیلہ ہیں۔

۱۱۔ محمد بن اسماعیل بن صلاح امیر صنعانی "روضہ ندیہ" میں لکھتے ہیں:

"واخرج ابو عمرو الغفاری عن ایاس بن سلمه عن ابیه قال قال رسول الله صلعم: النجوم امان لاهل السماء و اهل بیتی امان لامتی" ابوعمرو غفاری نے ایاس بن سلمہ سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: اہل آسمان کے لئے ستارے اور میری امت کے لئے میرے اہلبیت امان ہیں۔

۱۲۔ عجیلی "ذخیرۃ المآل" میں اس شعر: امان اهل الارض مما یوعد، مثل النجوم فی السماء تقد کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وفی ذالک احادیث کثیره منها: النجوم امان لاهل السماء و اهل بیتی

امـان لامتی" اس بارے میں بہت زیادہ حدیثیں ہیں ان میں ایک یہ ہے: ستارے آسمان والوں کے لئے اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان کا باعث ہیں۔

۱۳۔مولوی مبین لکھنوی "وسیلۃ النجاۃ" میں تحریر کرتے ہیں:

"وعن تبویب الجامع الصغیر عن ابن عساکر عن علی: النجوم امان لاھل السماء و اھل بیتی امان لامتی" تبویب جامع صغیر میں ابن عساکر کے توسط سے (حضرت) علی سے مروی ہے کہ (آنحضرتؐ نے فرمایا) آسمان والوں کے لئے ستارے اور میری امت کے لئے میرے اہلبیت باعث امان ہیں۔

۱۴۔محمد سالم بن سلام اللہ دہلوی بخاری نے رسالہ "اصول الایمان" کی پانچویں فصل میں ابوسعید کی کتاب "شرف النبوۃ" سے ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا:

"نیز مروی ہے کہ آنحضرتؐ آفتاب فضل وکمال اور آپ کے اہلبیت ستاروں کے مانند ہیں۔
چنانچہ آنحضرتؐ (ص) نے فرمایا: النجوم امان لاھل السماء و اھل بیتی امان لامتی"

۱۵۔ولی اللہ لکھنوی "مرآۃ المومنین" میں تحریر کرتے ہیں:

"الآیۃ الخامسۃ قولہ تعالی: وما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم. فی الصواعق: اشار صلی اللہ علیه وسلم الی وجود ذالک المعنی فی اھلبیته فانھم امان لارض کما کان ھو صلی اللہ علیه وسلم امانا لھم. قال صلی اللہ علیه وسلم: النجوم امان لاھل السماء و اھلبیتی امان لامتی" پانچویں آیت جس میں ارشاد الٰہی ہورہا ہے کہ خدا اس وقت تک ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا جب تک آپ (پیغمبرؐ اسلام) ان کے درمیان ہیں (انفال/۳۳) چنانچہ صواعق محرقہ میں ہے کہ آنحضرتؐ اسی بات کو اہلبیتؑ کے لئے بھی ثابت کرنا چاہ رہے تھے کیونکہ وہ (اہلبیتؑ) بھی زمین کے لئے اسی طرح باعث امان ہیں جس طرح آنحضرتؐ تھے، اسی کو آپ نے یوں بیان فرمایا کہ ستارے اہل آسمان کے لئے اور اہلبیت میری امت کے لئے امان کا باعث ہیں۔

۱۶۔احمد زینی دحلان الفتح المبین برحاشیہ سیرۂ نبویہ میں لکھتے ہیں:

"اخرج ابو یعلی عن سلمة بن الاکوع رضی اللہ عنه ان النبی قال: النجوم امان لاھل السماء و اھل بیتی امان لامتی من الاختلاف" ابویعلی نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کو اختلاف سے بچانے کا وسیلہ ہیں۔

۱۷۔سلیمان بلخی لکھتے ہیں:

"اخرج الحموینی عن سلمة بن الاکوع عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: النجوم امان لاھل السماء و اھل بیتی امان لامتی" (۱) حموینی نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: آسمان والوں کے لئے ستارے امان ہیں اور میری امت کے لئے میرے اہلبیت امان ہیں۔

بلخی ہی لکھتے ہیں:

"و فی نوادر الاصول عن سلمة بن الاکوع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: النجوم امان لاھل السماء و اھلبیتی امان لامتی. وفی الصواعق: النجوم امان لاھل السماء و اھلبیتی امان لامتی. اخرجه جماعة" (۲) اور نوادر الاصول میں سلمہ بن اکوع سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں۔اور صواعق محرقہ میں ہے کہ ستارے اہل آسمان کے لئے اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں اس حدیث کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

۱۔ینابیع المودۃ باب۳، ص۲۲.

۲۔ینابیع المودۃ باب۳، ص۲۲.

نیز وہ جامع صغیر سے نقل کرتے ہیں:

"النجوم امان لاهل السماء و اهل بیتی امان لامتی. لابی یعلی عن سلمة بن الاکوع" (۱) ستارے اہل آسمان کے لئے اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں۔اس کی ابویعلی نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے۔

وہی ذخائر العقبیٰ سے نقل کرتے ہیں:

"وعن ایاس بن سلمة عن ابیه مرفوعاً: النجوم امان لاهل السماء و اهلبیتی امان لامتی. اخرجه ابو عمر و الغفاری" (۲) ایاس بن سلمہ نے اپنے باپ (سلمہ) سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: آسمان والوں کے لئے ستارے امان ہیں اور میری امت کے لئے میرے اہلبیتؑ امان ہے۔اس کی ابوعمر وغفاری نے روایت کی ہے۔

نیز وہ صواعق محرقہ سے نقل کرتے ہیں:

"الآیة السابعة: و ما کان اللّٰه لیعذبهم و انت فیهم. اشار صلی اللّٰه علیه وسلم الی وجود ذالک المعنی فی اهلبیته، و انهم امان لاهل الارض کما کان صلی اللّٰه علیه وسلم اماناً لهم. و فی ذالک احادیث کثیرہ منها: النجوم امان لاهل السماء و اهل بیتی امان لامتی. اخرجه جماعة" (۳) ساتویں آیت جب تک آپ (پیغمبرؐ) ان کے درمیان ہیں خدا ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا (انفال/۳۳) کا مصداق آنحضرتؐ اہلبیت کو بتانا چاہ رہے تھے اور ثابت کرنا چاہ رہے تھے کہ جس طرح آپ امت کے لئے امان تھے اسی طرح اہلبیت بھی امان ہیں چنانچہ فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے۔اس کی محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔بلخی فضائل اہل بیت میں وارد

۱۔ ینابیع المودۃ باب ۵۶، ص ۲۲۲.

۲۔ ینابیع المودۃ، باب ۵۶، ص ۲۲۶.

۳۔ ینابیع المودۃ، باب ۵۹، ص ۳۵۶.

حدیثوں کو نقل کرتے ہوئے صواعق محرقہ ہی سے نقل کرتے ہیں: "الثانی عشر: اخرج ابو یعلی عن سلمة بن الاکوع مرفوعاً: النجوم امان لاهل السماء و اهل بیتی امان لامتی" (۱) یعنی ابویعلی نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: اہل آسمان کے لئے ستارے امان ہیں اور میری امت کے لئے میرے اہلبیت۔

بلخی ہی لکھتے ہیں:

"وفی نوادر الاصول: حدثنا ابی، قال حدثنا حمانی، قال حدثنا ابن نمیر عن موسیٰ بن عبیدہ عن ایاس ابن سلمة بن الاکوع عن ابیه رضی اللّٰه عنه قال، قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: النجوم امان لاهل السماء و اهل بیتی امان لامتی" (۲) نوادر الاصول میں ہے کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا انھوں نے حمانی سے انھوں نے ابن نمیر سے انھوں نے موسیٰ بن عبیدہ سے انھوں نے ایاس ابن سلمہ بن اکوع سے اور انھوں نے اپنے باپ (سلمہ) سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: آسمان والوں کے لئے ستارے امان ہیں اور میری امت کے لئے میرے اہلبیت۔

۱۔ ینابیع المودۃ، باب ۵۹، ص ۳۷۱.

۲۔ ینابیع المودۃ، باب ۶۵، ص ۴۴۵.

(۴)

"النجوم امان لاهل السماء، فاذا ذهبت اتاها ما يوعدون، و انا امان لاصحابي ما كنت، فاذا ذهبت اتاهم ما يوعدون، واهل بيتي امان لامتي، فاذا ذهب اهل بيتي اتاهم ما يوعدون"

۱۔ مرزا محمد بدخشی "مفتاح النجا" میں لکھتے ہیں:

"اخرج الحاكم في المستدرك (۱) عن جابر بن عبد الله (رض) ان النبي قال: "النجوم امان لاهل السماء، فاذا ذهبت اتاها ما يوعدون، و انا امان لاصحابي ما كنت، فاذا ذهبت اتاهم ما يوعدون، واهل بيتي امان لامتي، فاذا ذهب اهل بيتي اتاهم ما يوعدون" حاکم نے مستدرک میں جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے باعث امان ہیں کہ اگر وہ نابود ہوجائیں تو وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور میں اپنے اصحاب کے لئے باعث امان ہوں جب تک ان کے درمیان رہوں۔ لہٰذا جب اس دنیا سے رخصت ہوجاؤں گا تو وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے باعث امان ہیں پس اگر میرے اہلبیت نہ رہیں تو وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

۲۔ محمد صدر العالم "معارج العلی" میں فضائل اہلبیت کی چوتھی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"واخرج الحاكم عن جابر قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "النجوم امان لاهل السماء، فاذا ذهبت اتاها ما يوعدون، و انا امان

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۴۸۷، حدیث ۳۶۷۶۔

لاصحابي ما كنت، فاذا ذهبت اتاهم ما يوعدون، واهل بيتي امان لامتي، فاذا ذهب اهل بيتي اتاهم ما يوعدون" حاکم نے جابر سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں کہ اگر وہ ختم ہوجائیں تو وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور میں اپنے اصحاب کے لئے امان ہوں جب تک ان کے درمیان رہوں اور جب میں چلا جاؤں گا تو وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں کہ اگر وہ نہ رہیں تو وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(۵)

"النجوم امان لاهل الارض من الغرق و اهل بيتي امان لامتي من الاختلاف فاذا خالفتها قبيلة من العرب اختلفوا فصاروا حزب ابليس"

اس حدیث کو بھی بزرگ علماء اہلسنت نے نقل کیا ہے جیسا کہ عبقات الانوار مجلد حدیث ثقلین میں حدیث سنۃ الخلفاء کے جواب میں ذکر کیا ہے، بعض کی عبارتیں یہاں نقل کر رہا ہوں۔

۱۔ سیوطی لکھتے ہیں:

"الحديث الخامس والثلاثون: اخرج الحاكم عن ابن عباس قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "النجوم امان لاهل الارض من الغرق و اهل بيتي امان لامتي من الاختلاف فاذا خالفتها قبيلة اختلفوا فصاروا حزب ابليس" (۱) پینتیسویں حدیث: حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ستارے زمین والوں کو ڈوبنے سے امان میں رکھتے ہیں اور میرے اہلبیت میری امت

۱۔ احیاء المیت برحاشیہ اتحاف بحب الاشراف، ص ۲۵۴۔

کو اختلاف سے امان میں رکھتے ہیں۔ اب اگر کوئی قبیلہ (احکام الٰہی میں) ان کی مخالفت کرے گا تو وہ ایک دوسرے سے مختلف ہو کر گروہ شیطان بن جائے گا۔

۲۔ کمال الدین جہرمی ''براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ'' میں لکھتے ہیں:

''جس روایت کو حاکم نے بخاری اور مسلم کے شرائطِ صحت پر صحیح قرار دیا ہے اس میں ہے کہ ستارے اہل زمین کو ڈوبنے سے بچاتے ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کو اختلاف سے بچاتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی قبیلۂ عرب اہلبیت کی مخالفت کرے گا تو لشکر شیطان بن جائے گا۔

۳۔ احمد بن فضل بن محمد باکثیر مکی ''وسیلۃ المآل'' میں لکھتے ہیں:

''وعن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما انه قال، قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "النجوم امان لاهل الارض من الغرق و اهل بیتی امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفتها قبیلة من العرب اختلفوا فصاروا حزب ابلیس. اخرجه الحاکم و قال: صحیح الاسناد" ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ستارے زمین والوں کو ڈوبنے سے بچاتے ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کو اختلاف سے بچاتے ہیں، اب اگر کوئی قبیلۂ عرب ان کی مخالفت کرے گا تو ایک دوسرے سے مختلف ہو کر گروہ ابلیس بن جائے گا۔ اس کی حاکم نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

۴۔ محمد بن ابی بکر حضرمی ''المشرع الروی'' میں لکھتے ہیں:

''وقال صلی اللّٰه علیه وسلم: "النجوم امان لاهل الارض من الغرق و اهل بیتی امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفتها قبیلة من العرب اختلفوا فصاروا حزب ابلیس" آنحضرتؐ نے فرمایا: ستارے زمین والوں کو ڈوبنے سے امان دیتے ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کو اختلاف میں پڑنے سے امان میں رکھتے ہیں۔ اب اگر کوئی قبیلۂ عرب ان سے اختلاف کرے گا تو وہ آپس میں اختلاف کرنے کی وجہ سے حزب ابلیس ہو جائے گا۔

۵۔ مرزا محمد بدخشی ''مفتاح النجا'' میں لکھتے ہیں:

''واخرج الحاکم و صححه علی شرط الشیخین عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه قال، قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "النجوم امان لاهل الارض من الغرق و اهل بیتی امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفتها قبیلة اختلفوا فصاروا حزب ابلیس" حاکم (نیشاپوری) نے بخاری اور مسلم کی شرط صحت پر صحیح قرار دیتے ہوئے اس حدیث کی روایت کی ہے کہ زمین والوں کو ڈوبنے سے ستارے بچاتے ہیں اور میری امت کو اختلاف سے میرے اہلبیت بچاتے ہیں، اب اگر کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرے گا تو اس اختلاف کی وجہ سے گروہ ابلیس بن جائے گا۔

۶۔ محمد بن علی صبان لکھتے ہیں:

''و فی روایة صححها الحاکم علی شرط الشیخین: "النجوم امان لاهل الارض من الغرق و اهل بیتی امان لاهل الارض من الاختلاف، وقد یشیر الی هذا المعنی قوله تعالیٰ: و ما کان اللّٰه لیعذبهم و انت فیهم. اقیم اهل بیته مقامه فی الامان لانهم منه و هو منهم کما ورد فی بعض الطرق" ایک روایت میں ہے جس کو حاکم نے بخاری اور مسلم کی شرائط صحت پر صحیح قرار دیا ہے کہ (آنحضرتؐ نے فرمایا) ستارے زمین والوں کے لئے غرقابی سے امان ہیں اور انھیں میرے اہلبیت اختلاف میں پڑنے سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اسی مطلب کی طرف اس آیت میں اشارہ ہوا ہے: و ما کان اللّٰه لیعذبهم و انت فیهم (انفال/۳۳) اہلبیت کو امان کا باعث ہونے میں آنحضرتؐ کا قائم مقام بنایا کیونکہ وہ آپ سے تھے اور آپ ان سے۔ جس کی بعض حدیثوں میں تصریح ہوئی ہے۔

۷۔ مولوی مبین ''وسیلۃ النجاۃ'' میں لکھتے ہیں:

''وفی روایة صححها الحاکم علی شرط الشیخین: "النجوم امان لاهل الارض من الغرق و اهل بیتی امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفتها قبیلة من

العرب اختلفوا فصاروا حزب ابلیس. هذا فی الصواعق" ایک روایت میں جس کو حاکم (نیشاپوری) نے بخاری اور مسلم کی شرائط صحت کے مطابق صحیح قرار دیا ہے، ہے کہ ستارے اہل زمین کے لئے غرقابی سے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے دینی معلومات کے وقت امان ہیں اب اگر عرب کا کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرے گا تو وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوکر ابلیس کی جماعت بن جائے گا۔ صواعق میں اسی طرح یہ حدیث نقل ہوئی ہے۔

۸۔ سلیمان بن ابراہیم بلخی آیہ "وماکان اللّٰہ لیعذبهم وانت فیهم" کے ذیل میں صواعق محرقہ سے نقل کرتے ہیں:

"وفی روایة صححها الحاکم علی شرط الشیخین: "النجوم امان لاهل السماء و اهل بیتی امان لأهل الارض من الغرق امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفتها قبیلة من العرب اختلفوا فصاروا حزب ابلیس" (۱) حاکم کے معیار شیخین پر صحیح قرار دینے والی روایت میں ہے کہ ستارے اہل زمین کو ڈوبنے سے بچاتے ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کو اختلاف سے محفوظ رکھتے ہیں اب اگر عرب کا کوئی قبیلہ ان سے اختلاف کرے تو وہ اختلاف کرنے کی وجہ سے حزب شیطان بن جائے گا۔

۱۔ ینابیع المودة، باب ۵۹، ص ۳۵۷۔

(۶)

"انا، الشمس و علیّ، القمر و فاطمة، الزُّهرة و الحسن والحسین، الفرقدان"

۱۔ مشہور مفسر قرآن ابواسحاق ثعلبی "العرائس" میں زینت ارض کے بارے میں لکھتے ہیں:

"و زینها ایضاً با الانبیاء علیهم السلام، و زین الانبیاء باربعة: ابراهیم الخلیل علیه السلام، و موسیٰ الکلیم، و عیسیٰ الوجیه، و محمد الحبیب صلواة اللّٰه علیهم اجمعین، و هم اهل الکتاب و اصحاب الشرائع و اولوالعزم، و زینها ایضاً بآل محمد صلی اللّٰه علیه وسلم، و زینهم ایضاً باربعة علی و فاطمة و الحسن و الحسین رضی اللّٰه عنهم. وروی یزید الرقاشی عن انس بن مالک قال: صلی بنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم صلواة الفجر، فلما انفتل من الصلاة اقبل علینا بوجهه الکریم فقال: معاشر المسلمین: من افتقد الشمس فلیستمسک باالقمر، و من افتقر القمر فلیستمسک با الزهرة، و من افتقد الزهرة فلیستمسک با الفرقدین. فقیل یا رسول اللّٰه: ما الشمس؟ و ما القمر؟ و ما الزُّهرة؟ و ما الفرقدین؟ فقال: انا، الشمس و علیّ، القمر و فاطمة، الزُّهرة و الحسن والحسین، الفرقدان فی کتاب اللّٰه تعالیٰ، لایفترقان حتی یردا علیّ الحوض" (۱)

زمین کو بھی نبیوں سے زینت دی اور نبیوں کو چار سے زینت بخشی ابراہیم خلیل سے، موسیٰ کلیم سے، عیسیٰ وجیہ سے اور محمد حبیب صلواۃ اللہ علیہم اجمعین سے۔ وہ صاحبان کتاب، صاحبان شریعت اور اولوالعزم نبی ہیں۔ اسی طرح زمین کو آل محمدؐ سے زینت دی اور آل محمد کو چار

۱۔ العرائس، ص ۱۴۔

سیزینت بخشی علی سے، فاطمہ سے حسن سے اور حسین رضی اللہ عنھم سے۔ اور یزید رقاشی نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسولؐ خدا نے نماز صبح پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہم لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے گروہ مسلمین! جو سورج کو کھودے وہ چاند سے وابستہ ہو، جو چاند کو کھودے وہ زُہرہ سے وابستہ ہو اور زُہرہ کو کھودے وہ دو ستاروں سے وابستہ ہو۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ سورج کون ہے؟ چاند کون ہے؟ زُہرہ کون ہے؟ اور دو ستارے کون ہیں؟ جواب دیا میں سورج ہوں، علی چاند ہے، فاطمہ زُہرہ ہے اور حسن و حسین فرقدان (دو ستارے) ہیں۔ (فرقدان قطب شمالی کے قریب دو ستارے ہیں جن سے لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں)۔

۲۔ ابوالفتح محمد بن علی نطنزی ''الخصائص العلویۃ علی سائر البریۃ (۱)'' میں لکھتے ہیں:

''اخبرنا ابو الفتوح المحسد بن ابی طاهر حامد بن محمد بن ابی الصباح الماها باذی فيما قرئت عليه من اصل سماعة، قال: حدثنا الحافظ ابو

۱۔ ابوالفتح محمد بن علی نطنزی چھٹی صدی ہجری کی عظیم شخصیت ہیں۔ اہلسنت کی نظر میں ان کی جو عظمت ہے وہ سمعانی کی الانساب، ابن نجار کی ذیل تاریخ بغداد اور صفدی کی وافی بالوفیات سے واضح ہے۔ ان کی کتاب ''الخصائص العلویہ علی سائر البریۃ'' گرچہ اس وقت موجود نہیں ہے مگر علامہ مجلسیؒ کے زمانے تک تھی جیسا کہ بحار الانوار، ج۱۰۷، ص۱۳۲ سے معلوم ہوتا ہے اور اس سے بہت ساری کتابوں میں حدیثیں نقل کی گئی ہیں مثلاً مناقب شہر آشوب میں ۶۵ حدیثیں، ابن نما کی مثیر الاحزان میں ایک حدیث، ابن طاؤس کی کتاب الیقین میں ۱۱ حدیثیں، کشف الغمہ میں ۳ حدیثیں، علامہ حلی کی کشف الیقین میں ۲ حدیثیں، یوسف بن حاتم شامی کی الدر النظیم میں ۲۰ حدیثیں اور حموئی کی فرائد السمطین میں ۵۶ حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ کچھ کتابیں ہیں جن کی طرف ان کی حدیثوں کی طرف اشارہ ہوا ہے جیسے بیاضی کی صراط مستقیم اور راوندی کے رسالہ میں، ان ہی کتابوں سے حدیثوں کو جمع کر کے علی آل کوثر نے الخصائص العلویہ علی سائر البریۃ کے نام سے ایک رسالہ مرتب کیا اور ان میں منابع کے ساتھ وہ ساری حدیثیں پیش کیں جو نطنزی کی الخصائص العلویہ کے نام سے نقل کی گئی ہیں۔ مذکورہ حدیث اس رسالہ کے صفحہ ۱۳ پر ہے اور حدیث دوسری ہے اور اس کو نطنزی سے حموئی نے فرائد السمطین، ج۲، ص۱۶، حدیث ۳۶۱ ط بیروت پر نقل کیا ہے۔

مسعود سليمان بن ابراهيم بن محمد بن سليمان، قال: حدثنا ابو الحسن علی بن جعفر الامام، قال: حدثنا عمر بن احمد بن علی بن ابراهيم بن عيسىٰ بن جرير بن موسىٰ البغدادی با البصره املاء سنة سبع و خمسين و ثلاث ماة، قال: اخبرنی القاضی يوسف بن يعقوب ابن اسماعيل بن حماد بن زيد بن درهم، قال: حدثنا عمرو بن مرزوق عن شعبة بن الحجاج عن الاعمش عن ابی عبد الرحمن عن انس بن مالک قال، قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: اطلبوا الشمس فاذا غابت فاطلبوا القمر، فاذا غاب القمر فاطلبوا الزهرة، فاذا غابت الزهرة فاطلبوا الفرقدين. قلنا: يا رسول الله و من الشمس؟ قال: انا. قلنا: و من القمر؟ قال: علی. قلنا: فمن الزهرة؟ قال: فاطمة. قلنا فمن فرقدان؟ قال: الحسن و الحسين'' (ابتدائی اسناد کو حذف کرنے کے بعد) شعبہ بن حجاج نے اعمش سے انھوں نے ابی عبدالرحمٰن سے اور انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: تم لوگ سورج کو ڈھونڈو، جب وہ ڈوب جائے تو چاند کو ڈھونڈو، جب وہ چھپ جائے تو زُہرہ کو ڈھونڈو، جب وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے تو فرقدین (دو ستاروں) کو تلاش کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ سورج کون ہے؟ فرمایا میں ہوں، پوچھا چاند کون ہے؟ جواب دیا علی ہے، پوچھا زُہرہ کون ہے؟ کہا فاطمہ ہے۔ پوچھا فرقدان (دو ستارے) کون ہیں؟ فرمایا حسن و حسین ہیں۔

۳۔ محمد بن خاوند شاہ ہروی ''روضۃ الصفا'' میں مذکورہ متن حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''نور آفتاب سے راہ راست کو ڈھونڈو اور جب آفتاب غروب کر جائے تو نور ماہ سے ہدایت حاصل کرو اور جب ماہ چھپ جائے تو زہرہ سے راہ راست کو لو اور جب زہرہ بھی دکھائی نہ دے تو دو ستاروں (فرقدان) کے نور سے راہ راست تک پہنچو۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آفتاب کون ہے، زہرہ کون ہے اور فرقدان کون ہیں؟ فرمایا: آفتاب میں ہوں، ماہ علی ہے،

زُہرہ فاطمہ ہے اور فرقدان حسن و حسین ہیں"(۱)

۴۔غیاث الدین "حبیب السیر" میں لکھتے ہیں:

"از جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ منقول ست کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ گفت کہ: **اهتدوا باالشمس فاذا غابت الشمس فاهتدوا با القمر فاذا غاب القمر فاهتدوا بـا الزهرة فاذا غابت الزهرة فاهتدوا بـا الفرقدين.** گفتند: یا رسول اللّٰہ! آفتاب کدامست و ماہ کیست و زہرہ چیست وفرقدان کیانند؟ جواب داد کہ آفتاب منم و ماہ علی بن ابی طالب ست و زہرہ فاطمہ زہراست و فرقدین حسن و حسین اند"(۲) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: سورج سے ہدایت حاصل کرو، جب سورج ڈوب جائے تو چاند سے ہدایت حاصل کرو، جب چاند چھپ جائے تو زہرہ سے ہدایت حاصل کرو، جب زہرہ نظروں سے دور ہو جائے تو دوستاروں سے ہدایت حاصل کرو۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! سورج کون ہے، چاند کون ہے، زُہرہ کون ہے؟ اور دوستارے (فرقدان) کون ہیں؟ جواب دیا: سورج میں ہوں، چاند علی ہے، زُہرہ فاطمہ زہرا ہے اور دوستارے حسن و حسین ہیں۔

۱۔روضۃ الصفا حالات امام حسین، ج۳۔

۲۔حبیب السیر، ج۲، ص۳۵۔

(۷)

یا علی ان الحسن و الحسین من اولادک کالبدر بین النجوم

شہاب الدین دولت آبادی "ہدایۃ السعداء" میں لکھتے ہیں:

"**الجلوة الحادية و الثلاثون فيما اعزّهم رسول اللّٰه صلعم بخطاب البدر، يعنى مصطفیٰ (صلعم)** بعزت ایشان را بدر خواند یعنی ماه شب چهاردهم بے کدورت و غل و غش و بے عیب و روشن، هر که خاك سوی ماه اندازد بر روی او بازگردد، هیچ دریا از دهن سگ پلید نشود. فی "الاربعین "یا علی! ان الحسن و الحسین من اولادك كالبدر بين النجوم. ترجمه: مصطفى صلعم فرمود: یا علی! حسن و حسین میان فرزندان تو چون ماه شب چهاردهم اند" اکتیسواں جلوہ یہ ہے کہ رسولؐ خدا نے اہلبیت کو بدر کہہ کران کی عظمت کی نشاندہی کی اور ان کی عزت کو بدر سے تعبیر کیا یعنی ان کی عزت وعظمت چودہویں کے چاند جیسی ہے جس میں کسی طرح کا عیب ونقص نہیں پایا جاتا اور جو کوئی بھی چاند کی طرف خاک پھینک کر اس کو داغدار بنانے کی کوشش کرتا ہے وہ خاک خود اسی کی طرف پلٹ کر آتی ہے، کیونکہ کوئی بھی دریا کتے کے رال سے نجس نہیں ہوتا۔ کتاب "الاربعین" میں ہے کہ محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا: اے علی تمہاری اولاد میں حسن و حسین ایسے ہیں جیسے ستاروں کے درمیان چودہویں کا چاند ہوتا ہے۔

(۸)

اولاد فاطمة هو الكواكب

شہاب الدین دولت آبادی "ھدایۃ السعداء" میں لکھتے ہیں:

"الجلوه الثانية و الثلاثون: في عزتهم بخطاب الكواكب، يعني عزت ايشان است كه مصطفى صلعم فرمود و ايشان را كواكب خواند۔ في "التشريح" عن ابن عباس قال صلعم: الا ان الله عزوجل زين السماء الدنيا بزينة الكواكب، و زين الدنيا با الكواكب. قيل: و ما الكواكب يا رسول الله؟ قال: اولاد فاطمة، يعني آگاه باشيد خدا وند تعالىٰ بياراست آسمان را به ستارگان و بياراست دنيا را باولاد فاطمه۔ و في "تفسير سورة يوسف" للامام ضياء الحق و الدين السنّامي عند قوله تعالىٰ: "انى رئيت احد عشر كوكبا" دلت الآية على ان اولاد نبينا كا الكواكب اولى، لان اولاد يعقوب لما كانوا كا الكواكب فلان يكون اولاد نبينا. وهو افضل من يعقوب. كا الكواكب اولىٰ. حاصله: امام ضياء الحق والدين گفت: از دلالت آيه معلوم مى شود كه فرزندان يعقوب كواكب باشند فرزندان رسول ما كه او از يعقوب بهتر است بر طريق اولى كواكب باشند۔ از اينجا ست كه مصطفى فرمود: چگونه هلاك شود امت من؟! در اول ايشان منم و ميانهٔ ايشان اولاد من است كواكب دنيا. رجوماً للشياطين، و حفظاً من كل شيطان مارد، و "ما تمسكتم به لن تضلوا من بعدى" سر اين معنى ست۔ يعنى هر كه بايشان تمسك كند شيطان و ضلالت از وى دور شود" بتیسواں جلوہ: محمد مصطفیٰ نے اہلبیتؑ کو کواکب (ستارے) سے

خطاب کر کے ان کی شان و منزلت بیان کی۔ چنانچہ التشریح میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ نے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور دنیا (زمین) کو بھی ستاروں سے زینت دی۔ پوچھا گیا یا رسولؐ اللہ (زمین کے) ستارے کون ہیں؟ فرمایا: اولاد فاطمہ۔ یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ خدا نے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور دنیا (زمین) کو اولاد فاطمہ سے زینت بخشی۔ امام ضیاء الحق والدین سنامی نے سورۂ یوسف کی آیہ "انی رئیت احد عشر کوکبا" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت فرزندانِ یعقوب کے ستارے ہونے کی نشاندہی کررہی ہے اور جب ایسا ہے تو فرزندان رسالتمآب بدرجۂ اولیٰ ستارے ہوں گے کیونکہ جناب یعقوب سے آنحضرتؐ بہرحال بہتر تھے۔ اسی وجہ سے محمد مصطفیٰ نے فرمایا تھا کہ کیسے میری امت ہلاک ہو سکتی ہے؟ جب کہ اس کی پہلی فرد میں ہوں اور امت کے درمیان میری اولاد ہیں جو دنیا کے ستارے ہیں، جو بھی ان سے وابستہ رہے گا شیطان اور گمراہی اس سے دور رہیں گے۔

(۹)

"مثلك و مثل الائمة من ولدك بعدى مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلف عنها غرق، و مثلكم كمثل النجوم كلما غاب نجم طلع نجم الى يوم القيامة"

سلیمان بن ابراہیم بلخی لکھتے ہیں:

"الحموينى فى فرائد السمطين بسنده عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضى الله عنهما، قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا على! انا مدينة العلم وانت بابها، و لن توتى المدينة الامن قبل الباب، و كذب من زعم انه يحبنى و يبغضك، لانك منى و انا منك، لحمك لحمى و

دمک من دمی و روحک من روحی، و سریرتک من سریرتی و علانیتک من علانیتی، سعد من اطاعک و شقی من عصاک، وربح من تولاک و خسر من عاداک، و فاز من لزمک و هلک من فارقک. مثلک و مثل الائمة من ولدک بعدی مثل سفینة نوح، من رکبها نجا و من تخلف عنها غرق، و مثلکم کمثل النجوم کلما غاب نجم طلع نجم الی یوم القیامة" (۱) حموینی نے فرائد السمطین میں اپنی سند سے سعید بن جبیر کے توسط سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علی! میں شہر علم ہوں اور تم اس کے دروازہ ہو اور شہر میں صرف دروازے سے آیا جاتا ہے۔ وہ شخص جھوٹا ہے جو خیال کرتا ہے کہ مجھے تو چاہتا ہے مگر تم سے دشمنی رکھتا ہے کیونکہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، تمہارا گوشت میرا گوشت ہے اور تمہارا خون میرے خون سے ہے، تمہاری روح میری روح سے ہے، تمہارا باطن میرے باطن سے ہے اور تمہارا ظاہر میرے ظاہر سے ہے۔ جس نے تمہاری اطاعت کی کامیاب ہوا اور جس نے تمہارے نافرمانی کی بدبخت ہوا، جس نے تمہاری ولایت قبول کی فائدے میں رہا اور جس نے تم سے دشمنی کی گھاٹے میں رہا، جو تمہارے ساتھ رہا کامیاب ہوا اور جو تم سے جدا ہوا نابود ہوا۔ میرے بعد تمہاری مثال اور تمہاری اولاد میں سے ہونے والے اماموں کی مثال کشتی نوح جیسی ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پایا اور جس نے اس سے روگردانی کی غرق ہوا۔ تمہاری مثال ستاروں جیسی ہے کہ جب ایک ستارہ غائب ہوجاتا ہے تو دوسرا نکل آتا ہے اور ایسا قیامت تک ہوتا رہے گا۔

بلخی نے "ینابیع المودة (۱)" کے چوالیسویں باب میں بھی ان ہی الفاظ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس حدیث کا ہر فقرہ مذہب حق کی حقانیت اور اہلبیتؑ کے کشتی اور ستارے (نجوم) ہونے کو ثابت کرتا ہے۔

۱۔ ینابیع المودة، باب ۴، ص ۳۱۔

حدیث نجوم کے مؤیدات

اہلبیتؑ سے متعلق آنحضرتؐ کی مختلف الفاظ میں مذکورہ حدیث نجوم کی ارشادات اہلبیتؑ، بیانات اصحاب اور اقوال علماء سے بھی تائید ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

اہلبیتؑ کے ارشادات

۱۔ حضرت علیؑ نے خلافت ظاہری پانے کے بعد کے تیسرے جمعہ میں ایک فصیح و بلیغ اور طولانی خطبہ میں مختلف مطالب بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"الا ان مثل آل محمد صلی اللہ علیه و آله وسلم کمثل نجوم السماء، اذا خوی نجم طلع نجم، فکانکم قد تکاملت من اللہ فیکم الصنائع واراکم ما کنتم تأملون" (۲) آگاہ ہو جاؤ آل محمدؐ کی مثال آسمان کے ستاروں جیسی ہے کہ جب ایک ستارہ غائب ہو جاتا ہے تو دوسرا نکل آتا ہے۔ گویا اللہ کی نعمتیں تم پر تمام ہوگئی ہیں اور تمہیں اس نے وہ سب کچھ دکھلا دیا ہے جس کی تم امید لگائے بیٹھے تھے۔

۲۔ حضرت علیؑ نے اہلبیتؑ کے بارے میں "و هم الدعاة و هم النجاة، وهم ارکان الارض، وهم النجوم بهم یستضاء" فرمایا ہے۔ چنانچہ حافظ ابوسعد عبدالملک بن محمد نیشاپوری خرگوشی "شرف المصطفیٰ" میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنی شہادت سے کچھ پہلے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

"و فیکم من یخلف من نبیکم صلی اللہ علیه و آله وسلم ما ان تمسکتم به لن تضلوا، و هم الدعاة، وهم النجاة، و هم ارکان الارض، وهم النجوم بهم یستضاء، من شجرة طاب فرعها، و زیتونة طاب (بورک) اصلها، نبتت فی الحرم، و سقیت من کرم، من خیر مستقر الی خیر مستودع، من مبارک الی

۱۔ ینابیع المودة، باب ۴۴، ص ۱۵۳۔

۲۔ نہج البلاغہ خطبہ ۱۰۰۔

مبارک صفت من القذار و الادناس، و من قبيح مأنبة شرار الناس، لها فروع طوال لاتنال، حسرت عن صفاتها الالسن، وقصرت عن بلوغها الاعناق، فهم الدعاة و بهم النجاة، و با الناس اليهم حاجة، فاخلفوا رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم باحسن الخلافة، فقد اخبركم انهم والقرآن ثقلان، وانهما لن يتفرقا حتى يردا عليّ الحوض، فاالزموهم تهتدوا و ترشدوا و لا تتفرقوا عنهم و لا تتركوهم فتفرقوا و تمزقوا "تمہارے درمیان افراد ہیں جو جانشین پیغمبرؐ ہیں۔ جب تک ان سے وابستہ رہوگے ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتے وہی خدا کی طرف دعوت دینے والے، لوگوں کو نجات دلانے والے، وہی ارکان زمین اور وہی ستارے ہیں جن کی روشنی سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ وہ اس درخت سے ہیں جس کی شاخیں پاک ہیں، وہ اس درخت زیتون سے ہیں جس کی جڑ پاک ہے۔ حرم میں اس کی نشو ونما ہوئی اور آب کرم سے سیراب ہوا اور بہترین جگہ سے بہترین جگہ منتقل ہوا اور ہر طرح کی گندگیوں اور برائیوں سے پاک وصاف رہا۔ اس کی شاخیں اتنی لمبی ہیں جس تک کسی کی دست رسی نہیں ہے۔ زبانیں اس کے اوصاف بیان کرنے سے عاجز اور اٹھی گردنیں اس کے دیدار سے محروم ہیں۔ وہی دعوت دینے والے اور نجات دلانے والے ہیں اور لوگ ان ہی کے محتاج ہیں۔ انھوں نے جانشینیٔ پیغمبرؐ کا بہت اچھا حق ادا کیا جیسا کہ خود پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا تھا کہ وہ (اہلبیتؑ) اور قرآن دو گرانقدر چیزیں ہیں جو حوض کوثر تک پہنچنے تک ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا ان کے ساتھ ساتھ رہو تا کہ ہدایت پاجاؤ اور ان سے جدا ہونے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ٹکڑوں میں بٹ جاؤ گے۔

۳۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "نحن امان لاهل الارض كما انّ النجوم امان لاهل السماء" جیسا کہ سلیمان بن ابراہیم بلخی لکھتے ہیں:

"اخرج الحمويني بسنده عن الاعمش عن جعفر الصادق عن ابيه عن جده على بن الحسين رضى الله عنهم قال: نحن ائمة المسلمين، وحجج الله على العالمين، و سادة المومنين، و قادة الغر المحجلين، وموالى

المسلمين، و نحن امان لاهل الارض كما ان النجوم امان لاهل السماء، و نحن الذين بنا تمسک السماء ان تقع على الارض الا باذن الله، و بنا ينزل الغيث و ينشر الرحمة، و تخرج بركات الارض و لو لا ما على الارض منا لساخت باهلها. ثم قال، و لم تخل الارض منذ خلق الله آدم عليه السلام من حجة الله فيها ظاهر مشهور او غائب مستور، ولا تخلوا لى ان تقوم الساعة من حجة فيها، و لو لا ذالک لم يعبد الله. قال الاعمش: قلت لجعفر الصادق رضى الله عنه: كيف ينتفع الناس با الحجة الغائب المستور؟ قال: كما ينتفعون با الشمس اذا سترها سحاب"(۱) حموینی نے اپنی سند سے اعمش سے انھوں نے (امام) جعفر صادقؑ سے انھوں نے اپنے باپ (امام محمد باقرؑ) سے اور انھوں نے اپنے باپ (جد جعفر صادقؑ) علی بن الحسین رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم مسلمانوں کے امام، کائنات پر حجت خدا، مومنوں کے سردار، چمکتے چہرہ والوں کے پیشوا اور مسلمانوں کے سرپرست ہیں۔ ہم اہل زمین کے لئے اسی طرح باعثِ امان ہیں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے باعث امان ہیں۔ ہمارے ہی وجہ سے آسمان زمین پر نہیں گرپاتا مگر یہ کہ خدا چاہے، ہمارے ہی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور ہوائیں چلتی ہیں، اگر ہم زمین پر نہ ہوتے تو زمین اہل زمین کے ساتھ دھنس جاتی۔ اس کے بعد فرمایا: جب سے آدم کی خلقت ہوئی اس وقت سے زمین بغیر حجت خدا کے نہیں رہی خواہ وہ ظاہر رہا یا پوشیدہ بلکہ قیامت تک زمین بغیر حجت خدا کے نہیں رہ سکتی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا کی عبادت نہ ہوتی۔ اعمش کا بیان ہے کہ میں نے (امام) جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا لوگ کس طرح چھپے ہوئے حجت خدا سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ فرمایا: جس طرح سے بادلوں میں چھپے سورج سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

بلخی نے "ینابیع المودة" (۲) کے باب ۸۹ میں بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

۱۔ ینابیع المودة، باب۳، ص۲۳.

۲۔ ینابیع المودة، باب۸۹، ص۵۲۳.

اصحاب کے بیانات

۱۔حبر الامۃ عبداللہ بن عباس نے اہلبیتؑ کو "ائمة الدعاة و السادة الولاة و القادة الحماة الخيرة الكرام والقضاة والحكام والنجوم والاعلام و العترة الهادية و القدوة العالية و الاسوة الصافيه" کہا تھا۔یعنی اہلبیتؑ ،دعوت دینے والے امام،سرپرستوں کے سردار،حمایت کرنے والوں کے رہبر،برگزیدگان میں سب سے معزز، قاضی وحکمراں،ستارے اور بزرگ، ہدایت کرنے والے خاندان، بلند پیشوا اور بہترین نمونہ ہیں۔ان جیسے جملے ابن عباس نے بعض اعرابی سے اپنی طولانی گفتگو میں استعمال کئے تھے۔جیسا کہ عاصمی نے "زین الفتی" میں لکھا ہے:

"یہاں آپ (حضرت علیؑ) کے وہ اسماء والقاب وصفات بیان کئے جارہے ہیں جنہیں آپ کے چچازاد بھائی، حبر الامۃ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کئے تھے۔ چنانچہ سعید (سعد) بن طریف نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی دست امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر اسلام لایا، (حضرت) علی نے اسے دولباس دیئے، وہ اعرابی وہاں سے خوش خوش رخصت ہوا، در مسجد پر کھڑے کچھ خوارج کی اس کے ہنستے چہرے پر نظر پڑی تو دست علی پر اس کے اسلام لانے کی وجہ سے ان کے دل میں حسد کے شعلے بھڑکنے لگے۔وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے مسلمان ہونے کی وجہ سے اس اعرابی کی خوشی نہیں دیکھ رہے ہو؟! چلو اس کو ولایت وامامتِ علی سے منصرف کردیں! چنانچہ سب کے سب اس کے پاس گئے اور بولے اے اعرابی تم کس کے پاس سے آرہے ہو؟ جواب دیا: امیر المومنین کے پاس سے۔

پوچھا ان کے پاس کیا کر رہے تھے؟ جواب دیا ان کے ہاتھوں پر اسلام لایا ہوں۔ان لوگوں نے کہا: کوئی اور نہیں ملا تھا جس کے ہاتھوں پر اسلام لائے تا کہ اس کافر (معاذ اللہ علیؑ) کے ہاتھوں پر اسلام لائے ہو؟ جیسے ہی اعرابی نے یہ سنا غضبناک ہوگیا۔انھوں نے کہا غصہ نہ کرو ہم میں اور تم میں قرآن فیصلہ کرے گا۔ان میں ایک نے اس آیت کی تلاوت کی: "ان الذين آمنوا ثم كفروا ثم آمنوا ثم كفروا" (جو لوگ ایمان لائے اور پھر کافر ہوگئے پھر ایمان لائے اور پھر کافر ہوگئے۔نساء/۱۳۷) اعرابی نے پوچھا وائے ہو تم پر یہ کس کے بارے میں

نازل ہوئی ہے؟ انھوں نے جواب دیا (معاذ اللہ) اس کے بارے میں جس کے ہاتھوں پر تم اسلام لائے ہو؟ یہ سن کر اعرابی آپے سے باہر ہوگیا اور قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھ دیا تا کہ ان پر حملہ کرے مگر اپنے کو سنبھالا اور چونکہ ہوش وحواس والا تھا اس لئے بولا میں جلدی میں کوئی فیصلہ نہیں کروں گا اور اس بارے میں تحقیق کروں گا، اگر تمہاری بات صحیح ہوئی تو علی کو چھوڑ دوں گا ورنہ تم سے تلوار سے لڑوں گا یہاں تک کہ اس راہ میں اپنی جان تک دے دوں گا۔راوی کا بیان ہے کہ وہ اعرابی مسجد کوفہ میں بیٹھے ابن عباس کے پاس گیا اور سلام کے بعد پوچھا امیر المومنین کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ابن عباس نے کہا امیر المومنین سے تمہاری مراد کون ہے؟ اس نے جواب دیا علی بن ابی طالب۔راوی کا کہنا ہے کہ ابن عباس جو ٹیک لگائے ہوئے تھے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور بولے: اے اعرابی تم نے اس عظیم شخصیت کے بارے میں پوچھا ہے جو خدا اور رسول کو دوست رکھتے ہیں اور خدا اور رسول ان کو دوست رکھتے ہیں۔خدا کی قسم وہ مومنین کی شائستہ فرد، بہترین جانشین، ملحدوں کا قلع قمع کرنے والے، مسلمانوں کے رکن، مومنوں کے سردار، مہاجروں کے نور، عبادت گزاروں کی زینت، خوف خدا میں رونے والوں کے رئیس، سب سے زیادہ صبر کرنے والے، شب زندہ داروں کی افضل فرد، گزشتگان کے چراغ، خاندان یٰس میں اسلام کی طرف سب سے پہلے سبقت کرنے والے، جبرئیل امین کے تائید شدہ، میکائیل کے نصرت یافتہ، آسمانی لشکر سے محفوظ رہنے والے، مسلمانوں کی حرمت کا دفاع کرنے والے، سرسخت دشمنوں سے جہاد کرنے والے، بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھانے والے، سب سے زیادہ سچ بولنے والے، قریش کی سب سے زیادہ قابل فخر شخصیت، کائنات کے پروردگار کے رسولؐ کے نور چشم، کائنات میں نبی کے وصی، مخلوق پر ان کے امین، متجاوزین کو درہم برہم کرنے والے، خوارج کا صفایا کرنے والے، منافقوں کے لئے خدائی تیر اور عابدوں کی حکمت آمیز زبان ہیں۔وہ زمین پر دین خدا کے ناصر، مخلوق پر خدا کی طرف سے ولی، علم الٰہی کے ظرف، کتاب خدا کی پناگاہ، دوسروں کو عطا کرنے والے، لوگوں کے آسرا، خوش خلق وخوش رو، ذکی وپاک وپاکیزہ، شیر دل اور بلند ہمت والے، پائیدار روزہ دار، پیش

رو و پیش قدم، دشمنوں کے لئے کمر شکن، سروں کو اونچا کرنے والے، گروہ واحزاب کو متفرق کرنے والے، جاہلوں سے انتقام لینے والے، بہادروں سے لڑنے والے اور ساری فضیلتوں کے معیار اور کسوٹی ہیں۔ وہ نفس پر تسلط رکھنے والے، دل کے مضبوط، ارادے کے اٹل، رفع ظلم میں پوری کوشش کرنے والے، بپھرے شیر اور کڑکتی بجلی ہیں اور جب میدان جنگ میں نیزوں میں گھرے ہوتے ہیں تو دشمنوں کو بھوسا بنا کر ہوا میں اڑا دیتے ہیں۔ وہ شیر غضبناک، منطقی واستدلالی تقریر کرنے والے خطیب، سب سے زیادہ علم رکھنے والے، روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے زیادہ معزز ومکرم، بعد نبیؐ سب سے زیادہ مستحق اطاعت، سرزمین حجاز کے شیر، عراق کے فاتح، نادانوں سے انتقام لینے والے، امین وبلند مرتبہ، ہاشم کے سخی گھرانے کی فرد اور سرور کائنات کے چچازاد بھائی ہیں۔ وہ جنگ بدر واحد میں شرکت کرنے والے، دین حنیف کے ماننے والے، خانہ کعبہ میں آنکھ کھولنے والے، مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے، نورانی جسم اور روحانی پیکر والے ہیں۔ پہاڑوں کو بلندی ان ہی سے ملی ہے۔ وہ جھاڑیوں میں شیر، عربوں میں ان کے سردار، صف اول میں رہنے والے بہادر، بدر کامل، بلند ہمت والوں کے پیشوا، دوحرموں کی معزز شخصیت، دومشعروں کے وارث اور دو نواسۂ رسول، حسن وحسین کے والد ہیں۔ ان کا ربط اس گھرانے سے ہے جس کو خدا نے ہر طرح کا فضل وشرف بخشا، اپنے دین کے لئے ان کا انتخاب کیا، اپنے راز ان کے حوالے کئے، اپنا علم انھیں عطا کیا، اپنے دین کا ستون، اپنی مخلوق پر گواہ، اپنی زمین کا اوتاد اور اپنے علم کے لئے ان کا انتخاب کیا، ان کو چنا، ان کو فضیلت دی اور انھیں اپنے بندوں کے لئے نشانی، شہروں کے نور اور صراط مستقیم کے لئے راہنما قرار دیا۔ لہٰذا وہی (اہلبیتؑ) دعوت دینے والے امام، والیوں کے سردار، حمایت کرنے والوں کے پیشوا، برگزیدگان میں سب سے زیادہ معزز، قاضی و حکمراں، ستارے اور بزرگ، ہدایت کرنے والے خاندان، بلند پیشوا اور بہترین نمونہ ہیں۔ ان سے روگردانی کرنے والا دین سے خارج ہے اور ان سے ملحق ہونے والا حق پر ہے۔ وہ منتخب ائمہؑ ہیں اور ان ہی کے گھر کے ذریعے لوگوں کا امتحان لیا جاتا ہے، جو اس سے قریب ہوا

نجات پایا اور جو اس سے دور ہوا گمراہ ہوا۔ جو اس میں داخل ہوا وہ گناہوں سے پاک وصاف ہوا اور جس نے اس کو چھوڑا اس نے اپنے خلاف حجت قائم کیا، وہ بھنور میں چلنے والی کشتی ہیں جو اس پر سوار ہوا کامیاب ہوا اور جو اس سے دور ہوا ڈوب گیا۔ ان ہی سے نہریں جاری ہوتی ہیں، جھوٹ کا ان کے پاس سے گزر نہیں ہے، وہ مضبوط قلعہ ہیں، نور ان ہی سے ہے اور لوگوں کے دلوں کو ہدایت ان ہی سے ملتی ہے، پیاسوں کے لئے میٹھا دریا ہیں اور اپنے پیرؤں کے لئے باعث امان ہیں۔ خدا کی طرف وہ دعوت دیتے ہیں اور اسی کے دستور پر عمل کرتے ہیں، ان ہی کے آباء واجداد میں رسولوں کا سلسلہ رہا، ملائکہ ان پر نازل ہوتے ہیں اور روح الامین ان کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ یہ وہ فضیلت اور رحمت الٰہی ہے جو ان کے شامل حال ہوئی ہے۔ وہ دوسروں کے لئے نمونہ بنائے گئے اور انھیں وہ چیزیں ملیں جو کائنات میں کسی کو نہیں ملیں۔ وہ پاک شاخیں، بابرکت جڑیں، معدن رحمت، وارثین انبیاء اور ان کے نقیب وجانشین ہیں۔ ان ہی میں ایک بابرکت ذات احمد کی ہے جو نبی تھے اور کسی سے پڑھے نہیں تھے ان کے بعد علی بن ابی طالب علیہ من اللہ الصلوٰۃ الرضیۃ والزکاۃ السنیۃ کی ذات ہے جن کو سوائے پرہیزگار مومن کے دوست نہیں رکھ سکتا اور جن سے سوائے بدبخت منافق کے دشمنی نہیں کرسکتا۔ ابن عباس کی یہ باتیں جب اس اعرابی نے سنیں تو قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوا مگر ابن عباس نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا: اے اعرابی کہاں جارہے ہو؟ جواب دیا ان (خوارج) سے لڑنے جارہا ہوں تاکہ انھیں ان کے ٹھکانے لگادوں، یا اس راہ میں اپنی جان دودے دوں۔ ابن عباس نے کہا بیٹھو اور سنو! علی بن ابی طالب کے ایسے دوست ہیں کہ اگر انھیں ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے تو سوائے محبت کے کچھ اور ان کے دل میں نہیں آسکتا اسی طرح علی بن ابی طالب کے ایسے دشمن ہیں کہ اگر ان کے منھ میں شہد بھی انڈیل دی جائے تو سوائے دشمنی کے کچھ اور ان کے دل میں نہیں آسکتا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر اعرابی بیٹھ گیا پھر ابن عباس نے اسے دوسرخ لباس دیئے"۔(۱)

۱۔ العسل المصفی من تھذیب زین الفتی، ج ۲، ص ۴۱۷، روایت ۵۳۲۔

۲۔ جناب مقداد نے بھی اہلبیتؑ کو ''نجوم الارض'' (زمین کے ستارے) کہا تھا۔ چنانچہ ابو بکر احمد جوہری ''السقیفۃ'' (۱) میں اور جمال الدین محدث شیرازی ''الاربعین'' میں لکھتے ہیں:

''معروف بن سوید کا بیان ہے کہ بیعت عثمان کے وقت میں مدینہ میں تھا، دیکھا ایک شخص تالی بجا رہا ہے۔ میں نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ جواب دیا تعجب ہوتا ہے قریش پر کہ خلافت کو اہلبیت سے جدا کر دیا جن کے بارے میں خدا نے فرمایا: ''إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا'' یہی اہلبیتؑ نبوت، معدن فضیلت، نجوم ارض (زمین کے ستارے) اور شہروں کے لئے نور ہیں۔ خدا کی قسم ان کے درمیان ایسی بھی ذات ہے جس سے بڑھ کر بعد رسولؐ خدا حق سے قریب، عدالت سے فیصلہ کرنے والا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ میں (معروف) نے پوچھا تم کون ہو؟ بولے مقداد ہوں۔ پوچھا جن کے بارے میں کہا وہ کون ہیں؟ جواب دیا وہ نبی کے چچازاد بھائی علی بن ابی طالب ہیں۔ راوی (معروف) کا بیان ہے کہ چند دن مدینہ میں رہا اور جب ابوذر سے ملاقات ہوئی تو مقداد کی بات دہرائی۔ ابوذر نے جواب دیا میرے بھائی (مقداد) نے صحیح کہا ہے''۔

۳۔ ابوذر غفاری نے اپنی ایک تقریر میں اہلبیتؑ کے جہاں اور فضائل ومناقب بیان کئے تھے وہیں ان کی نجوم ہادیہ (ہدایت کرنے والے ستارے) سے بھی توصیف کی تھی، چنانچہ یعقوبی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

''عثمان کو بتایا گیا کہ ابوذر جب مسجد میں بیٹھتے ہیں اور لوگ ان کے اطراف میں جمع ہو جاتے ہیں تو ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کی رسوائی کی باعث بنتی ہیں۔ نیز انھوں (ابوذر) نے در مسجد پر کھڑے ہو کر کہا ہے: اے لوگوں جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے، میں ابوذر غفاری ہوں، میں جندب بن جنادہ ربذی ہوں۔ خدا نے آدم ونوح و آل ابراہیم وآل عمران کو منتخب کر لیا ہے، یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور خدا سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے (آل عمران/۳۳،۳۴) وہ (اہلبیتؑ) نوح، آل

۱۔ السقیفہ، ص ۱۳۵، القسم الاول، طبعۂ حسینیہ کربلا۔

ابراہیم، سلالۂ اسماعیل اور خاندان ہدایت گر محمدؐ سے ہیں۔ یہ انتخاب ان کی عظمت کی نشانی ہے۔ وہ ہمارے درمیان بلند آسمان، پردے میں لپٹا کعبہ اور معین قبلہ کے مانند ہیں یا چمکتے سورج، جاری چاند، ہدایت کرنے والے ستارے یا درخت زیتون کے مانند ہیں جس کا تیل روشنی دیتا ہے اور اس کا چقماق بابرکت ہے۔ محمدؐ تو علم آدم اور تمام نبیوں کی فضیلتوں کے وارث ہیں اور علی بن ابی طالب محمدؐ کے وصی اور آپ کے علم کے وارث ہیں۔ اے اپنے نبی کے بعد سرگرداں رہنے والی امت! جس کو خدا نے مقدم کیا تھا اگر اس کو مقدم کئے ہوتی اور جس کو خدا نے مؤخر کیا تھا اس کو موخر کئے ہوتی اور جس ولایت کو نبیؐ کے اہلبیت نے وراثت میں پایا تھا اس کا اقرار کئے ہوتی تو زمین وآسمان کی ساری چیزوں سے فائدہ اٹھاتی اور آسمان وزمین سے رزق پاتی اور کوئی بھی محب خدا نہ تو تہی دست ومحتاج ہوتا نہ ہی فرائض الٰہی میں کوتاہی سے کوئی نابود ہوتا اور حکم خدا میں کوئی کسی سے اختلاف نہ کرتا۔ مگر یہ کہ اس کا جواب ان (اہلبیتؑ) سے کتاب خدا اور سنت پیغمبر کی روشنی میں مل جاتا۔ لیکن جو تم نے کیا اس کا مزہ چکھو۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون'' (۱)

علماء کے اقوال

بہت سارے علماء اہلسنت نے بھی اہلبیتؑ کو ہدایتِ خلق کے لئے نجوم وکواکب اور دنیا والوں کے لئے باعث امان کہا ہے۔ چند کی عبارتیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی ''ھدایۃ السعداء'' میں دوسری ہدایت کے تیسرے جلوے میں حدیث ثقلین کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''جب تک نور رسالت تھا ستاروں (اہلبیتؑ) کے روشنی کی ضرورت نہیں تھی مگر جب آفتاب رسالت غروب کر گیا تب ستاروں کی ضرورت پڑی''۔

نیز وہ ''ھدایۃ السعداء'' کی چودھویں ہدایت کے پہلے جلوے میں لکھتے ہیں:

۱۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۷۱۔

"آفتاب رسالت کے غروب کے وقت آنحضرتؐ کے لئے علی اسی طرح نائب تھے جیسے چودھویں کا چاند سورج کے لئے ہوتا ہے اسی لئے آپ نے فرمایا تھا: یا علی انک منی بمنزلة هارون من موسیٰ و لا نبی بعدی، من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اور جب ماہتاب ولایت علی غروب کر رہا تھا تو ستارگانِ ولایت جو خلفاء علی (ائمہ معصومینؑ) تھے موجود تھے۔ و با النجم هم یهتدون، و بایهم اقتدیتم اهتدیتم ۔ کیونکہ مصطفیٰ آفتاب کے مانند، علی ماہتاب کے مثل اور خلفاءِ علی ستاروں جیسے تھے اور آفتاب کے ہوتے ماہتاب کی طرف نہیں دیکھا جاتا اسی طرح ماہتاب کے ہوتے ستاروں کی نوبت نہیں آتی (مگر ایک کے نہ ہونے کی صورت میں دوسرے کی ضرورت پڑتی ہے)"۔

۲۔ ابن صباغ مالکی امام محمد باقرؑ کے فضائل میں لکھتے ہیں:

"ان کے زمانے میں بچے ہوئے صحابہ اور بزرگ تابعین نے ان سے اخذ حدیث کیا تھا اور ان کے علوم کو راویوں نے دنیا کے گوشہ و کنار میں پہنچایا تھا۔ بہت سارے شعراء نے ان کی شان میں اشعار کہے تھے جن میں ایک مالک بن اعین جہنی ہے (بطور مثال) وہ کہتے ہیں: "نجوم تهلّل للمدلجین، جبال تورّث علماً جهالا. وہ (اہلبیتؑ) ستارے ہیں جو تاریکی میں لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں اور ایسے علم کے کوہ گراں ہیں جو دوسروں کو علم کا پہاڑ بنا دیتے ہیں"(۱)

۳۔ حسین بن علی کاشفی "رسالہ علیہ" میں لکھتے ہیں:

"زبانیں آل محمد کی توصیف کرنے سے عاجز اور ان کا جمال لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہے کیونکہ وہ بروج ہدایت کے ستارے اور نجوم ولایت کے برج ہیں"۔

۴۔ نورالدین سمہودی لکھتے ہیں:

"یحتمل ان المراد من اهل البیت الذین هم امان الامة علمائهم الذین

۱۔ الفصول المہمۃ، ص۲۱۱۔۲۱۰۔

یقتدیٰ بهم کما یهتدی بنجوم السماء، و هم الذین اذا خلت الارض منهم جاء اهل الارض من الآیات ما کانوا یوعدون، و ذهب اهل الارض، و ذالک عند موت المهدی الذی اخبر صلی الله علیه وسلم به" (۲) ممکن ہے کہ اہلبیت سے مراد جوامت کے لئے باعث امان ہیں ان (اہلبیتؑ) کے علماء ہوں جن کی اسی طرح اقتدا کی جاتی ہے جس طرح آسمان پر چمکنے والے ستاروں سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ وہ (اہلبیتؑ) وہی ہیں کہ اگر زمین ان سے خالی ہو جائے تو اہل زمین پر وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وعدہ کیا گیا ہے (حضرت) مہدی کی جب وفات ہوگی تو اہلِ زمین نابود ہو جائیں گے۔ اس کی آنحضرتؐ نے خبر دی ہے۔

۵۔ ابن حجر مکی صواعق میں فضائل اہلبیتؑ سے متعلق ساتویں آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"وقال بعضهم: یحتمل ان المراد باهل البیت الذین هم امان علمائهم، لانهم الذین یهتدی بهم کا النجوم، والذین اذا فقدوا جاء اهل الارض من الآیات ما یوعدون" (۳) بعض کا کہنا ہے کہ احتمال ہے کہ باعث امان اہلبیتؑ سے مراد ان کے علماء ہوں۔ کیونکہ وہی ستاروں کے مانند وسیلۂ ہدایت ہوتے ہیں اور یہی وہ ہیں کہ اگر نہ رہیں تو زمین والوں پر وہ عذاب نازل ہو جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

۶۔ شیخ احمد باکثیر مکی شافعی "وسیلۃ المآل فی عد مناقب آل" میں لکھتے ہیں:

"واخرج الدار قطنی فی الفضائل عن معقل بن یسار رضی الله عنه قال: سمعت ابا بکر رضی الله عنه یقول: علی بن ابی طالب عترة رسول الله صلی علیه وسلم، ای الذین حثّ النبی صلی الله علیه وسلم علی التمسک بهم و الاخذ بهدیهم، فانهم نجوم الهدیٰ من اقتدیٰ بهم اهتدیٰ، وخصه ابو بکر بذالک رضی الله عنه، لانه الامام فی هذا الشان، وباب مدینة العلم و

۱۔ الصواعق المحرقۃ، ص۱۵۲۔

العرفان، فهو امام الائمة و عالم الامة" دارالقطنی نے "الفضائل" میں معقل بن یسار سے روایت کی ہے کہ ابوبکر کو کہتے سنا کہ علی بن ابی طالب، رسولؐ خدا کی عترت ہیں، یعنی یہ وہی ہیں جن سے وابستہ ہونے اور ان کی بتائی باتوں پر عمل کرنے کی نبیؐ نے تشویق کی ہے، کیونکہ یہی ہدایت کے ستارے ہیں جس نے ان کی پیروی کی ہدایت پا گیا۔ ابوبکر نے صرف علی رضی اللہ کو اس لئے عترت کہا کہ آپ امام اور علم وعرفان کے دروازہ تھے اور وہی اماموں کے امام اور امت کے عالم تھے۔

۷۔ محمود بن محمد شیخانی قادری "صراط سوی" میں اہلبیتؑ کے امان ہونے والی حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"قال شيخنا: المراد من اهل البيت الذين هم امان الامة: علمائهم الذين يهتدى بهم كما يهتدى بنجوم السماء، وهم الذين اذا خلت الارض منهم جاء اهل الارض من الآيات ما كانوا يوعدون، و ذهب اهل الارض، و ذالك عند موت المهدى الذى اخبر النبى صلى الله عليه وسلم به" ہمارے استاد (سمہودی) کا کہنا ہے کہ امت کے لئے باعث امان اہلبیت سے مراد ان کے علماء ہیں جن سے ہدایتیں اسی طرح لینی چاہئے جس طرح آسمان پر چمکنے والے ستاروں سے ہدایتیں لی جاتی ہیں یہ وہی ہیں کہ اگر زمین ان سے خالی ہو جائے تو اہل زمین اس عذاب کا مزہ چکھیں گے جس کا وعدہ کیا گیا ہے بلکہ اہل زمین نابود ہو جائیں۔ ایسا اس وقت ہوگا جب نبیؐ کے بقول (امام) مہدی موت کا مزہ چکھ لیں گے۔

شبراوی لکھتے ہیں:

"وقد اكرم الله تعالىٰ آل بيت نبيّه بان جعل فيهم القطبانيه، ومنهم المجدد على راس كل سنة لهذه الامة امر دينها، فقد قال الرشيد لموسىٰ كاظم و هو جالس عند الكعبة: انت الذى تبايعك الناس سرّاً؟ فقال له: انا امام اهل القلوب و انت امام الجسوم! وما احسن ما قيل: ملوك على التحقيق ليس

لغيرهم، من الملك الا وزره و عقابه! شموس الهدىٰ منهم و منهم بدوره، و انجمه منهم و منهم شهابه" (۱) خدا نے اپنے نبیؐ کی آل کو یہ مرتبہ دیا کہ ان ہی میں ایک قطب بھی قرار دیا اور ہر قرن میں ایک مجدد دین بھی۔ چنانچہ ہارون رشید نے (امام) موسیٰ کاظم سے خانہ کعبہ کے پاس کہا تھا: کیا آپ وہی نہیں ہیں جن کی لوگ مخفیانہ بیعت کرتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا تھا: میں دلوں کا امام ہوں اور تم جسموں کے پیشوا ہو۔ اس بارے میں شاعر نے کتنا اچھا کہا ہے کہ اہلبیت ہی سچے حکمراں ہیں اور دوسرے گناہوں کے پوٹ ہیں۔ ہدایت کے سورج بھی ان (اہلبیتؑ) ہی میں ہیں اور چودھویں کے چاند بھی، ستارے بھی ان ہی میں ہیں اور شہاب بھی ان ہی میں۔

نیز شبراوی امام محمد باقرؑ کے حالات میں لکھتے ہیں:

"سارت بذكر علومه الاخبار، و انشدت مدائحه فى الاشعار، فمن ذالك قول مالك الجهنى فيه: اذا طلب الناس علم القرآن، كانت عليه قريش عيالا. و ان فاه فيه ابن الجهنى النبى، تلقت يداه فروعاً طوالا. نجوم تهلل للمدلجين، فتهدى بانوارهن الرجالا" (۲) راویوں نے آپ کے بیان کئے علوم پھیلائے اور شعراء نے آپ کی مدح میں اشعار کہے کہ ان ہی میں سے ایک مالک جہنی ہے جو کہتا ہے: جب لوگ علم قرآن کو حاصل کرنا چاہیں تو قریش آپ سے کسب فیض کرتے نظر آئیں گے اور اگر پسر دختر نبیؐ کچھ کہے تو وہ ستارے ہیں جو تاریکی میں بھٹکوں کی راہنمائی کرتے ہیں، پس لوگ ان کی روشنی سے ہدایت پاتے ہیں۔

۹۔ احمد بن عبدالقادر عجیلی "ذخیرۃ المآل" میں لکھتے ہیں:

"و قد اوجدهم الله فى كل عصر و مصر، ووجودهم امان من العذاب كالنجوم امان لاهل السماء، وما كان الله ليعذبهم و انت فيهم، و هو منهم

۱۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص۱۴۲۔۱۴۳۔

۲۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص۲۰۔

"و هم منه كماورد" خدا نے ہر زمانے اور شہر میں اہلبیت کی ایک فرد کا انتخاب کیا اور انھیں عذاب سے امان کا اسی طرح وسیلہ بنایا جس طرح ستارے آسمان والوں کے لئے امان کے باعث ہوتے ہیں، اور جس طرح خدا نے اپنے نبیؐ سے کہا تھا کہ جب تک آپ لوگوں کے درمیان رہیں گے ان پر عذاب نازل نہیں کریں گے اسی طرح اہلبیتؑ بھی ہیں کیونکہ حدیث پیغمبرؐ کے مطابق آنحضرتؐ، اہلبیت سے تھے اور اہلبیت آپ سے۔

نیز وہ لکھتے ہیں:

"فانهم رضى الله عنهم حلية الوجود، و لذالک ورد "اهلبيتى كا النجوم" امان لاهل الارض، ومع كونها اماناً فهى زينة وهداية كما نطق به القرآن و اهل البيت كذالک" اہلبیت رضی اللہ عنہم زینتِ وجود ہیں، اسی لئے آنحضرتؐ نے فرمایا تھا: میرے اہلبیت ستاروں جیسے ہیں جو اہل زمین کے لئے باعث امان ہیں۔ اور جس طرح ستارے باعث امان ہیں، قرآن کے مطابق زینت اور ہدایت بھی ہیں تو پھر اہلبیت بھی ویسے ہی ہوں گے۔

عجیلی اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

"قال اللـه: و ما كان الله ليعذبهم وانت فيهم، و قد اشار الى وجود ذالک المعنى فى اهلبيته و انهم امان اهل الارض من العذاب كما كان (صلعم) امانا لهم فى حياته، وفى ذالک احاديث كثيرة منها: النجوم امان لاهل السماء و اهل بيتى امان لامتى..." خدا نے (اپنے نبیؐ سے مخاطب ہوکر) فرمایا: جب تک آپ لوگوں کے درمیان ہیں خدا ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا۔ یہی بات آنحضرتؐ نے اہلبیتؑ کے بارے میں کہی تھی اور جس طرح آنحضرتؐ اپنی زندگی میں زمین والوں کے لئے عذاب سے بچنے کا وسیلہ تھے، اہلبیتؑ بھی لوگوں کے لئے ایسے ہی ہیں۔ عجیلی نے اسی کتاب میں اور جگہوں پر بھی اہلبیتؑ کو نجوم (ستاروں) سے تعبیر کیا ہے۔

۱۰۔ محمد سالم دہلوی رسالہ "اصول الایمان" میں لکھتے ہیں:

"آنحضرتؐ کے فضل و شرف تک سوائے علی کرم اللہ وجھہ، حضرت فاطمہ زہرا اور امام حسن اور امام حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کسی کی رسائی نہیں ہے۔ آنحضرتؐ سورج ہیں اور اہلبیتؑ اس امت کے لئے ستارے، تاریکی میں لوگوں کے لئے ان سے نور ظاہر ہوتا ہے۔

وہی اسی رسالہ میں "شرف النبوۃ" سے چند حدیثیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"یہ حقیقت ہے کہ آنحضرتؐ آفتاب فضل و کمال اور آپ کے اہلبیتؑ ستاروں کے مانند ہیں"۔

۱۱۔ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ابوالحسن بن جبیر نے کہا:

"احب النبى المصطفى و ابن عمه. عليا و سبطيه و فاطمة الزهرا. هم اهل بيت اذهب اللـه عنهم. و اطلعهم افق الهدىٰ انجماً زهرا. مو الاتهم فرض على كل مسلم. و حبهم اسنى الذخائر للاخرىٰ" (۱)

نبی مصطفیؐ، ان کے ابن عم علی، ان کے دونواسوں (حسنینؑ) اور فاطمہ زہرا کو دوست رکھتا ہوں۔ وہ اہلبیت ایسے ہیں جن سے خدا نے ہر طرح کے رجس کو دور رکھا اور انھیں افق ہدایت کا ستارہ بنایا۔ ان سے دوستی ہر مسلمان پر واجب ہے اور ان سے محبت قیامت کے لئے بہت قیمتی ذخیرہ ہے۔

۱۲۔ شیخ حسن عدوی حمزاوی، فاطمہ بنت حسین کے حالات میں لکھتے ہیں:

"و يعجبنى مدحاً فى حضرتها و آل البيت على العموم الذين شيدوا الدين و صارو فى الاهتداء بهم كا النجوم" (۲) آنحضرتؐ اور آپ کے اہلبیت نے دین کو مضبوط کیا اور ہدایت میں ستاروں کے مانند ہو گئے۔

۱۔ نورالابصار، ص ۲۳۲۔

۲۔ مشارق الانوار، ص ۹۹۔

اقتداء اہلبیتؑ پر دلالت کرنے والی حدیثیں

اہلبیتؑ کی پیروی کے واجب ہونے پر جو حدیثیں دلالت کرتی ہیں ان میں ایک حدیث یہ ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا: "من سرّه ان يحيى حياتى و يموت مماتى، ويسكن جنة عدن غرسها ربى، فليوال عليا من بعدى وليوال وليه، وليقتد با الائمة من بعدى" جو چاہتا ہے کہ اس کی زندگی میری زندگی جیسی اور اس کی موت میری موت جیسی ہو اور وہ اس جنت عدن میں رہے جس کو میرے پروردگار نے بنایا ہے وہ میرے بعد علی کو ولی مانے اور اس کے دوستوں سے دوستی کرے اور میرے بعد ان اماموں کی اقتدا کرے۔ اس حدیث کو ابن عباس سے مندرجہ ذیل علماء ومحدثین نے نقل کیا ہے۔

۱۔ ابونعیم اصفہانی نے "حلیۃ الاولیاء" میں حالات امیر المومنین میں لکھا ہے:

"حدثنا محمد بن المظفر، نامحمد بن جعفر بن عبد الرحيم، نا احمد بن محمد بن يزيد بن سليمان (سليم)، نا عبد الرحمن بن عمران بن ابى ليلىٰ اخو محمد ابن عمران، نا يعقوب بن موسىٰ الهاشمى، عن ابن ابى رواد، عن اسماعيل بن امية، عن عكرمة عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سرّه ان يحيىٰ حياتى و يموت مماتى، و يسكن جنة عدن غرسها ربى، فليوال عليّا من بعدى و ليوال وليه و ليقتد با الائمة من بعدى، فانهم عترتى، خلقوا من طينتى، رزقوا فهماً و علماً، ويل للمكذبين لفضلهم من امتى، القاطعين فيهم صلتى، لا انا لهم الله شفاعتى" (۱)

ہم سے محمد بن مظفر نے بیان کیا انھوں نے محمد بن جعفر بن عبد الرحیم سے انھوں نے احمد بن محمد بن یزید بن سلیمان سے انھوں نے عبد الرحمٰن بن عمران بن ابی لیلیٰ برادر محمد ابن عمران سے

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۸۶، نمبر۴ حالات علیؑ۔

انھوں نے یعقوب بن موسیٰ ہاشمی سے انھوں نے ابن ابی رواد سے انھوں نے اسماعیل بن امیہ سے انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو چاہتا ہے کہ اس کی حیات میری حیات جیسی ہو، اس کی موت میری موت جیسی ہو اور وہ اس جنت عدن میں رہے جس کو میرے پروردگار نے بنایا ہے تو میرے بعد علی کو ولی مانے اور اس کے دوستوں سے دوستی کرے اور میرے بعد اماموں کی پیروی کرے۔ کیونکہ وہی میری عترت ہیں جن کی خلقت میری طینت سے ہوئی ہے اور انھیں علم وفہم کی روزی دی گئی ہے۔ میری امت میں ان کی فضیلتوں کو جھٹلانے والے پر ویل ہو اور ان پر بھی ویل ہو جو ان سے میرے رابطے کو توڑیں، خدا میری شفاعت ان کے شامل حال نہیں کرے گا۔

ابونعیم ہی کی "منقبۃ المطہرین" سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے اسناد سے لکھا ہے:

"عن ابن عباس، قال: قال رسول الله (صلعم): من سرّه ان يحيى حياتى، ويموت مماتى، و يسكن جنة عدن غرسها ربى، فليوال عليا من بعدى و ليوال وليه و ليقتد با الائمة من بعدى، فانهم عترتى، خلقوا من طينتى، رزقوا فهمى وعلمى فويل للمكذبين لفضلهم من امتى القاطعين فيهم صلتى، لا انا لهم الله شفاعتى" ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو اس بات کو پسند کرتا ہو کہ اس کی حیات میری حیات جیسی اور اس کی موت میری موت جیسی ہو اور اس جنت عدن میں رہے، جس کو میرے پروردگار نے بنایا ہے تو وہ میرے بعد علی کو ولی مانے اور اس کے دوستوں سے دوستی کرے اور میرے بعد ائمہ کی پیروی کرے، کیونکہ وہ میری عترت ہیں اور میری طینت سے خلق کئے گئے ہیں اور میرے علم وفہم سے انھیں سیر کیا گیا ہے، پس میری امت کے ان لوگوں پر ویل ہو جو میرے اہلبیت کی فضیلت کو جھٹلائیں اور میری قرابت کو قطع کریں، خدا میری شفاعت ان کے شامل حال نہ کرے۔

۲۔ عبد الکریم بن محمد رافعی شافعی کتاب "التدوین" میں لکھتے ہیں:

"الحسن ابن حمزه العلوى الرازى ابو طاهر. قدم قزوين وحدث بها عن

سلیمان بن احمد، روی عنه ابو مضر ربیعة بن علی العجلی فقال: ثنا ابو طاهر الحسن بن حمزه العلوی، قدم علینا قزوین سنة اربع و اربعین و ثلاث ماة، ثنا سلیمان بن احمد، ثما بن عمر بن حفص السدوسی، ثنا اسحاق بن بشر الکاهلی، ثنا یعقوب بن مغیره الهاشمی، عن ابن ابی رواد عن اسمعٰیل بن امیه، عن عکرمة، عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من سرّه ان یحیی حیاتی و یموت مماتی و یدخل جنة عدن فلیوال علیا من بعدی، و لیقتد باهل بیتی من بعدی، فانهم عترتی، خلقوا من طینتی ورزقوا فهمی و علمی، فویل للمکذبین من امتی، لا انا لهم الله شفاعتی"

حسن بن حمزہ علوی رازی ابوطاہر نے قزوین میں سلیمان بن احمد سے روایت کی ہے اور حسن بن حمزہ علوی سے ابومضر ربیعہ بن علی عجلی نے روایت کی ہے۔ چنانچہ ابومضر کہتے ہیں کہ ہم سے ابوطاہر حسن بن حمزہ علوی نے بیان کیا انھوں نے یعقوب بن مغیرہ ہاشمی سے انھوں نے ابن ابی رواد سے انھوں نے اسماعیل بن امیہ سے انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جوشخص چاہتا ہے کہ میری طرح زندگی کرے اور میری ہی طرح اس دنیا سے رخصت ہو اور جنت عدن میں داخل ہو وہ میرے بعد علی کی ولایت کو قبول کرے اور میرے بعد میرے اہلبیت کی پیروی کرے کیونکہ وہی میری عترت ہیں جن کی خلقت میری طینت سے ہوئی ہے اور میرا علم وفہم سے انھیں عطا ہوا۔ پس میری امت میں (ان کی فضیلتوں کی) تکذیب کرنے والوں پر ویل ہو اور خدا میری شفاعت سے انھیں محروم کرے۔

۳۔حموینی لکھتے ہیں:

"اخبرنی الخطیب نجم الدین عبد الله بن ابی السعادات بن منصور بن ابی السعادات الناصری بقرائتی علیه ببغداد بجامع المنصور، انبانا الشیخ الامام احمد بن یعقوب بن یعقوب بن عبد الله المارستانی سماعاً علیه،

قال: انبأنا ابو الفتح محمد بن عبد الباقی بن احمد المعروف بابن البطی اجازةً ان لمْ یکن سماعاً، قال انبانا ابو الفضل حمد بن احمد اصبهانی قال: اخبرنا ابو نعیم احمد بن عبد الله الحافظ، قال: حدثنا محمد بن المظفر، قال: حدثنا محمد بن جعفر بن عبد الرحیم، حدثنا احمد بن محمد بن یزید بن سلیم، حدثنا عبد الرحمن بن عمران بن ابی لیلیٰ اخو محمد بن عمران، حدثنا یعقوب بن موسیٰ الهاشمی عن ابن ابی رواد عن اسمعٰیل بن امیه عن عکرمه عن ابن عباس، قال: قال رسول الله(ص): من سره ان یحییٰ حیاتی و یموت مماتی و یسکن جنات (عدن) غرسها ربی فلیوال علیا من بعدی و لیوال ولیه، ولیقتدی با الائمة من بعدی، فانهم عترتی، خلقوا من طینتی ورزقوا فهما و علماً، ویل للمکذبین بفضلهم من امتی القاطعین فیهم صلتی، لا انا لهم الله شفاعتی" (۱)

مجھے خطیب نجم الدین عبداللہ بن ابی سعادات بن منصور بن ابی السعادات ناصری نے بتایا نیز ہمیں شیخ امام احمد بن یعقوب بن یعقوب بن عبداللہ مارستانی نے باخبر کیا، انھوں نے ابوالفتح محمد بن عبدالباقی بن احمد معروف بہ ابن بطی سے انھوں نے ابوالفضل حمد بن احمد اصفہانی سے انھوں نے حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ سے، انھوں نے محمد بن مظفر سے، انھوں نے محمد بن جعفر بن عبدالرحیم سے، انھوں نے احمد بن محمد بن یزید بن سلیم سے، انھوں نے عبدالرحمٰن بن عمران بن ابی لیلیٰ برادر محمد بن عمران سے، انھوں نے یعقوب بن موسیٰ ہاشمی سے، انھوں نے ابن ابی رواد سے، انھوں نے اسماعیل بن امیہ سے انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو اس بات کا خواہاں ہے کہ اس کی زندگی میری زندگی جیسی اور اس کی موت میری موت جیسی ہو اور میرے پروردگار کے بنائے جنات

۱۔فرائدالسمطین، ج۱، ص۵۳.

عدن میں رہے وہ میرے بعد علی کی ولایت کو مانے اور اس کے دوستوں سے محبت کرے اور میرے بعد میں آنے والے اماموں کی پیروی کرے، کیونکہ وہ میری عترت ہیں جن کی خلقت میری طینت سے ہوئی ہے اور انھیں میرا علم وفہم دیا گیا ہے، وائے ہو میری امت کے ان افراد پر جوان کے فضل وشرف سے انکار کریں اور ان سے میرے رشتے کو توڑیں خدا میری شفاعت ایسوں کے شامل حال نہ کرے۔

۴۔حافظ محمد بن یوسف گنجی شافعی لکھتے ہیں:

"الباب السادس و الخمسون: في تخصيص علي بكونه امام الاولياء. اخبرنا ابو طالب عبد اللطيف بن محمد الجواهري و غيره ببغداد، اخبرنا ابو الفتح محمد بن عبد الباقي، اخبرنا ابو الفضل بن احمد، حدثنا احمد بن عبد الله، حدثنا محمد بن المظفر، حدثنا محمد بن جعفر ابن عبد الرحيم، حدثنا احمد بن محمد بن زيد بن سليم، حدثنا عبد الرحمن بن عمران بن ابی ليلیٰ اخو محمد بن عمران، حدثنا يعقوب بن موسیٰ الهاشمی عن ابی رواد عن اسمٰعيل بن امية عن عكرمة عن ابن عباس، قال: قال رسول اللّٰه(ص): من سرّه ان يحيیٰ حياتی و يموت مماتی و يسكن جنة عدن التی غرسها ربی عزوجل فليوال عليا من بعدی و ليوال وليه، وليقتد با الائمة بعدی، فانهم عترتی، خلقوا من طينتی، رزقوا فهما و علماً، ويل للمكذبين بفضلهم من امتی القاطعين فيهم صلتی، لا انالهم اللّٰه شفاعتی" (۱) چھپنواں باب اس بارے میں ہے کہ علی امام الاولیاء ہیں۔ چنانچہ ہم سے ابوطالب عبداللطیف بن محمد جوہری وغیرہ نے بتایا، انھوں نے ابوالفتح محمد بن عبدالباقی سے، انھوں نے ابوالفضل بن احمد سے، انھوں نے احمد بن عبداللہ سے، انھوں نے محمد بن مظفر سے، انھوں نے محمد بن جعفر ابن عبدالرحیم سے،

۱۔کفایۃ الطالب، ص۲۱۴۔

انھوں نے احمد بن محمد بن زید بن سلیم سے، انھوں نے عبدالرحمٰن بن عمران بن ابی لیلیٰ برادر محمد بن عمران سے، انھوں نے یعقوب بن موسیٰ ہاشمی سے، انھوں نے ابی رواد سے انھوں نے اسماعیل بن امیہ سے انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی حیات میری حیات ہو، اس کی موت میری موت ہو اور میرے پروردگار کی بنائی جنت عدن میں رہے وہ علی اور اس کے دوستوں سے محبت کرے اور میرے بعد ائمہ کی پیروی کرے، اس لئے کہ وہ میری عترت ہیں جن کی خلقت میری طینت سے ہوئی اور انھیں علم وفہم عطا کیا گیا۔ ویل ہو میری امت کے ان افراد پر جوان کی فضیلت سے انکار کریں اور ان سے میری قرابت کو قطع کریں خدا ایسوں کو میری شفاعت سے محروم کرے۔

۵۔ملا متقی ہندی لکھتے ہیں:

"من سرّه ان يحيیٰ حياتی و يموت مماتی و يسكن جنة عدن غرسها ربی فليوال علياً من بعدی، وليوال وليه، وليقتد باهلبيتی من بعدی، فانهم عترتی، خلقوا من طينتی ورزقوا فهمی و علمی، فويل للمكذبين بفضلهم من امتی، القاطعين فيهم صِلَتی: لا انالهمُ اللّٰهُ شفاعتی. طب و الرافعی عن ابن عباس" (۱) جو چاہتا ہے کہ میری زندگی جیسی زندگی کرے، میری موت جیسی اسے موت آئے اور جنت عدن میں رہے جس کو میرے پروردگار نے بنایا ہے وہ میرے بعد علی سے محبت کرے اور اس کے دوستوں سے بھی اور میرے بعد میرے اہلبیت کی پیروی کرے، کیونکہ وہی میری عترت ہیں جو میری طینت سے خلق کئے گئے ہیں اور انھیں میرا علم وفہم دیا گیا ہے، پس میری امت سے جوان (اہلبیتؑ) کی فضیلت کو جھٹلائے اور ان سے میرے رشتے کو توڑے ان پر ویل ہو اور خدا میری شفاعت ان کے شامل حال نہ کرے۔ اس کی طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور رافعی نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔

۱۔کنز العمال، ج۱۲، ص۱۰۳، حدیث ۳۴۱۹۸۔

۶۔عبدالحق دہلوی "تحقیق الاشارۃ الی تعمیم البشارۃ" میں لکھتے ہیں:

"من سرّہ ان یحییٰ حیاتی و یموت مماتی، و یسکن جنۃ عدن غرسھا ربی، فلیوال علیاً بعدی و لیوال ولیہ و لیقتدہ باھلبیتی من بعدی، فانھم عترتی، خلقوا من طینتی، ورزقوا فھمی و علمی، فویل للمکذبین بفضلھم من امتی، و القاطعین فیھم صلتی، لا انا لھم اللہ شفاعتی، رواہ الطبرانی والرافعی عن ابن عباس" جوخواہشمند ہو کہ اس کی حیات میری حیات جیسی اور اس کی موت میری موت جیسی ہو اور میرے پروردگار کی بنائی جنت میں رہے وہ میرے بعد علی کو ولی مانے اور اس کے دوستوں سے محبت کرے اور میرے بعد ائمہؑ کی اقتدا کرے کیونکہ وہ میری عترت ہیں اور میری طینت سے خلق کئے گئے ہیں اور انھیں میرا علم وفہم دیا گیا ہے۔ پس ویل ہو میری امت کے ان افراد پر جو ان (اہلبیتؑ) کی فضیلت کی تکذیب کریں اور ان سے میرے رشتے کو توڑیں۔ خدا ایسوں کے نصیب میں میری شفاعت قرار نہ دے۔ اس کی طبرانی اور رافعی نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔

نیز وہ "رجال مشکوٰۃ" میں فضائل اہلبیتؑ میں حدیث بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقولہ: من سرہ ان یحییٰ حیاتی و یموت مماتی، و یسکن جنۃ عدن غرسھا ربی فلیوال علیا من بعدی، و لیقتد باھلبیتی من بعدی، فانھم عترتی، خلقوا من طینتی، و رزقوا فھمی و علمی، فویل للمکذبین بفضلھم من امتی، القاطعین فیھم صلتی، لا انا لھم اللہ من شفاعتی" جو چاہتا ہے کہ اس کی زندگی میری زندگی جیسی اور اس کی موت میری موت جیسی ہو اور جنت عدن میں سکونت اختیار کرے وہ میرے بعد علی کو اپنا ولی بنائے اور میرے بعد میرے اہلبیت کی پیروی کرے۔ کیونکہ وہ میری عترت ہیں جن کی خلقت میری طینت سے ہوئی ہے اور انھیں میرا علم وفہم عطا کیا گیا ہے۔ پس میری امت سے ان کی فضیلت سے انکار کرنے والوں اور ان سے میرے رشتے کو توڑنے والوں پر وائے ہے۔ خدا میری شفاعت ان کے شامل حال نہ کرے۔

۷۔سلیمان بن ابراہیم بلخی لکھتے ہیں:

"اخرج ابونعیم الحافظ و الحموینی عن عکرمۃ عن ابن عباس، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من سرّہ ان یحیی حیاتی ویموت مماتی، و یسکن جنات عدن التی غرس فیھا قضیباً ربی، فلیوال علیا و لیوال ولیہ و لیقتدبا الائمۃ من ولدہ من بعدہ، فانھم عترتی، خلقوا من طینتی، ورزقوا فھما و علماً، و ویل للمکذبین بفضلھم من امتی، القاطعین فیھم صلتی، لا انالھم اللہ شفاعتی" (۱) حافظ ابونعیم اور حموینی نے عکرمہ کے توسط سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو اپنی حیات میری حیات جیسی، اپنی موت میری موت جیسی اور جنات عدن میں رہنا چاہتا ہے وہ علی کو بھی ولی مانے اور اس کے دوستوں سے دوستی کرے اور میرے ائمہ کی اقتدا کرے، کیونکہ وہ میری عترت ہیں اور میری طینت سے وہ خلق کئے گئے ہیں اور ان کو میرا جیسا علم وفہم انھیں دیا گیا ہے۔ میری امت میں جو ان کے فضل سے انکار کرے اور ان سے میرے رشتے کو توڑے ان پر ویل ہو خدا ان کو میری شفاعت سے محروم کرے۔

نیز وہ شرح نہج البلاغہ سے نقل کرتے ہیں:

"الثانی عشر: من سرہ ان یحیی حیاتی ویموت مماتی، و یسکن جنۃ عدن عند شجرۃ طوبیٰ التی غرسھا ربی فلیوال علیا من بعدی ولیوال ولیہ و لیقتد با الائمۃ من بعدی، فانھم عترتی، خلقوا من طینتی، ورزقوا فھما و علما، فویل للمکذبین من امتی القاطعین فیھم صلتی، لا انا لھم اللہ شفاعتی. ذکرہ صاحب الحلیۃ" (۲) بارہویں حدیث: جو چاہتا ہے میری زندگی کی

۱۔ ینابیع المودۃ باب ۴۳، ص ۱۴۹۔

۲۔ ینابیع المودۃ، باب ۵۹، ص ۴۷۷۔

طرح زندگی گزارے اور میری موت کی طرح اس کو موت آئے اور جنت عدن میں شجرۂ طوبیٰ کے پاس سکونت اختیار کرے، وہ میرے بعد علی سے اور اس کے دوستوں سے محبت کرے اور میرے بعد اماموں کی اقتدا کرے۔ کیونکہ وہ میری عترت ہیں جن کی خلقت میری طینت سے ہوئی ہے اور انھیں کامل علم وفہم دیا گیا ہے۔ پس ویل ہو میری امت سے ان کے جھٹلانے والوں اور ان سے قطع رحم کرانے والوں پر۔ خدا ان کو میری شفاعت کا مزہ نہ چکھائے۔ اس روایت کو صاحب حلیۃ الاولیاء نے نقل کیا ہے۔

شواہد حدیث

مذکورہ حدیث (من سرّہ ان یحیی حیاتی...) کے شواہد و مؤیدات بھی ہیں جن کی بعض علماء اعلام وحفاظ عظام اہلسنت نے امام حسینؑ اور زیاد بن مطرف صحابی کے توسط سے پیغمبرؐ اسلام سے روایت کی ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

۱۔ ابوالمؤید موفق بن احمد خوارزمی اپنی مناقب میں لکھتے ہیں:

"و اخبرنا الامام الاجل اخی شمس الائمة ابو الفرج محمد بن احمد بن المکی قال: اخبرنا الامام الزاهد ابو محمد اسماعیل بن علی بن اسماعیل قال: حدثنا الامام السید الاجل المرشد با اللّه ابو الحسن یحییٰ بن الموفق با اللّه قال: اخبرنا ابو طاهر محمد بن علی بن محمد بن یوسف الواعظ بن العلاف قال: اخبرنا ابو جعفر محمد بن احمد بن محمد بن حماد المعروف بابن سلیم قال: اخبرنا ابو محمد القاسم بن جعفر بن محمد بن عبد بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب، قال: حدثنی جعفر بن محمد عن ابیه محمد بن علی الباقر عن ابیه علی بن الحسین بن علی عن ابیه الحسین الشهید قال: سمعت جدی رسول اللّه صلی اللّه علیه وآله یقول: من احب ان یحیی حیاتی ویموت مماتی، و یدخل الجنة التی وعدنی

ربی فلیتول علی بن ابی طالب و ذریته الطاهرین، ائمة الهدیٰ و مصابیح الدجیٰ من بعده، فانهم لن یخرجوکم من باب الهدیٰ الی باب الضلالة" (۱)

ہم سے امام اجل برادرم شمس الائمہ ابوالفرج محمد بن احمد بن مکی نے بتایا، انھوں نے امام وزاہد ابومحمد اسماعیل بن علی بن اسماعیل سے، انھوں نے امام سید اجل مرشد باللہ ابوالحسن یحییٰ بن موفق باللہ سے، انھوں نے ابوطاہر محمد بن علی ابن محمد بن یوسف واعظ بن علاف سے، انھوں نے ابوجعفر محمد بن احمد بن محمد بن حماد معروف بہ ابن سلیم سے، انھوں نے ابومحمد قاسم بن جعفر بن محمد ابن عبد بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے، انھوں نے (امام) جعفر بن محمد سے، انھوں نے اپنے والد (امام) محمد بن علی باقر سے انھوں نے اپنے والد (امام) علی بن حسین بن علی سے اور انھوں نے اپنے والد (امام) حسین شہید سے روایت کی ہے کہ آپ (امام حسینؑ) نے فرمایا: میں نے اپنے جد رسولؐ خدا کو کہتے سنا کہ جو چاہتا ہے کہ میری طرح زندگی گزارے اور میری ہی طرح اس دنیا سے رخصت ہو اور اس جنت میں داخل ہو جس کا میرے پروردگار نے وعدہ کیا ہے تو علی بن ابی طالب اور ان کی ذریت کی ولایت کو تسلیم کرے۔ وہ میرے بعد ہدایت کرنے والے امام اور تاریکی میں چراغ ہیں۔ وہ ہرگز در ہدایت سے نکال کر در ضلالت تک نہیں پہنچا سکتے۔

۲۔ حافظ جلیل ابوجعفر محمد بن جریر طبری کتاب "ذیل المذیل" میں لکھتے ہیں:

"حدثنی زکریا بن یحییٰ بن ابان مصری قال: ثنا احمد بن اشکاب قال: ثنا یحییٰ بن یعلی محاربی عن عمار بن رزین الضبی، عن ابی اسحاق الهمدانی عن زیاد بن مطرف، قال: سمعت رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم یقول: من احب ان یحییٰ حیاتی و یموت میتتی و یدخل الجنة التی وعدنی ربی قضباناً من قضبانها غرسها فی جنة الخلد فلیتول علی بن ابی طالب و ذریته من بعده،

۱۔ مناقب خوارزمی، ص۷۵، حدیث ۵۵۔

فانهم لن یخرجوکم من باب هدی، ولن یدخلوکم فی باب ضلالة" مجھ سے زکریا بن یحییٰ بن ابان مصری نے بیان کیا، انھوں نے احمد بن اشکاب سے، انھوں نے یحییٰ بن یعلی محاربی سے انھوں نے عمار بن رزین ضبی سے، انھوں نے ابواسحاق ہمدانی سے اور انھوں نے زیاد بن مطرف سے روایت کی ہے۔ زیاد کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا کہ جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی زندگی میری زندگی جیسی ہو، اس کی موت میری موت جیسی ہو اور اس جنت میں داخل ہو جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ علی بن ابی طالب کی ولایت اور اس کے بعد اس کی ذریت کی ولایت کو تسلیم کرے کیونکہ وہ ہرگز تمھیں در ہدایت سے خارج نہیں کریں گے نہ ہی در گمراہی میں داخل کریں گے۔

فضائل اہلبیتؑ میں حدیثوں کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں سے مذکورہ حدیثیں ایک قطرہ کے مانند ہیں، مگر اہلبیتؑ کی امامت وخلافت کو ثابت کرنے کے لئے نیز دشمنان اہلبیتؑ کی باتوں کو رد کرنے کے لئے یہی کافی ہیں۔

آخر میں ایک ایسی حدیث نقل کرنا چاہتا ہوں جس کو بعض حفاظ اہلسنت نے نقل کیا ہے اور اس کا ہر فقرہ مذہب اہلبیتؑ کی حقانیت کو ثابت کر رہا ہے۔ اس حدیث کی ابوذر غفاری نے پیغمبرؐ اسلام سے روایت کی ہے، چنانچہ حافظ محمد بن یوسف گنجی شافعی "کفایۃ الطالب" میں لکھتے ہیں:

"الباب السادس: فی کرامة اللّٰه لعلی بن ابی طالب و فضل محبته: اخبرنا محمد بن عبد الواحد بن احمد بن المتوکل علی اللّٰه ببغداد عن محمد بن عبید اللّٰه، حدثنا عبد الحمید بن عبد الرحمن، حدثنا محمد بن عبد اللّٰه، حدثنا حسین بن محمد بن الفرزدق، حدثنا حسین بن علی بن بزیع، حدثنا یحییٰ بن الحسن بن الفرات، حدثنا ابو عبد الرحمن المسعودی وهو عبد اللّٰه بن عبد الملک، عن الحرث بن حصیره عن صخر بن الحکم الفزاری، عن حیان بن الحرث الازدی، عن الربیع بن جمیل الضبی، عن مالک بن ضمره الدوسی، عن ابی ذر الغفاری (ر٥) قال:

قال رسول اللّٰه (ص): ترد علی الحوض رایة امیر المومنین وامام الغر المحجلین، فاقوم فآخذ بیده، فیبیّض وجهه ووجوه اصحابه و اقول: ما خلفتمونی فی الثقلین بعدی؟ فیقولون: تبعنا الاکبر و صدقناه و ازرنا الاصغر و نصرناه و قاتلناه معه. فاقول: ردوا رواء مرویین، فیشربون شربة لا یظماؤن بعدها، وجه امامهم کا الشمس الطالعة، ووجوههم کاالقمر لیلة البدر، او کالضوء نجم فی السماء. و فی هذا الخبر بشارة و نذارة من النبی(ص). اما البشارة فلمن آمن با اللّٰه عزوجل و رسوله و احب اهل بیته، و اما النذارة فلمن کفر با اللّٰه و رسوله و ابغض اهل بیته و قال ما لا یلیق بهم، و رأی رأی الخوارج و النواصب. و هو بشارة لمن احب اهل بیته، و انه یرد الحوض و یشرب منه فلا یظمأ ابداً، و الظمأ هو عنوان دوام العطش و حرمان دخول جنة المأوی، و اما الثقلان فاحدهما کتاب اللّٰه عزوجل، و الآخر عترة النبی و اهل بیته علیهم السلام، وهما اجل الوسائل و اکرم الشفعاء عند اللّٰه عزوجل" (۱) چھٹا باب علی بن ابی طالب کو خدا کی دی ہوئی عظمت و مرتبہ اور آپ کی محبت کی فضیلت سے متعلق ہے۔ ہم سے محمد بن عبدالواحد بن احمد بن متوکل علی اللہ نے بغداد میں بتایا، انھوں نے محمد بن عبیداللہ سے، انھوں نے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن سے، انھوں نے محمد بن عبداللہ سے، انھوں نے حسین بن محمد بن فرزدق سے، انھوں نے حسین بن علی بن بزیع سے، انھوں نے یحییٰ بن حسن بن فرات سے، انھوں نے ابوعبدالرحمٰن مسعودی سے کہ یہ وہی عبداللہ بن عبدالملک ہیں، انھوں نے حرث بن حصیرہ سے، انھوں نے صخر بن حکم فزاری سے، انھوں نے حیان بن حرث ازدی سے، انھوں نے ربیع بن جمیل ضبی سے، انھوں نے مالک بن ضمرہ دوسی سے اور انھوں نے ابوذر غفاری سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: قیامت کے دن امیر المومنین اور چمکتے چہروں کا امام مع علم (پرچم) کے میرے پاس

۱۔ کفایۃ الطالب، ص ۷۶-۷۷۔

حوض کوثر پر آئے گا، پس میں کھڑے ہو کر اس کا ہاتھ پکڑوں گا اس وقت اس (علیؑ) کے اور اس کے اصحاب کے چہرے چمکنے لگیں گے، پھر میں ان لوگوں سے پوچھوں گا تم نے میرے بعد ثقلین (قرآن و اہل بیتؑ) کے ساتھ کیا کیا؟ وہ جواب دیں گے ثقل اکبر (قرآن) کی تصدیق اور پیروی کی تھی اور ثقل اصغر (اہلبیتؑ) کی نصرت و مدد اور ان کے ہمراہ جنگ کی تھی، تب میں (پیغمبر اسلامؐ) کہوں گا جاؤ تم لوگ سیراب ہو۔ وہ حوض کوثر سے اس طرح سیراب ہوں گے کہ پھر کبھی پیاس کا احساس نہیں کریں گے۔ ان لوگوں کے امام کا چہرہ سورج کی طرح اور ان افراد کے چہرے چودھویں چاند یا ستاروں کے مانند چمکتے ہوں گے۔ (حافظ گنجی کہتے ہیں) اس حدیث میں آنحضرتؐ نے بشارت بھی دی ہے اور لوگوں کو ڈرایا بھی ہے۔ بشارت کا ربط ان لوگوں سے ہے جو خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے اور آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ سے محبت کی، اور انذار (ڈرانا) کا ربط ان افراد سے ہے جنہوں نے خدا اور رسول پر ایمان لانے کے بجائے ان سے کفر اختیار کیا اور آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ سے دشمنی کی اور ان کے بارے میں ایسی باتیں کہیں جو ان کے شایان شان نہ تھیں اور خوارج و نواصب کو برحق سمجھا۔ اس حدیث میں اہلبیتؑ کے ماننے والوں کو اس طرح بشارت دی گئی کہ وہ حوض کوثر پر وارد ہوں گے اور اس سے جب پانی پئیں گے تو پھر کبھی پیاسے نہیں ہوں گے، اور ثقلان سے مراد خدا کی کتاب قرآن مجید اور نبیؐ کے اہلبیت و عترت ہیں۔ یہی دونوں خدا کی بارگاہ میں شفاعت کے بہترین وسائل ہیں۔

مذکورہ حدیث، روایات خمس (پانچ علموں والی حدیث) کا ایک ٹکڑا ہے پوری حدیث ابن طاؤس نے کتاب الیقین کے باب ۱۰۹ میں ابوذر غفاری کے توسط سے نقل کی ہے۔ لیکن حافظ گنجی اور (ابن عبدالبر، حاکم نیشاپوری، ہیثمی جیسے) دیگر مشائخ حدیث نے صرف اسی حصے کو ذکر کیا ہے، مگر اتنا ہی ٹکڑا اثبات حق و ابطال باطل کے لئے کافی ہے اور اہلبیتؑ کی پیروی کے واجب ہونے اور ان کی امامت و خلافت کو ثابت کرنے کے لئے ہر دلیل سے بے نیاز کر دیتا ہے نیز واضح کرتا ہے کہ ثقلین کی پیروی کرنے والوں اور سفینۂ اہلبیتؑ پر سوار ہونے والوں ہی کا انجام بخیر ہے۔

ترجمہ عبقات الانوار حدیث سفینہ کے چند مآخذ

۱۔ ازالۃ الخفا، مؤلف شاہ ولی اللہ دہلوی، م ۱۱۷۶ھ، ناشر سہیل اکیڈمی لاہور

۲۔ استجلاب ارتقاء الغرف، مؤلف حافظ شمس الدین سخاوی م ۹۰۲ھ، ناشر دار البشائر الاسلامیۃ بیروت

۳۔ استیعاب برحاشیۂ اصابہ، مؤلف ابن عبدالبر م ۴۶۳ھ، ناشر میمنیہ مصر

۴۔ اسعاف الراغبین برحاشیۂ نور الابصار، مؤلف محمد صبان مصری، ناشر مصر

۵۔ اسد الغابہ، مؤلف عز الدین ابن اثیر جزری، م ۶۳۰ھ، ناشر دار الفکر بیروت

۶۔ الاصابۃ، مؤلف ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ، ناشر میمنیہ مصر

۷۔ انباہ علی قبائل الرواۃ، مؤلف ابن عبدالبر، م ۴۶۳ھ، ناشر دار الکتاب العربی بیروت

۸۔ تاریخ بغداد، مؤلف خطیب بغدادی م ۴۶۳ھ، ناشر مصر آفسٹ دار احیاء التراث العربی بیروت

۹۔ تاریخ الخلفاء، مؤلف جلال الدین سیوطی، م ۹۱۱ھ، ناشر مطبعہ سعادت مصر

۱۰۔ تتمہ جامع الاصول، مؤلف مجد الدین ابن اثیر جزری، ۶۰۶ھ، ناشر دار الفکر بیروت

۱۱۔ تذکرۃ خواص الامۃ، مؤلف سبط ابن جوزی، م ۶۵۴ھ، ناشر مکتبہ نینوا تہران

۱۲۔ تفسیر کبیر معروف بہ تفسیر رازی، مؤلف امام فخر الدین رازی، م ۶۰۶ھ، ناشر مصر آفسٹ دار المعرفہ بیروت

۱۳۔ تہذیب التہذیب، مؤلف ابن حجر عسقلانی، م ۸۵۲ھ، ناشر حیدر آباد آفسٹ قاہرہ مصر

۱۴۔ ثمار القلوب، مؤلف ابو منصور ثعالبی، م ۴۲۹ھ، ناشر المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت

۱۵۔ الجامع الصغیر، مؤلف جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ، ناشر دار الفکر بیروت

۱۶۔ جمع الفوائد، مؤلف محمد بن محمد بن سلیمان مغربی، م ۱۰۹۴ھ، ناشر مدینۂ منورہ

۱۷۔ جواہر العقدین، مؤلف علی سمہودی، م ۹۱۱ھ، ناشر مطبعہ عانی بغداد

۱۸۔ حاشیہ الجامع الصغیر، مؤلف شیخ محمد حفنی، ناشر میمنیہ مصر

۱۹۔ حلیۃ الاولیاء، مؤلف ابونعیم اصفہانی م ۴۳۰ھ، ناشر مصر آفسٹ دار الفکر بیروت

۲۰۔ الدر المنثور، مؤلف جلال الدین سیوطی، م ۹۱۱ھ، ناشر دار الفکر بیروت

۲۱۔ ذخائر العقبیٰ، مؤلف محب الدین طبری، م ۶۹۴ھ، ناشر مصر آفسٹ دار المعرفۃ الاسلامیہ قم

۲۲۔ زین الفتیٰ، (تہذیب) مؤلف حافظ احمد عاصمی مولود ۳۷۸ھ، ناشر مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیہ قم

۲۳۔ الرسالۃ العلیہ، مؤلف کمال الدین حسین کاشفی بیہقی، م ۹۱۰ھ، ناشر دار الفکر بیروت

۲۴۔ السراج المنیر شرح الجامع الصغیر، مؤلف علی بن احمد عزیزی، م ۱۰۷۰ھ، ناشر میمنیہ مصر

۲۵۔ سنن ابن ماجہ، مؤلف محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی، م ۲۷۳ھ، ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۶۔ شرف المصطفیٰ (شرف النبوۃ)، مؤلف ابو سعد عبد الملک بن محمد نیشاپوری خرگوشی، م ۴۰۶ھ،
ناشر انتشارات بابک تہران

۲۷۔ الصواعق المحرقۃ، مؤلف ابن حجر مکی، م ۹۷۴ھ، ناشر مکتبۃ قاہرہ مصر

۲۸۔ العسل المصفیٰ من تہذیب زین الفتیٰ، مؤلف حافظ عاصمی، مولود ۳۷۸ھ، ناشر مجمع احیاء الثقافۃ
الاسلامیہ قم

۲۹۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، مؤلف محمود بن احمد عینی، م ۸۵۵ھ، ناشر دار الفکر بیروت

۳۰۔ عیون الاخبار، مؤلف ابن قتیبہ دینوری م ۲۷۶ھ، ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۱۔ غرائب القرآن، مؤلف نظام الدین نیشاپوری، م ۷۲۸ھ، ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۲۔ فرائد السمطین، مؤلف شیخ الاسلام حموینی، م ۷۳۰ھ، ناشر موسسہ محمودی بیروت

۳۳۔ الفصول المہمۃ، مؤلف ابن صباغ مالکی، م ۸۵۵ھ، ناشر مطبعۃ العدل نجف اشرف

۳۴۔ فیض القدیر، مؤلف عبد الرؤف مناوی، م ۱۰۳۱ھ، ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۵۔ الکاشف، مؤلف حافظ ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی، م ۷۴۷ھ، ناشر دار الفکر بیروت

۳۶۔ کنز العمال، مؤلف ملا متقی ہندی، م ۹۷۵ھ، ناشر موسسہ الرسالۃ بیروت

۳۷۔ قرۃ العینین، مؤلف شاہ ولی اللہ دہلوی، م ۱۱۷۶ھ، ناشر سہیل اکیڈمی لاہور

۳۸۔ لسان العرب، مؤلف ابن منظور، م ۷۱۱ھ، ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۹۔ مرقاۃ المفاتیح، مؤلف ملا علی قاری، م ۱۰۱۴ھ، ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت

۴۰۔ المستدرک علی الصحیحین، مؤلف حاکم نیشاپوری، م ۴۰۵ھ، ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت

۴۱۔ مشارق الانوار، مؤلف حسن عدوی حمزاوی، ناشر مطبعہ شرفیہ مصر

۴۲۔ مشرع الروی، مؤلف محمد بن ابی بکر شبلی، م ۱۰۹۶ھ، ناشر مطبعہ شرفیہ مصر

۴۳۔ مشکوۃ المصابیح، مؤلف خطیب تبریزی، م ۷۴۱ھ، ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت

۴۴۔ مطالب السؤل، مؤلف محمد بن طلحہ شافعی، م ۶۵۲ھ، ناشر موسسہ البلاغ بیروت

۴۵۔ المعارف، مؤلف ابن قتیبہ دینوری، م ۷۴۱ھ، ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت

۴۶۔ المعجم الصغیر، مؤلف حافظ ابوالقاسم طبرانی، م ۳۶۰ھ، ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت

۴۷۔ مقدمہ ابن خلدون، مؤلف عبد الرحمٰن ابن خلدون، ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت

۴۸۔ مناقب امیر المومنین، مؤلف ابوالحسن محمد واسطی جلابی معروف بہ ابن مغازلی ۴۸۳ھ، ناشر دار مکتبۃ الحیاۃ بیروت

۴۹۔ منہاج السنۃ، مؤلف ابن تیمیہ، م ۷۲۸ھ، ناشر بولاق مصر

۵۰۔ نزہۃ المجالس، مؤلف عبد الرحمٰن بن عبد السلام صفوری، م ۸۹۴ھ، ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت

۵۱۔ نظم درر السمطین، مؤلف جمال الدین محمد زرندی، م ۷۵۰ھ، ناشر مطبعۃ القضا نجف اشرف

۵۲۔ نور الابصار، مؤلف شیخ مومن شبلنجی، ناشر مطبعہ بہیہ مصر

۵۳۔ ینابیع المودۃ، مؤلف شیخ سلیمان بن ابراہیم قندوزی، م ۱۲۹۴ھ، ناشر مکتبۃ حیدریہ نجف اشرف

WELAYAT PUBLICATIONS
184-B 2ND FLOOR, Main Patpar Ganj Road
Khureji Khas, East Delhi-110051
Mobile: 9858225575
welayatpublications@gmail.com